مصنف

ڈاکٹر سید محمد تیجانی سماوی

مترجم

حجۃ الاسلام مولانا روشن علی صاحب نجفی

فہرست مضامین

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا الی سواء الطریق والصلوٰۃ والسلام علی محمد و آلہ الذین المبشرین للجنۃ والمنذرین من النار الحریق واللعن الدائم علی اعدائھم الذین للجحیم حقیق۔ اما بعد

رحمتِ حق بہانہ می جوید کے بمصداق توفیقِ الٰہی کسی کے باپ کی میراث نہیں ہے خدا کس پر اور کب اپنی توفیق شامل کردے کچھ کہا نہیں جا سکتا اور یہ بالکل صحیح ہے کہ "اَلَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا" خلوص و تحقیق کی شرط ہونے کے ساتھ غیر متعصب ہونا بھی ضروری ہے ورنہ آدمی منزلِ مقصود تک نہیں پہونچ سکتا۔

بہت پرانی بات نہیں ہے۔ اللہ کی دنیا میں ہر جگہ کچھ نہ کچھ حق پسند ہوتے ہیں۔ آپ نے سنا ہوگا کچھ مدت پہلے علامہ شیخ محمد مرعی الحلبی شیعہ ہو چکے تھے اور پھر انھوں نے اپنے بھائی شیخ احمد انطاکی کو بھی شیعہ کیا۔ وادیِ کشمیر میں جناب مولانا خادم حسین صاحب نے تشیع اختیار کیا، اور بڑی لگن سے خدمت کی اور کر رہے ہیں۔ ماضی قریب میں جناب سعید الرحمان صاحب مستبصر ہو کر اسی راہ میں شہید ہو چکے ہیں اسی طرح برصغیر ہند و پاک کے مشہور عالم

جناب سید شاہد زعیم فاطمی طالب ثراہ تھے اُن کے علاوہ دیگر بہت افراد ہیں جنکا تذکرہ باعث طول ہوگا۔

علامہ سید احمد التیجانی بھی انھیں خوش قسمت لوگوں میں ہیں جنھوں نے ذاتی تحقیق سے مذہب حق اختیار کیا ہے، یوں تو مستبصر ہونے کے بعد سبھوں نے کتابیں لکھی ہیں اور ان کا اردو میں ترجمہ بھی ہوچکا ہے مثلاً "میں کیوں شیعہ ہوا؟" "تلاش منزل" "تذکرۂ اہلبیت" وغیرہ مگر علامہ تیجانی کی کتاب حسنِ بیان، لطافت استدلال، عدم تعصب، تحقیق و تفتیش کا بہترین مجموعہ ہے اس کا فارسی میں "آنگاہ ہدایت شدم" کے نام سے ترجمہ ہوچکا ہے۔

محترم جناب انصاریان صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ "ثم اھتدیت" کا اردو ترجمہ ہو جاتا تو بہتر تھا۔ میرے مشاغل اجازت تو نہیں دے رہے تھے لیکن اپنی بخشش کا ذریعہ سمجھ کر نہ جانے کس طرح میں نے وقت نکال کر اس کو مکمل کیا۔

آپ کتاب پڑھیں گے تو میری بات کی صداقت کا احساس کریں گے۔ آخر میں اپنے محترم قارئین سے خواہش ہے کہ غلطیوں کی نشاندہی ضرور کردیں تاکہ دوسرے ایڈیشن کو اس سے بہتر طریقہ سے پیش کیا جاسکے۔

روشن علی۔ قم المقدسہ

انتساب

اس ناچیز خدمت

کو

ثامن الائمہ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا (ع)

کے

نام معنون کرتا ہوں

مترجم

سلام اللہ علیہا
یا فاطمۃ الزہراء

فاطمة الزهراء (ع)
السلام علیک ایتها الصدیقة الشهیدة

www.kitabmart.in
السلام علیک ایتھا
الصدیقۃ الشہیدۃ
یا فاطمۃ الزہراء
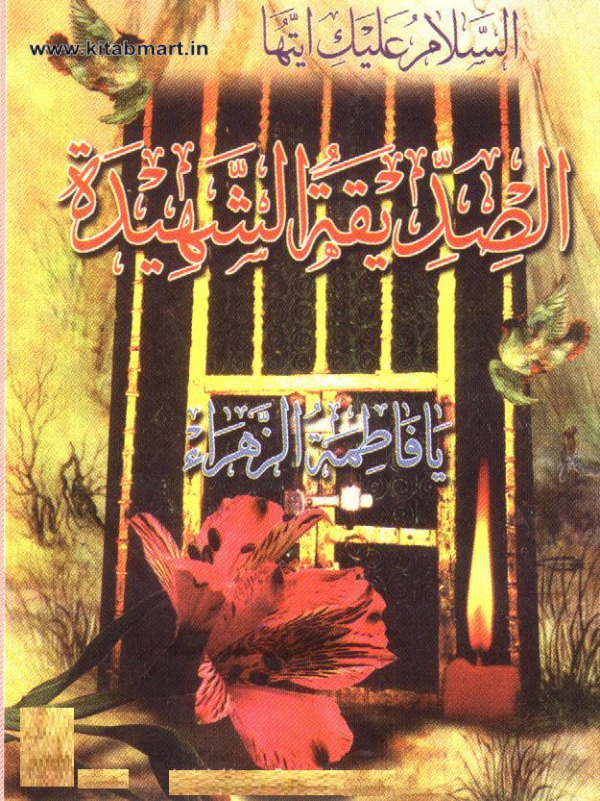
میری زندگی کے مختصر لمحات

میری یادوں کی کڑیوں میں یہ بات ابھی تک بہت اچھی طرح سے محفوظ ہے کہ میری عمر یہی کوئی دس بارہ سال کی رہی ہوگی جب ماہِ مبارک رمضان میں میرے والد ماجد مجھے نماز تراویح کے لئے محلہ ہی کی مسجد میں اپنے ساتھ لے گئے اور مجھے نمازیوں کی صف میں کھڑا کر دیا فطری بات ہے لوگوں کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا۔

چند دنوں سے یہ بات بھی میں سمجھ گیا تھا کہ میرے معلم نے مجھے اس طرح کے انتظامات کر رکھے ہیں جس سے دو یا تین راتیں جماعت کے ساتھ نماز تراویح بھی پڑھ لوں۔ ویسے میری یہ عادت بن گئی تھی کہ محلے کے ہم سن بچوں کو نماز جماعت پڑھاتا تھا۔ اور اس انتظار میں رہا کرتا تھا کہ امام جماعت قرآن کے نصف آخر (یعنی سورہ مریم) تک پہونچے۔

چونکہ میرے ابا جانی جنت مکانی کی دلی آرزو تھی کہ مدرسہ کے علاوہ گھر میں بھی راتوں کو بعض ان اوقات میں قرآن کی تعلیم حاصل کیا کروں جن میں مسجد جامع کے امام اقامت پذیر ہوتے تھے۔ یہ امام جماعت نابینا تھے اور میرے رشتہ دار بھی تھے۔ اور حافظ قرآن تھے۔ اور میں نے اس سن و سال میں نصف قرآن حفظ کر لیا تھا جب عمر نا پختہ غم دوراں اور غم جاناں سے بے فکر ہو کر زندگی کا سرمایہ کھیل کود کو سمجھتے ہیں۔ اس لئے میرے معلم نے اپنے فضل یا اجتہاد کا سکہ بٹھانے کیلئے مجھے منتخب کیا اور مجھے تلاوت کے رکوع وغیرہ زبانی بتلائے مگر بار بار پوچھ کر ذہن نشین بھی کرا دئیے ...... اور پھر جب میں نماز جماعت و تلاوت کے امتحان میں اپنے والد و معلم کی توقع سے کہیں زیادہ ممتاز نمبروں سے کامیاب ہو گیا تو لوگ مجھے پیار کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے اور میری تعریف کے ساتھ معلم کو شکریہ اور ابا جانی کو تبریک و تہنیت پیش کرنے لگے۔ اور سب یک زبان ہو کر کہہ رہے تھے۔ یہ سب (شیخ صاحب کی برکتیں ہیں)

پھر کچھ دنوں میں نے بڑی ہنسی خوشی کے دن گزارے اور وہ مسرت آفریں لمحات میرے ذہن پر چھائے رہے۔ کیونکہ میری زندگی کا یہ مسرت آگیں زمانہ تھا جس سے میں دوچار ہوا تھا جس کو بھلانے پر میں قادر نہیں تھا۔

میری شہرت وکامیابی کا ڈنکا میرے محلہ سے نکل کر پورے شہر میں بج رہا تھا۔ اور رمضان المبارک کی ان متبرک راتوں نے میری زندگی پر ایسا مذہبی چھاپ لگایا جس کے نشانات آج تک باقی ہیں۔ کیونکہ جب بھی شاہراہ سے کوچے گلیاں سڑکیں نکل کر مجھے راستوں کے چکر میں الجھانا چاہتی ہیں ایک غیر مرئی طاقت مجھے کھینچ کر پھر شاہراہ پر پہونچا دیتی ہے اور جب کبھی مجھے اپنی شخصیت کے ضعف وناتوانی اور زندگی کی بے مائیگی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ میری یہی ((ماضی کی یادیں)) اعلیٰ روحانی درجات تک مجھے بلند کردیتی ہیں اور میرے ضمیر میں ایسا شعلۂ ایمان روشن کردیتی ہیں جس سے زندگی کی ذمہ داریوں کے سنبھالنے کا جذبہ پھر ابھر آتا ہے۔

یہ وہی مسئولیت وذمہ داری کا بوجھ ہے جس کو میرے والد نے میرے کاندھے پر ڈالا تھا یوں کہوں کہ اس کھلنڈرے پن کے زمانہ میں امامت جماعت کا بار جو میرے معلم نے میرے اوپر ڈالا تھا مجھے برابر اس کا احساس رہتا ہے کہ جس مقام تک میں پہونچنا چاہتا تھا وہاں تک نہ پہونچنے میں میری کمی ہے۔ یا کم از کم جس منزل کا خواب ان بزرگوں نے دیکھا تھا اس تک نہ پہونچنے میں میری اپنی کوتاہی ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنا بچپنا اور جوانی نسبتاً بہت اچھی گزاری اس میں لہو ولعب کا عنصر بھی تھا لیکن زیادہ تر تقلید واطلاع کا جذبہ غالب تھا پروردگار کی عنایت نے مجھے اپنے حفظ وامان میں لے لیا ہو سکتی اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ متین اور خاموش گناہوں میں نہ ڈوبنے والا میں تھا۔

یہ بھی ذکر کرتا چلوں کہ میری زندگی بنانے میں میری والدہ مرحومہ کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ آنکھ کھولتے ہی نماز وطہارت کی طرح مجھے قرآن کریم کے چھوٹے چھوٹے سورے یاد کرائے۔ بڑا بیٹا ہونے کے ناطے ضرورت سے زیادہ میرا خیال رکھتی تھیں حالانکہ اسی گھر میں ان کی ایک سوت مدتوں پہلے سے رہتی تھیں ان کی اولادیں میری والدہ مرحومہ کے ہم سن تھیں لیکن مرحومہ میری تعلیم وتربیت کر کے خود کو تسلی دے لیتی تھیں گویا کہ اپنی سوت اور شوہر کے لڑکوں سے مقابلہ کر رہی ہوں۔

کچھ اپنے نام کے بارے میں

میرا نام تیجانی رکھنے کی علت یہ ہوئی کہ سماوی خاندان میں اس لفظ کی بڑی اہمیت تھی۔ قصہ دراصل یہ ہے کہ جب الجزائر کی واپسی میں الشیخ سید احمد التیجانی کے لڑکے شہر قفصہ میں "دارالسماوی" کے مہمان ہوئے اسی وقت شہر کی اکثریت نے اس طریقہ کو قبول کرلیا خصوصاً علمی اور مالدار گھرانوں کے تمام افراد اسی طریقہ تیجانیہ کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ اور سماوی فیملی تو پوری کی پوری اسی طریقہ تیجانیہ پر کاربند ہو گئی اسی لئے میری والدہ مرحومہ نے میرا نام تیجانی رکھ دیا۔ اور اپنے اسی نام کی وجہ سے میں "دارالسماوی" میں محبوب ہو گیا جس میں بیس سے زیادہ خاندان آباد تھے اور یہاں سے باہر بھی میری شہرت ان تمام لوگوں میں ہو گئی جنکو طریقہ تیجانیہ سے محبت و عقیدت تھی اور یہی وجہ ہے کہ جس ماہِ مبارک کی راتوں کا میں نے تذکرہ کیا ہے تمام نمازی میرے سر کا بوسہ لیتے تھے اور ہاتھوں کو چومتے ہوئے کہتے جاتے تھے: "یہ سب سیدنا الشیخ احمد التیجانی کی برکتوں کا فیض ہے"۔ اور سب لوگ میرے والد ماجد کو مبارک باد بھی پیش کر رہے تھے۔

ایک بات کا یہاں ذکر کرنا ضروری ہے کہ طریقہ تیجانیہ مغرب، الجزائر، ٹیونس، لیبیا، سوڈان، مصر میں بہت ہی مشہور ہے اور اس کے ماننے والے ایک حد تک متعصب بھی ہیں۔ یہ لوگ دوسرے اولیائے کرام کی زیارت نہیں کرتے۔ اور ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جتنے بھی اولیاء اللہ ہیں سب نے ایک دوسرے سے سلسلہ وار اخذِ علوم کیا ہے صرف الشیخ احمد التیجانی ایسے ولی اللہ ہیں جنھوں نے براہِ راست رسول خداؐ سے اخذ کیا ہے۔

حالانکہ شیخ کا زمانہ نبوت سے تیرہ سو (۱۳۰۰) سال کے بعد کا ہے۔ نیز یہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ الشیخ احمد التیجانی بیان کرتے تھے کہ رسولؐ خدا عالم بیداری میں میرے پاس تشریف لائے تھے نہ کہ عالم خواب میں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں وہ مکمل نماز جس کو ان کے شیخ نے تالیف کیا ہے وہ چالیس

ختم قرآن سے افضل ہے۔

ہم دائرہ اختصار سے خارج نہ ہو جائیں اس لئے تیجانیہ طریقہ کے ذکر کو یہیں پر ختم کرتے ہیں۔ اور انشاءاللہ اسی کتاب میں کسی دوسری جگہ اس کا پھر ذکر کروں گا۔

میں بھی دوسرے جوانوں کی طرح انھیں عقائد کو سینے سے لگائے بچپنے کی دہلیز سے نکل کر جوانی کی منزل میں داخل ہوا۔ اور الحمدللہ ہم سب مسلمان ہیں اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور مدینہ منورہ کے امام حضرت مالک بن انس کے مذہب کی پیروی کرتے ہیں البتہ شمال افریقہ میں جو مختلف صوفی سلسلے ہیں ہم بھی ان میں بٹے ہوئے ہیں۔ آپ ایک شہر قفصہ ہی کو لے لیجئے اس میں التیجانیہ، القادریہ، الرحمانیہ، السلامیہ، العیساویہ، سلسلے موجود ہیں اور ہر ایک کے ماننے والے بھی ہیں اور ختم قرآن، رسم ختنہ، کامیابی، ایفائے نذر وغیرہ کے سلسلہ میں جو محفلیں یا رتجگے ہوتے ہیں ان میں ہر سلسلے کے قصائد، اذکار اور اوراد پڑھے جاتے ہیں ان صوفی سلسلوں نے دینی شعائر اور اولیائے کرام و صالحین کے احترام کی بقا میں بہت ہی اہم رول ادا کئے ہیں۔

حج بیت اللہ

مکہ مکرمہ میں "عربک اینڈ اسلامک تحقیقاتی کمیٹی" کی پہلی منعقد ہونے والی کانفرنس میں بطور مندوب شرکت کرنے کے لئے ٹرینس کی قومی تحقیقاتی کمیٹی" نے "جمہوریہ ٹیونیسیہ" کے ان چھ شخصوں کے ساتھ میرے نام کی بھی منظوری دے دی جو مکہ کانفرنس میں بحیثیت نمائندہ شرکت کے لئے جا رہے تھے۔ اس وقت میری عمر صرف ۲۵ سال کی تھی اس لئے میں پورے وفد میں اپنے کو سب سے چھوٹا اور معمولی ثقافت والا سمجھ رہا تھا۔ کیونکہ اس وفد کے ممبروں میں دو تو مدارس کے مدرس تھے تیسرا دار السلطنت میں استاد تھا چوتھا صحافی تھا البتہ پانچویں کا نام تو میں نہیں جانتا: لیکن اتنا جانتا ہوں کہ اس وقت کے وزیر تربیت کا کوئی قریبی رشتہ دار تھا۔

ہمارا سفر غیر مستقیم تھا۔ قفصہ سے روانہ ہو کر پہلے تو ہم یونان کے دار السلطنت (اثینا)[1] پہونچے تین دن تک ہمارا وہاں قیام رہا وہاں سے عمان (الحکومۃ اردن کا دار السلطنت) پہونچے یہاں ہم نے چار دن تک قیام کیا۔ وہاں سے ہم سعودیہ پہونچے جہاں ہم کانفرنس میں شرکت کے ساتھ مناسک حج و عمرہ بھی بجالائے گویا ہم خرما ہم ثواب ہوئے۔

بیت اللہ الحرام میں پہلی مرتبہ داخل ہوتے ہوئے میرا شعور ناقابل تصور تھا دل کی دھڑکنوں کا عالم یہ تھا کہ جیسے پسلیوں کو توڑ کر دل اس بیت عتیق کو اپنے آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہے جس کا مدتوں سے خواب دیکھتا رہا تھا۔ آنسوؤں کا وہ سیلاب امڈا ہوا تھا جس کے رکنے کا تو سوال ہی نہیں۔ میں اپنے وجود کو اس میں ڈوبتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ اپنی قوت متخیلہ کا اسیر تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ جیسے ملائکہ مجھے اٹھائے حاجیوں کے اوپر سے کعبہ کی چھت پر لے گئے اور وہاں پہونچ کر میں "تلبیہ" پڑھ رہا ہوں۔

"لبیک اللّٰھم لبیک الخ" یہ تیرا بندہ تیری بارگاہ میں آیا ہے۔

---

(۱) ایتھنس (ATHENS)

حجاج کرام کا تلبیہ سن کر میں اس نتیجے پر پہونچا کہ ان بیچاروں نے اپنی عمریں گزار دیں۔ حج کی تیاری کرتے رہے۔ اسباب اکٹھا کرتے رہے مال جمع کرتے رہے۔ تب کہیں یہاں پہونچے لیکن میں تو بغیر کسی تیاری کے دفعتاً یہاں آگیا مجھے اپنے باپ یاد آرہے تھے کہ جب انھوں نے ہوائی جہاز کا ٹکٹ دیکھا اور میرے سفر حج کا یقین ہوگیا تو مجھے لپٹا لپٹا کر روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے:

"اے بیٹا تم کو مبارک ہو مشیت الٰہی یہی تھی کہ تم اس کمسنی میں حج سے شرفیاب ہو۔ تم سیدی احمد التیجانی کے بیٹے ہو۔ بیت اللہ میں میرے لئے دعا کرنا کہ خدا میری توبہ قبول کرلے اور مجھے (بھی) حج کی توفیق دے"

اسی لئے مجھے گمان ہوا کہ رب کعبہ نے مجھے آواز دی ہے اور اس کی مخصوص عنایت نے مجھے اپنے دامن میں پناہ دی ہے اور اس مقام تک مجھے پہونچا دیا جہاں تک پہونچنے کی حسرت و تمنا میں ان گنت لوگ موت کی آغوش میں سر رکھ کر ابدی نیند سو گئے ہیں۔ لہٰذا بھلا مجھ سے زیادہ تلبیہ کہنے کا حق کس کو ہے؟ میری شیفتگی اور والہانہ پن کا عالم یہ تھا کہ نماز و طواف و سعی میں دل و جان سے مشغول ہونے کے ساتھ بے تحاشا آب زمزم بھی پی رہا تھا۔ جبل نور و جبل رحمت کی طرف پہونچنے میں لوگ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے اسی طرح جبل نور پر جو غار حرا ہے اس کے لئے بھی یہی کوشش تھی چنانچہ عشق الٰہی میں سرشار میں بھی پہونچا اور صرف ایک سوڈانی جوان کے علاوہ مجھ سے پہلے کوئی نہیں پہونچ سکا پہونچتے ہی میں لوٹنے لگا اور اس طرح جیسے رسول اکرمؐ کی گود میں لوٹ رہا ہوں اور ان کے انفاس قدسیہ کا استشمام کر رہا ہوں۔ ہائے وہ تصورات اور وہ یادیں جنھوں نے میرے دل و دماغ پر اتنا گہرا اثر چھوڑا ہے جس کا محو ہونا نقوش حجری کے مٹ جانے سے زیادہ مشکل ہے۔

خدا کا ایک خاص کرم یہ بھی تھا کہ وفود کے تمام لوگ جو مجھ سے ملتے تھے محبت کرنے لگتے تھے اور خط و کتابت کے لئے میرا پتہ مجھ سے لکھ لیتے تھے۔ بلکہ خود میرے بعثہ[1] کے لوگ جب ترتیب سفر کے لئے تیونس کے دار السلطنت میں پہلی مرتبہ ملے تھے تو مجھے ذلیل نظروں سے دیکھ رہے تھے اور میں نے اس بات کو تاڑ

---

(۱) بعثہ عربی میں اس کو کہتے ہیں جو لوگ حکومت کی طرف سے وفد کی شکل میں کہیں بھیجے جائیں

لیا تھا لیکن چپ سادھ لی تھی کیونکہ مجھے پہلے ہی سے معلوم تھا کہ شمال والے جنوب والوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور ان کو بہت پسماندہ خیال کرتے ہیں۔ مگر اثنائے سفر کانفرنس الحج میں ان کے نظریات کافی بدل گئے تھے اور اب وہ لوگ بھی مجھ سے محبت کرنے لگے تھے کیونکہ اسلامی دنیا کے آئے ہوئے مختلف وفود کے سامنے میں نے ان کے چہرے روشن کر دیئے تھے۔ اپنے حافظہ کے بھروسے پر یاد کئے ہوئے اشعار قصائد اور مختلف مقابلوں میں جیتے ہوئے میرے انعامات نے تیونسی وفد کی عزت بچا لی تھی۔

سعودیہ میں ہمارے قیام کی مدت ۲۵ دن تھی ان دنوں میں ہم علماء سے ملتے رہے ان کی تقریریں سنتے رہے اور میں بذات خود بعض وہابی عقیدوں سے بہت زیادہ متاثر ہو چکا تھا۔ اور یہ میری دلی آرزو تھی کہ کاش سارے مسلمان وہابی ہوتے اس مختصر سی مدت میں میں نے یہ باور کر لیا تھا کہ خداوند عالم نے بیت الحرام کی حفاظت کے لئے اسی فرقہ کو منتخب کیا ہے اس لئے یہ لوگ سب سے زیادہ اعلم سب سے زیادہ پاک و پاکیزہ ہیں روئے ارض پر ان کا کوئی مثیل و نظیر نہیں ہے۔ خدا نے ان کو سیال سونا دے کر مالدار بنایا ہے۔ تاکہ یہ لوگ ضیوف الرحمان (یعنی حجاج کرام) کی خدمت کر سکیں۔

●

فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد جب میں سعودی لباس پہنے ہوئے سر پر عقال باندھے ہوئے اپنے وطن مالوف پہنچا تو میرا بہت ہی شاندار استقبال کیا گیا۔ اس استقبال کا اہتمام خود ابا جانی نے کیا تھا۔ پورا اسٹیشن لوگوں سے چھلک رہا تھا کھوے سے کھوا چھل رہا تھا۔ مجمع کے آگے آگے ڈھول و دف لئے ہوئے الطریقۃ العیساویہ کے شیخ اور شیخ التیجانیہ، شیخ القادریہ تھے ـــــ پھر یہ مجمع مجھے اپنے ساتھ لے کر شہر کی سڑکوں پر نعرہ تکبیر اور لا الہ الا اللہ کے نعرے لگاتا ہوا چلا! جب کسی مسجد سے یہ مجمع گزرتا تھا تو تھوڑی دیر کے لئے اس کے دروازے پر مجھے کھڑا کر دیا جاتا تھا اور چاروں طرف سے لوگ مجھے بوسہ دینے کے لئے ٹوٹ پڑتے تھے۔ خصوصاً بڈھے تو مجھے چومتے تھے اور بیت اللہ کی زیارت اور قبر رسولؐ پر وقوف کے شوق میں ڈاڑھیں مار مار کے روتے تھے۔ ان حضرات نے

اپنی پوری زندگی میں اتنا کم سن حاجی نہ فقصہ نہ غیر فقصہ کہیں بھی نہیں دیکھا تھا۔

اس وقت میں اپنی زندگی کے سعید ترین ایام گزار رہا تھا۔ شہر کے شریف اور بڑے لوگ ہمارے گھر مبارکبادی، سلام و دعا کے لئے آتے تھے۔ بہت سے خوش عقیدہ حضرات میرے والد کی موجودگی میں مجھ سے دعا کرنے اور فاتحہ پڑھنے کی خواہش بھی کر دیتے تھے جس سے کبھی تو مجھے شرمندگی ہوتی تھی اور کبھی میری ہمت بڑھتی تھی اور میری والدہ مرحومہ کا عالم یہ تھا کہ جب بھی زائرین گھر سے جاتے تھے وہ فوراً حاسدوں کے شر سے بچانے والے اور شیاطین کے کید کو دور کرنے والے تعویذات میرے گلے میں ڈالدیتی تھیں اور بخورات جلادیتی تھیں تاکہ میں ہر قسم کے شر سے محفوظ رہوں۔ اللہ رے ماں کی محبت۔

ابا جانی جنت مکانی مسلسل تین راتوں تک مزارات تیجانیہ پر چڑھاوے چڑھاتے رہے اور روزانہ ایک دنبہ ذبح کر کے لوگوں کو کھلاتے تھے۔ اور لوگوں کا عالم یہ تھا کہ چھوٹی سی چھوٹی باتوں کے بارے میں بڑی دلچسپی سے سوال کرتے تھے اور میں زیادہ تر سعودیوں کی تعریف میں رطب اللسان رہتا تھا۔ اور بتاتا تھا کہ ان لوگوں نے نشر اسلام اور مسلمانوں کی نصرت وحمایت کے لئے کیا کیا کارنامے انجام دیئے ہیں۔

شہر والوں نے میرا لقب "الحاج" رکھ دیا تھا۔ جب بھی اس لفظ کا استعمال کیا جاتا تھا۔ فوراً لوگوں کے ذہنوں میں میرا تصور ابھرتا تھا۔ اس کے بعد تو میری شہرت دن دونی رات چوگنی بڑھتی گئی۔ بخصوصا دینی کمیٹیوں وغیرہ میں جیسے اخوان المسلمین اور اسی قسم کی دیگر جماعتیں ہیں۔

اور پھر میرا یہ وطیرہ ہو گیا کہ کوچہ کوچہ گلیوں گلیوں خصوصاً مسجدوں میں جا کر ضریح کا بوسہ دینے لکڑیوں کو چومنے سے لوگوں کو روکنے لگا۔ اور اپنی ساری کوشش اس بات پر صرف کرتا تھا کہ لوگوں کو قانع کر دوں کہ یہ باتیں شرک ہیں رفتہ رفتہ جب اس میں کامیابی ہونے لگی تو جمعہ کے دن امام کے خطبہ سے پہلے مسجدوں میں دینی درس بھی کہنے لگا۔ اور پھر میں جامع ابی یعقوب اور جامع کبیر دونوں میں وقتاً فوقتاً جانے لگا۔ کیونکہ نماز جمعہ دونوں میں ہوتی تھی اور یکشنبہ کو جو درس کہتا تھا اس

میں اِس کالج کے لڑکے بھی بکثرت شریک ہوتے تھے جس میں میں ٹیکنالوجی اور اقتصادیات کے درس کہا کرتا تھا چونکہ میں اُن کے ذہنوں سے ان پردوں کو ہٹا دیا کرتا تھا جو ملحد قسم کے فلسفی اور مادی و کمیونسٹ اساتذہ ڈال دیا کرتے تھے اس لئے وہ متعجب ہونے کے ساتھ ساتھ میرے احترام کے قائل ہوگئے تھے اور مجھ سے محبت کرنے لگے تھے۔ چنانچہ یہ طلاب بڑی بے چینی سے ان دروس کا انتظار کرتے تھے اور کچھ تو میرے گھر پر بھی آتے تھے کیونکہ میں نے خود بھی بعض دینی کتابوں کو خرید کر باقاعدہ مطالعہ شروع کر دیا تھا تاکہ مختلف پوچھے جانے والے سوالات کے جوابات دے سکوں

جس سال میں حج سے مشرف ہوا تھا نصف دین (شادی) تو حاصل ہی کرلیا تھا کیونکہ والدہ مرحومہ کو اپنے مرنے سے پہلے میری شادی کر دینے کی خواہش بہت زیادہ تھی۔ میری والدہ ہی نے اپنے شوہر کی تمام اولاد کی تعلیم و تربیت کی تھی اور سب کی دھوم دھام سے شادی بھی رچائی تھی اس لئے ان کی دلی آرزو میرے بھی دولہا بننے کی تھی۔ چنانچہ خداوند عالم نے ان کی مراد پوری کر دی کہ میں نے ان کے حکم کے مطابق ایسی الھڑ دوشیزہ سے شادی کی رضامندی دیدی جس کو پہلے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ میرے دونوں بڑے بیٹوں کی ولادت بھی ان کی زندگی میں ہوگئی اور انھوں نے دنیا کو اس عالم میں چھوڑا ہے کہ مجھ سے راضی تھیں۔ جیسا کہ دو سال قبل ابا جانی بھی داغِ مفارقت دے چکے تھے۔ لیکن للہ الحمد کہ مرنے سے دو سال قبل حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہو چکے تھے۔ اور توبہ نصوح بھی کر چکے تھے۔

اسرائیل سے شکست کھانے کے بعد جب مسلمانوں اور خصوصاً عربوں کے حصہ میں جو ذلت و رسوائی آئی ہے اور عرب پوری دنیا میں منھ دکھانے کے قابل نہیں رہ گئے تھے کہ طوفان کی طرح ایک جوان قائد انقلاب بن کر اٹھا جو صرف اسلام کی بات کرتا تھا لوگوں کو مسجدوں میں نماز پڑھاتا تھا اور جس نے لیبیا کے گلے سے غلامی کی زنجیروں کو کاٹ دینے کے بعد قدس کی آزادی کا نعرہ دیا تھا۔ عربی اور اسلامی ممالک کے اکثر نوجوانوں کی طرح میرے دل میں بھی اس جوان سے ملاقات کا شدید جذبہ تھا۔ مزید اطلاع کی حرص نے ہم کو ایک ثقافتی دورہ پر مجبور کیا کہ لیبیا کو قریب سے

جا کر دیکھیں. چنانچہ ہم نے چالیس تعلیم یافتہ اور مثقف حضرات پر مشتمل ایک وفد انقلاب کے اوائل ہی میں منظم کرلیا اور لیبیا کی زیارت کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور جب وہاں سے پلٹے ہیں تو سب ہی مسرور و خرم تھے اور سب ہی کے دلوں میں امت عربیہ اور مسلمہ کے تابناک مستقبل کے چراغ روشن تھے

ان گذشتہ سالوں میں بعض دوستوں کے محبت بھرے خطوط آتے رہے جنھوں نے دوستوں کی ملاقات کے شوق کو تیز تر کر دیا۔ اور پھر آخر کار چند دوستوں کے شدید اصرار پر جو اس سفر میں میرے ہم رکاب رہنا چاہتے تھے میں نے رخت سفر باندھ ہی لیا۔ اور ایک لمبے سفر کا پروگرام بنا ڈالا جو تین مہینوں کے شب و روز پر مشتمل تھا۔ اور یہ طے ہو گیا کہ گرمیوں کی چھٹیاں بھی نذر سفر کر دی جائیں اسی لئے تین ماہ کا سفر ہو گیا۔ ہمارا پروگرام یہ تھا کہ خشکی کے راستہ سے لیبیا پہونچا جائے وہاں سے مصر وہاں سے سمندری راستہ سے لبنان چلا جائے پھر سوریہ وار دن ہوتے ہوئے سعودیہ میں پڑاؤ ڈالا جائے سعودیہ کو پروگرام میں دو مقصد کی وجہ سے شامل کیا تھا ایک تو عمرہ کرنا مقصود تھا اور دوسرے وہابیت سے نئے عہد و پیمان باندھنے تھے۔ جس کی میں نے نوجوان طلبا، اور مساجد میں آنے والے مسلمانوں اور اخوان المسلمین میں بھرپور ترویج کی تھی۔

●

میرے شہر سے میری شہرت آس پاس کے دوسرے شہروں تک پہونچنے لگی کیونکہ جب کوئی مسافر نماز جمعہ میں شریک ہوتا تو میرے دروس میں بھی شرکت کرتا تھا۔ اور واپس جا کر لوگوں کو بتاتا تھا۔ ہوتے ہوتے یہ خبر عاصمۃ الجرید کے شہر توزر کے مشہور صوفی مسلک کے سربراہ شیخ اسماعیل ہادفی تک بھی پہونچ گئی۔ یہ توزر کے مشہور شاعر ابو القاسم الشابی کا مولد بھی ہے۔ شیخ اسماعیل ہادفی کے مرید تمام ٹیونس کے شہروں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بلکہ ٹیونس کے باہر فرانس و جرمنی تک منتشر ہیں۔

الشیخ اسماعیل ہادفی کے وہ وکلاء جو شہر قفصہ میں رہتے تھے انھوں نے مجھے بڑے لمبے چوڑے خطوط لکھے جن میں میرے ان مساعی جمیلہ کا شکریہ ادا کیا گیا تھا جو میں نے اسلام اور مسلمانوں کی خدمات کے لئے انجام دیئے تھے۔ اور مجھے یہ بھی بتایا گیا تھا کہ ان چیزوں سے ذرہ برابر تقرب

الہی حاصل نہیں ہو سکتا جب تک یہ امور کسی شیخ عارف کے تحت نظر نہ ہوں۔ نیز ان کے یہاں ایک مشہور حدیث ہے۔ اس کی طرف مجھے متوجہ بھی کیا گیا تھا حدیث کا مفہوم یہ ہے "جس کا کوئی الشیخ (طریقت) نہ ہو اس کا شیخ شیطان ہوتا ہے" انھیں خطوط میں مجھے الشیخ اسماعیل ہادفی کی زیارت کی دعوت بھی دی گئی تھی اور یہ تاکید کی گئی تھی کہ تمہارے لئے ایک شیخ کا ہونا ضروری ہے ورنہ تمہارے پاس کا نصف علم ناقص ہے۔ مجھے یہ بھی بشارت دی گئی تھی کہ صاحب الزماں (ان لوگوں کی مراد الشیخ اسماعیل ہادفی ہے ہے) نے مجھے تمام لوگوں کے درمیان خاص الخاص قرار دیا ہے۔

اس خوشخبری سے میں جھوم اٹھا۔ خداوند عالم کی اس مخصوص عنایت پر میرا دل بھر آیا اور خوشی کے مارے میری آنکھوں نے ساون کا سماں پیش کر دیا۔ اور میرے دامن نے ان موتیوں کو اپنے سینہ میں چھپالیا کیونکہ خداوند عالم مسلسل بلند سے بلند تر مقام تک مجھے پہونچا رہا تھا کیونکہ میں نے اپنے ماضی کو سیدی الھادی الحفیان کے نقش قدم کا پیرو بنا یا تھا اس لئے کہ وہ شیخ وصوفی تھے۔ ان کی بہت سی کرامتیں اور خوارق عادات چیزیں زبان زد خاص وعام تھیں۔ اسی لئے (یعنی ان کی پیروی کی وجہ سے) میں ان کا عزیز ترین دوست تھا" اسی طرح میں سیدی صالح سالح اور سیدی جیلانی وغیرہ کا پابند رہا جو معاصرین میں خود صاحب طریقت تھے چنانچہ میں سیدی شیخ اسماعیل کی ملاقات کا بڑی بے چینی سے انتظار کرنے لگا (آخر خدا خدا کر کے میری قسمت کا ستارہ چمکا اور ملاقات کی گھڑی آپہونچی) چنانچہ جب میں الشیخ کے گھر میں داخل ہوا تو بڑی حرص وحسرت سے لوگوں کے چہروں کو پہچاننے کی کوشش کرتا رہا۔ پوری مجلس مریدوں سے کھچا کھچ بھری تھی جس میں ایسے ایسے مشائخ بھی تھے جو بہت ہی سفید قسم کے لباس پہنے تھے۔ مراسم سلام وتحیت کے بعد شیخ اسماعیل نے قدوم میمنت لزوم فرمایا ان کے آتے ہی پورا مجمع ادب واحترام سے کھڑا ہو گیا اور لوگ ان کے دست مبارک کو بوسہ دینے لگے۔ وکیل نے مجھے بتا دیا کہ یہی شیخ صاحب ہیں۔ لیکن میں نے خاص اشتیاق کا اظہار نہیں کیا کیونکہ میں نے جو چیزیں دیکھیں تھیں میں ان کے علاوہ کا منتظر تھا۔ میں نے تو شیخ کے مریدوں اور وکلاء سے ان کے معجزات وکرامات سنکر ایک عجیب وغریب خیالی تصویر بنالی تھی اور شیخ صاحب کی یہ تصویر اس کی نہیں

مختلف تھی اس لئے کسی اشتیاق کا اظہار نہ کرنا مطابق فطرت تھا، میں نے ایک عادی قسم کے بوڑھے کو دیکھا جس میں نہ وقار ہے نہ رعب و دبدبہ، گفتگو کے دوران وکیل نے مجھے ان کے سامنے پیش کیا انھوں نے مرحبا کہہ کر اپنے داہنی طرف بٹھالیا پھر میرے لئے کھانا لایا گیا۔ کھانے پینے کے بعد دوبارہ وکیل نے شیخ سے میرا تعارف کرایا تاکہ عہد و پیمان لیا جا سکے۔ اس کے بعد لوگ مجھ سے گلے مل کر مبارکباد دینے لگے اور ان کی گفتگو سے مجھے اندازہ ہوا کہ یہ لوگ میرے بارے میں خاصی معلومات رکھتے ہیں اور اسی خوش فہمی نے مجھ میں یہ جرأت پیدا کر دی کہ سوال کرنے والوں کے جو جوابات شیخ دے رہے تھے ان جوابات پر اعتراض کروں اور اپنی رائے کو قرآن و سنت سے ثابت کروں۔ لیکن میرے اس دخل در معقولات کو بعض حضرات نے شدت سے ناپسند کیا اور حضرت الشیخ کی موجودگی میں اس کو بے ادبی سمجھا گیا، کیونکہ وہ لوگ اس بات کے عادی تھے کہ شیخ کی موجودگی میں کوئی بھی شیخ کی اجازت کے بغیر زبان نہیں کھول سکتا۔ شیخ نے حاضرین کی اس بدمزگی کو محسوس کر لیا لہذا بڑی ذہانت سے افسردگی کے بادل کو یہ اعلان کرکے دور کر دیا کہ جس کی ابتدا محرقہ (جلانے والی) ہوگی اس کی انتہا مشرقہ (روشن و تابناک) ہوگی۔ حاضرین نے سمجھا یہ شیخ کی طرف سے لقب ہے، اور میرے مستقبل کے تابناک ہونے کی ضمانت ہے لیکن مجھے کیا تھا سب ہی بطیب خاطر تبریک و تہنیت پیش کرنے لگے۔ مگر شیخ الطریقت بہت ہی ذہین و تجربہ کار تھے۔ اس لئے بعض عرفاء کا قصہ سنانے لگے تاکہ میں پھر کہیں بیجا مداخلت نہ کر بیٹھوں کہ ان بزرگوار کی مجلس میں بعض علما بھی آکر بیٹھ گئے تو عارف نے کہا: پہلے جاکر غسل کرو چنانچہ وہ مولانا غسل کرکے آئے اور مجلس میں بیٹھنا ہی چاہتے تھے کہ عارف نے کہا جاؤ پھر سے غسل کر کے آؤ! وہ مولانا دوبارہ غسل کرنے گئے تو اپنے حساب سے بہت اچھا غسل کیا یہ سوچ کر کہ شاید پہلے میں کوئی کمی رہ گئی ہو اس کے بعد اگر مجلس میں بیٹھنے لگے تو شیخ عارف باللہ نے جھڑکا اور فرمایا پھر سے غسل کرکے آو! وہ مولانا صاحب رونے لگے اور کہنے لگے: سیدی میں نے اپنے علم والے عمل کے مطابق غسل کیا ہے اب اس سے آگے مجھے کچھ نہیں معلوم بجز اس کے کہ

خدا آپ کے ذریعہ کچھ کشف کر دے اس وقت عارف نے کہا: اچھا اب بیٹھو!

میں سمجھ گیا کہ اس قصہ سے میں ہی مقصود ہوں اور میں ہی کیا حاضرین بھی سمجھ گئے چنانچہ جب شیخ استراحت فرمانے کے لئے چلے گئے تو ان لوگوں نے مجھے گھیر لیا اور مجھے ملامت کرنے لگے کہ جناب شیخ کی موجودگی میں ان کا احترام اور خاموشی ضروری ہے ورنہ تمہارے سارے اعمال اکارت ہو جائیں گے۔ کیا تم نے قرآن کا یہ قول نہیں پڑھا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ((پ ۲۶ سس (الحجرات) آیت ۲)

اے ایماندارو (بولنے میں) تم اپنی آوازیں پیغمبرؐ کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو اور جس طرح تم آپس میں زور (زور) سے بولا کرتے ہو ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارا کیا کرایا سب اکارت ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو!

میں نے اپنی حیثیت پہچان لی اور پھر تمام اوامر و نصائح کو پابندی سے بجالانے لگا اور اس وجہ سے شیخ نے مجھے اپنے سے اور زیادہ قریب کر لیا۔ میں ان کے پاس تین دن رہا اس دوران میں نے متعدد سوالات بھی کئے کچھ تو امتحاناً اور کچھ استعلاماً۔ شیخ اس بات کو سمجھتے تھے اور کہہ دیتے تھے قرآن کا ظاہر اور ہے باطن اور! قرآن کے سات سات باطن ہیں خدا نے ان کے بعض میرے اوپر کھول دیئے ہیں اور مخصوص چیزوں پر مجھے مطلع کر دیا ہے اور صالحین و عارفین کا سلسلہ سند ہے اور مجھ سے ابوالحسن شاذلی تک متصل ہے ان سے چند اولیاء کے واسطہ سے یہ سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہونچتا ہے۔

ایک بات بھول نہ جاؤں جو حلقات ذکر قائم کئے جاتے ہیں وہ سب روحانی ہوتے تھے کیونکہ جلسہ کا آغاز شیخ تلاوت قرآن مجید سے تجوید کے ساتھ کرتے تھے تلاوت کے بعد کسی قصیدہ کا مطلع پڑھ دیتے اور پھر وہ مرید حضرات جن کو قصائد وازکار یاد ہوتے تھے شیخ کے بعد پڑھتے

ان قصیدوں میں زیادہ تر دنیا کی مذمت اور آخرت کی طرف رغبت دلائی جاتی تھی، اس میں زہد، ورع کا تذکرہ ہوتا تھا، اس کے بعد شیخ کی داہنی طرف جو مرید بیٹھا ہوتا تھا، وہ قرآن کی تلاوت کا اعادہ کرتا تھا اور جب وہ صَدَقَ اللہُ العَظِیم کہتا تھا تو شیخ کسی نئے قصیدہ کا مطلع شروع کر دیتے تھے اور پھر سب مل کر اس کو پڑھتے تھے اسی طرح نوبت یہ نوبت تمام حاضرین پڑھتے تھے، چاہے وہ ایک ہی آیت پڑھیں اور پھر سب کو حال آنے لگتا تھا اور جھومنے لگتے تھے، ایک ایک شعر پر جھومتے تھے اور پھر شیخ کھڑے ہو جاتے تھے ان کے ساتھ ہی پورا مجمع کھڑا ہو جاتا تھا۔

اور سب ایک دائرۂ قطب میں ہو جاتے تھے۔ اور اس دائرہ کا قطب شیخ ہوتے تھے، اور پھر مصدر کے نام سے ابتدا کر کے آہ... آہ... آہ... آہ کہنا شروع کر دیتے تھے اور شیخ بیچ میں گھومتے رہتے تھے۔

ہر مرتبہ ایک کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے اور ہوتے ہوتے جب محفل رنگ پر آجاتی تھی تو عاشقانہ اشعار ڈھول پیٹ پیٹ کر پڑھے جاتے تھے اور بعضوں کی وہ اچھل کود شروع ہو جاتی تھی کہ جیسے یہ پاگل ہے اور ایک منظم نغمہ کے ساتھ آوازیں بلند ہونے لگتی تھیں۔ اور جب سب تھک جاتے تھے تو پھر پہلا جیسا سکوت محدود طاری ہو جاتا تھا۔ لیکن یہ سکوت شیخ کے اختتامی قصیدہ پر ہوتا تھا اور پھر تمام لوگ شیخ کے سر و کندھوں کو باری باری بوسہ دے کر بیٹھ جاتے تھے۔ میں بھی بعض حلقات میں شریک ہوا ہوں ان کی نقل تو میں نے کی لیکن میں اس پر مطمئن نہیں تھا کیونکہ یہ چیز میرے اس عقیدہ کے خلاف تھی جو بچپن سے میرے ذہن میں راسخ تھا، یعنی "عدم شرک" اور "عدم توسل بغیر اللہ"۔ چنانچہ میں روتے روتے زمین پر گر پڑا۔ متحیر تھا اور ان دونوں متناقض عقیدوں میں میرا ذہن کام نہیں کر رہا تھا (یعنی) ایک طرف تو صوفیت کا بحر ذخار تھا جس کی پوری فضا روحانی تھی جس میں انسان کی گہرائیوں میں خوف، زہد، تقرب الی اللہ کا شعور پیدا ہوتا ہے البتہ یہ خدا کے صالح اور عارف بندوں کے وساطت سے ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف وہابیت کا وہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جس کی پوری فضا میں ہر جگہ کفر ہی کفر ہے۔

جس نے یہ بتایا ہے کہ یہ ساری چیزیں شرک ہیں اور خدا شرک کو کبھی نہیں معاف کرتا۔ اور جب محمد رسول اللہ کسی کو نفع نہیں پہونچا سکتے اور نہ بارگاہِ ایزدی میں ان کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے تو پھر ان اولیا، صالحین کی کیا قدر و قیمت ہے؟

شیخ کی طرف سے جدید منصب پر فائز ہو جانے کے باوجود ــــــ کیونکہ شیخ نے مجھے قفصہ میں اپنا وکیل بنا دیا تھا ــــــ میں اندرونی طور پر کلیۃً مطمئن نہیں تھا اگرچہ میں کبھی تو صوفیت کی طرف مائل ہو جاتا تھا اور ہمیشہ اس کا احساس رہتا تھا کہ میں صوفیت کا احترام کرتا ہوں اولیا اللہ اور صالحین کی ہیبت میرے رگ و ریشہ میں سمائی ہے لیکن پھر خود ہی تردید کر دیتا تھا کہ خدا فرماتا ہے وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (۱)

"اور خدا کے سوا کسی اور معبود کی پرستش نہ کرنا۔ اس کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں۔"

اور جب کوئی مجھ سے کہتا تھا خدا کا ارشاد ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (۲)

اے ایماندارو! خدا سے ڈرتے رہو اور اس کے (تقرب کے) ذریعہ (وسیلہ) کی جستجو میں رہو۔ تو میں فوراً رد کر دیتا تھا کہ وسیلہ سے مراد عمل صالح ہے جیسا کہ سعودی علماء نے مجھے سکھایا تھا بخلاف یہ کہ اس زمانہ میں مضطرب اور پریشان فکر رہتا تھا۔ کبھی کبھی میرے گھر بعض مرید حضرات آجاتے تھے تو ہم شب بیداری کرتے تھے اور عمارۃ قائم کرتے تھے (یعنی ایسے حلقہ قائم کرتے تھے جس میں عاشقانہ اشعار کے ساتھ اسم الصدر کا ذکر کیا جاتا تھا)

شب بیداریوں میں ہمارے حلقوم سے جو بے ہنگم آوازیں نکلتی تھیں ان سے ہمسایوں کو اذیت ہوتی تھی مگر وہ علی الاعلان ہم سے اس کا اظہار نہیں کرتے تھے البتہ ہماری بیوی سے اپنی عورتوں

---

(۱) پارہ ۲۰ سورہ ۲۸ (قصص) آیت ۸۸

(۲) پارہ ۶ سورہ ۵ (مائدہ) آیت ۳۵

کے ذریعہ شکایت کرتے تھے۔ جب مجھے ان حالات کا علم ہوا تو شریک ہونے والے لوگوں سے میں نے کہا یہ حلقات ذکر آپ میں سے کسی کے گھر ہوا کریں تو بہتر ہے کیونکہ میں تقریباً تین ماہ کے لئے ملک سے باہر جانے والا ہوں یہ کہہ کر میں نے مریدوں سے معذرت کر لی....

اس کے بعد اہل و عیال، اقارب رشتہ داروں کو خدا حافظ کہہ کر اپنے خدا پر بھروسہ کر کے نکل کھڑا ہوا۔ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا۔

کامیاب سفر

مصر میں

لیبیا کے دارالسلطنت "طرابلس" میں صرف اتنی دیر قیام کیا کہ مصری سفارت خانہ جا کر کنانہ کے داخلہ کے لئے ویزا حاصل کر سکوں. اتفاق کی بات ہے وہاں پر کچھ دوستوں سے ملاقات ہو گئی جنھوں نے میرا کافی ہاتھ بٹایا خدا ان کا بھلا کرے۔

قاہرہ کا راستہ کافی تھکا دینے والا ہے. تین دن رات کا مسلسل سفر ہے. ہم نے ایک ٹیکسی کرایہ پر لی جس میں ایک میں تھا اور چار مصری تھے. جو لیبیا میں کام کرتے تھے. لیکن اس وقت وہ لوگ اپنے وطن واپس جا رہے تھے راستہ کاٹنے کے لئے میں نے ان لوگوں سے بات چیت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اور کبھی کبھی تلاوت قرآن بھی کرتا تھا۔ اس لئے وہ چاروں مجھ سے کافی مانوس ہو گئے. بلکہ صحیح لفظ یہ ہے کہ مجھ سے محبت کرنے لگے اور سب ہی نے مجھے اپنے یہاں اترنے کی دعوت دی لیکن میں نے ان میں سے احمد کو پسند کیا اور اس کی دعوت قبول کر لی کیونکہ ایک تو فطری طور سے میرا دل اسکی طرف مائل تھا۔ دوسرے اس کے تقویٰ و پرہیز گاری سے بھی میں متاثر ہو گیا تھا

چنانچہ احمد نے اپنی حسب حیثیت میری بڑی خاطر مدارات کی اور میزبانی کا حق ادا کیا خدا اس کو جزائے خیر دے. میں نے بیس دن قاہرہ میں گزارے. اس دوران میں نے شہنشاہِ موسیقی فرید الاطرش سے ان کے اس گھر میں ملاقات کی جو نیل کے کنارے پر بنایا گیا تھا. میں جب ٹیونس میں تھا تو مصری اخباروں میں "جو ہمارے یہاں باقاعدہ بکتے تھے" فرید الاطرش کے اخلاق و تواضع کے بارے میں بہت کچھ پڑھ چکا تھا۔ اور اسی زمانہ سے میں اسکو

پسند کرتا تھا لہذا فطری بات ہے کہ قاہرہ پہونچ کر میں اس سے ضرور ملاقات کرتا۔ لیکن میری بدقسمتی تھی کہ صرف بیس منٹ کی ملاقات ہو سکی کیونکہ جب میں پہونچا تو وہ گھر سے ہوائی اڈہ کے لئے نکل رہے تھے ان کو لبنان جانا تھا۔

دوسری عظیم شخصیت جس سے قیام قاہرہ کے دوران ملاقات کی وہ دنیا کے مشہور ترین قاری قرآن جناب شیخ عبدالباسط محمد عبدالصمد تھے ان کو میں دل وجان سے پسند کرتا تھا خوش قسمتی سے تین دن ان کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا۔ اور اس دوران ان کے رشتہ داروں اور دوستوں سے بھی کافی ملاقاتیں رہیں، اور متعدد موضوعات زیر بحث آئے ان لوگوں کو میری جرأت وصراحت لہجہ اور کثرت اطلاع پر بہت تعجب تھا۔ کیونکہ جب کبھی غنا کا موضوع زیر بحث آیا تو میں نے گا کر ان کو بتایا۔ اور کبھی اتفاق سے زہد وتصوف کا موضوع چھڑ گیا تو میں نے ان کو بتایا کہ میں طریقۂ تیجانیہ اور مدنیہ دونوں سے متعلق ہوں۔ اا اگر کبھی انھوں نے اپنے کو ترقی پسند ثابت کرنے کے لئے "مغرب" کا تذکرہ نکالا تو میں نے گرمیوں کی تعطیلات میں مغربی ممالک میں گزارے ہوئے دنوں کی یادوں کو دہرانا شروع کر دیا اور پیرس، لندن، بلجیک، ہالینڈ، اٹلی، اسپین کے قصے سنانے شروع کر دیئے اور اگر کبھی حج کا ذکر نکل آیا تو میں نے بتایا کہ میں بھی حج کر چکا ہوں۔ اور اس وقت عمرہ کے لئے جا رہا ہوں اور اسی کے ساتھ ان کو ایسے ایسے مقامات بتائے مثلاً غار حرا، غار ثور، مذبح اسماعیل وغیرہ جس کو یہ لوگ تو کیا وہ لوگ بھی نہیں جانتے جو سات سات مرتبہ حج کر چکے ہیں اور اگر بھولے سے ان لوگوں نے علوم واکتشافات واختراعات کا ذکر کر دیا تو پھر کیا تھا نئی نئی اصطلاحیں، ارقام، اعداد وشمار ان کو بتانا شروع کر دئے تو وہ مبہوت ہو کے رہ گئے۔ اور اگر سیاست کا موضوع زیر بحث آگیا تو میں نے اپنے نظریات پیش کر کے ان کو دم بخود بنا دیا اور جب میں نے ان سے کہا: خدا ناصر پر (جو اپنے دور کا صلاح الدین ایوبی تھا) اپنی رحمت نازل کرے جس نے ہنسنا تو درکنار اپنے اوپر مسکراہٹ کو بھی حرام قرار دے لیا تھا اور جب ان کے قریبی لوگوں نے ملامت کی کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جب کہ رسول اکرمؐ کی

سیرت یہ رہی ہے کہ ہر ایک سے مسکرا کر ملتے تھے؟ تو جواب دیا: تم لوگ مجھ سے مسکراہٹ کا مطالبہ کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ مسجد الاقصیٰ دشمنوں کے قبضہ میں ہے نہیں نہیں خدا کی قسم میں اس وقت تک مسکراؤں گا بھی نہیں جب تک مسجد اقصیٰ کو آزاد نہ کرا لوں یا اس کے لئے جان نہ دیدوں۔

قیام قاہرہ کے دوران جلسے بھی منعقد ہوتے رہے۔ اور میں بھی تقریریں کرتا تھا میری تقریروں میں جامعہ ازہر کے شیوخ بھی شرکت کرتے تھے۔ اور اپنی تقریروں میں میں آیات و احادیث کی تلاوت کرتا تھا اور میرے پاس جو براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ تھے جب ان کو پیش کرتا تھا۔ تو عوام تو خیر عوام ہوتے ہیں ازہر کے شیوخ بہت متاثر ہوتے تھے اور مجھ سے پوچھتے تھے آپ کس یونیورسٹی کے سند یافتہ ہیں؟ تو میں بہت ہی فخر سے کہا کرتا تھا: "جامعۃ الزیتونیۃ" کا فارغ التحصیل ہوں۔ یہ جامعہ (یونیورسٹی) ازھر یونیورسٹی سے پہلے کا ہے اور اسی کے ساتھ یہ بھی اضافہ کر دیا تھا کہ جن فاطمیین نے جامعہ ازہر کو بنایا تھا وہ شہر مہدیہ سے ٹیونس چلے گئے تھے۔

اس طرح جامعہ ازہر کے بہت سے علماء وافاضل سے میں متعارف ہو گیا اور ان حضرات نے بعض کتابیں بھی مجھے بطور تحفہ مرحمت فرمائی تھیں۔ ایک دن امور ازھر کے ذمہ داروں میں سے ایک ذمہ دار کے کتب خانہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حکومت مصر کے انقلابی کمیٹی کا ایک ممبر وہاں آیا اور اس نے کہا: (کتب خانہ کے مالک کو مخاطب کرتے ہوئے) قاہرہ کی ریلوے لائن کے سلسلے میں مصری کمپنیوں میں سے سب سے بڑی کمپنی میں مسلمانوں اور عیسائیوں کا اجتماع ہوتا ہے اس میں آپ کی شرکت ضروری ہے۔ (درحقیقت جنگ حزیران (جون) کے موقع پر جو توڑ پھوڑ اور تخریبی کارروائی ہوئی تھی اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے یہ اجتماع تھا) مالک کتب خانہ نے مجھ سے کہا: تمہارے بغیر میں ہرگز نہ جاؤں گا۔ لہٰذا تم بھی میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ میں بھی گیا اور وہاں ڈائس پر ازہری عالم اور الاب شنودہ کے درمیان مجھے بٹھایا گیا۔ پھر مجھ سے خواہش کی گئی کہ میں بھی اس جلسہ میں ایک تقریر کروں۔ چونکہ میں مسجدوں اور ثقافتی کمیٹیوں میں تقریروں کا عادی تھا۔

اس لئے میرے لئے کوئی مشکل بات نہیں تھی میں نے لوگوں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ایک تقریر کی۔

اس پوری فصل میں جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس میں اہم ترین بات یہ ہے کہ مجھے احساس ہونے لگا تھا اور اس قسم کا غرور سا ہوگیا تھا اور مجھے یقین ہوگیا تھا کہ میں بھی ایک بڑا عالم ہوں اور یہ احساس کیوں نہ ہوتا جب کہ ازہر شریف کے علماء نے اس کی گواہی بھی دی تھی اور بعض نے یہاں تک کہہ دیا تھا: تمہاری اصلی جگہ ازہر ہے اور ان سب سے زیادہ اہم بات یہ تھی کہ حضرت رسول خداؐ نے مجھے اپنے تبرکات کے زیارت کی اجازت مرحمت فرمادی تھی قصہ اس طرح سے ہے کہ قاہرہ میں حضرت سیدنا الحسینؑ کی مسجد ہے اس کے مدیر نے مجھ سے کہا: رسول اللہؐ نے مجھے خواب میں بتایا ہے کہ تمام تبرکات کی تم کو زیارت کرا دوں! چنانچہ وہ مجھے اکیلا لے کر گیا اور جس حجرہ کو اس کے علاوہ کوئی بھی نہیں کھول سکتا تھا اس نے اس کو کھولا اور مجھے اندر داخل کرنے کے بعد پھر اندر سے دروازہ کو مقفل کر دیا پھر تبرکات کا صندوق کھول کر رسول خداؐ کی قمیص دکھائی۔ میں نے اس کو چوما اس کے بعد دیگر تبرکات دکھائے۔ میں وہاں سے آنحضرتؐ کی عنایت کو سوچتا ہوا روتا ہوا باہر آیا کہ حضورؐ نے میری ذات پر کتنا کرم فرمایا ہے۔

اور اس بات پر مجھے اور زیادہ تعجب تھا کہ اس مدیر نے نقدی صورت میں مجھ سے کوئی نذرانہ نہیں طلب کیا بلکہ نہ لینے پر مصر رہا۔ جب میں نے بہت کچھ اصرار کیا اور تضرع و زاری کی تو بہت ہی معمولی سی رقم لی اور اس نے مجھے تہنیت پیش کی کہ تم حضرت رسول اکرمؐ کے نزدیک مقبول لوگوں میں ہو۔

اس واقعہ سے میں بہت زیادہ متاثر ہوگیا تھا اور کئی راتیں میں نے یہ سوچتے سوچتے آنکھوں میں کاٹ دیں کہ وہابیوں کا یہ عقیدہ: رسولؐ خدا بھی دوسرے مردوں کی طرح مر گئے! غلط معلوم ہونے لگا اور مجھے یقین ہوگیا کہ یہ عقیدہ محض بکواس ہے۔ جب خدا کی راہ میں قتل ہونے والا شہید زندہ ہے اور خدا اس کو رزق دیتا ہے تو جو سید الاولین والآخرین ہو وہ کیسے زندہ نہ ہوگا؟

میرے اس شعور وعقیدہ کو بچپنے کی تعلیم نے مزید تقویت پہونچائی مجھے زمانہ ماضی میں صوفیوں کی تعلیم جو دی گئی تھی اس میں بتایا گیا تھا کہ صوفیوں کے اولیاء وشیوخ مجربات امور میں بھرپور تاثیر وتصرف کی صلاحیت رکھتے ہیں اور یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اولیاء وشیوخ کو خداوند عالم نے یہ صلاحیت اس لئے دی ہے کہ انھوں نے خدا کی بے انتہا عبادت کی تھی۔ نیز کیا حدیث قدسی میں یہ نہیں ہے "اے میرے بندے تو میری عبادت کر میں تجھ کو اپنا جیسا بنا دوں گا کہ تو جو کہے گا وہ چیز فوراً ہو جائے گی"۔

یہ میری اندرونی کشمکش مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ مختصر یہ کہ قیام قاہرہ کے آخری دنوں میں حقیر نے تمام مساجد کی زیارت کی اور سب میں نمازیں پڑھیں۔ امام مالک کی مسجد سے لیکر امام ابوحنیفہ کی مسجد تک امام شافعی کی مسجد سے لے کر احمد بن حنبل کی مسجد تک پھر سیدہ زینبؑ اور سیدنا حسینؑ کی مسجدوں میں بھی نمازیں پڑھیں اور "زاویۃ التیجانیۃ" کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اس سلسلہ میں بھی بڑی لمبی چوڑی حکایتیں ہیں جن کا بیان کرنا سبب طول ہوگا۔ اور میں اختصار کا ارادہ کر چکا ہوں۔

ایک مصری شپ (پانی کا جہاز) کے اندر جو بیروت جا رہا تھا۔ اور جس میں پہلے ہی سے میں نے اپنی جگہ کا رزرویشن کرا لیا تھا۔ اسی حساب سے اسی دن میں اسکندریہ سے روانہ ہو گیا میں نے اپنے بستر پر لیٹے لیٹے محسوس کیا کہ جسمانی اور فکری دونوں اعتبار سے بہت ہی خستہ ہوں لہٰذا تھوڑی دیر سو گیا۔ کشتی کو سمندر میں چلتے ہوئے دو تین گھنٹے ہوئے تھے۔ سوتے میں اپنے بغل والے شخص کو کسی سے گفتگو کرتے ہوئے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا: معلوم ہوتا ہے یہ بھائی صاحب بہت تھکے ہیں! میں نے ذرا آنکھ کھول کر کہا: جی ہاں قاہرہ سے اسکندریہ تک کے سفر نے انجر پنجر ڈھیلے کر دیئے ہیں۔ چونکہ مجھے حسب وعدہ بہت ہی سویرے پہونچنا تھا اس لئے رات کو سو بھی نہیں سکا۔ اس شخص کے لب و لہجے سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ شخص مصری نہیں ہے۔ میری تجسس کرنے کی عادت نے مجھے اس بات پر آمادہ کر دیا کہ اس کو اپنا تعارف کرا دوں اور اس کے بارے میں بھی معلومات حاصل کروں۔ اس نے بتایا کہ وہ عراقی ہے اس کا نام منعم ہے: بغداد یونیورسٹی میں پڑھاتا ہے۔ قاہرہ گیا تھا تاکہ "پی۔ ایچ۔ ڈی" کے تھیسس جامعہ ازہر میں پیش کرے۔

پھر ہم میں گفتگو چھڑ گئی ہم نے مصر کے بارے میں "عالم اسلام" کے موضوع پر "عالم عرب" کے سلسلے میں عربوں کی شکست یہودیوں کی فتح کے بارے میں گفتگو کی اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ بات میں بات نکلتی چلی آتی ہے "میں نے اپنی گفتگو کے دوران یہ بھی کہا کہ شکست کا اصلی سبب مسلمانوں اور عربوں کا چھوٹی چھوٹی حکومتوں اور مختلف مذہبوں میں بٹ جانا ہے۔

مسلمانوں کی دنیا میں اتنی بڑی اکثریت ہونے کے باوجود ان کے دشمنوں کی نظر میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

زیادہ تر گفتگو مصر اور اہل مصر کے بارے میں ہوئی۔ شکست کے اسباب پر ہم دونوں متفق تھے۔ میں نے اتنی بات کا اور اضافہ کیا کہ استعمار نے ہم کو ٹکڑوں ٹکڑوں میں بانٹ رکھا ہے تاکہ ہم پر حکومت کر سکے۔ اور ہماری نکیل اس کے ہاتھ میں رہے۔ میں اس کا بہت شدید مخالف ہوں۔ ہم آج بھی مالکی اور حنفی میں بٹے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں نے اس کو اپنا ایک واقعہ بتایا کہ قیام قاہرہ کے دوران میں نے ایک مرتبہ مسجد ابی حنیفہ میں جاکر عصر کی نماز جماعت سے ادا کی۔ لیکن نماز ختم ہوتے ہی جو شخص میرے پہلو میں کھڑا تھا مجھ پر برس پڑا۔ اور تہدید آمیز لہجہ میں کہنے لگا: تم نے نماز میں ہاتھ کیوں نہیں باندھے؟ میں نے بہت ہی ادب واحترام سے عرض کیا: مالکی حضرات ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں اور میں مالکی ہوں۔ اس نے اسی غصہ کی حالت میں کہا تو مالک کی مسجد میں جاؤ اور وہاں نماز پڑھو۔ چنانچہ میں وہاں سے بہت رنجیدہ اور غصہ میں چلا آیا اور مجھے شدید حیرت ہوئی۔

اتنے میں عراقی استاد زیر لب مسکراتے ہوئے بولے: (دوسری مثال میری ہے کہ) میں شیعہ ہوں۔ اتنا سنتے ہی میں آگ بگولا ہو گیا۔ اور بغیر کسی پاس و لحاظ کے میں نے کہا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ شیعہ ہیں تو آپ سے میں بات ہی نہ کرتا۔ انھوں نے کہا آخر کیوں؟ میں نے کہا آپ لوگ مسلمان ہی نہیں ہیں آپ لوگ تو علیؑ ابن ابیطالبؑ کی عبادت کرتے ہیں۔ البتہ جو اعتدال پسند ہیں وہ عبادت تو خدا کی کرتے ہیں مگر محمد مصطفیٰؐ کی رسالت پر ایمان نہیں رکھتے اور جبرئیلؑ کو سب و شتم کرتے ہیں کہ جبرئیلؑ نے امانت میں خیانت کی ہے کہ رسالت علیؑ کے حوالہ کرنے کے بجائے محمدؐ کے حوالہ کر دیا۔ اور اسی قسم کی بہت سی باتیں میں نے ذکر کیں۔ اور اس پوری گفتگو کے دوران میرا ہمسفر کبھی تو تبسم زیر لب کرتا تھا اور کبھی "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" کہتا تھا۔ اور جب میں نے اپنی گفتگو ختم کر لی۔ تو اس نے مجھ سے کہا: کیا تم مدرس ہو؟ تم بچوں کو پڑھاتے

ہو؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: جب استادوں کا یہ حال ہے تو عوام کو ملامت کرنا فضول ہے۔

کیونکہ عوام تو کالانعام ہوتے ہیں ان کو کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا!

میں نے کہا: آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ کیا مقصد ہے آپ کا؟

انھوں نے فوراً کہا: معاف کیجیے گا ذرا یہ تو بتائیے یہ جھوٹے ادعآت آپ کو کہاں سے حاصل ہوئے؟

میں نے کہا: تاریخ سے اور جو تمام لوگوں کے نزدیک مشہور ہے ان باتوں سے!

انھوں نے کہا: لوگوں کو خیر جانے دیجیے جناب عالی نے تاریخ کی کون سی کتاب پڑھی ہے؟

میں: میں نے بعض کتابوں کے نام گنوانے شروع کر دیئے مثلاً "فجر الاسلام" "ضحی الاسلام" "ظہر الاسلام" احمد امین وغیرہ کی کتابوں کے نام لئے۔

وہ: بھلا احمد امین کی باتیں شیعوں پر کیسے حجت ہو جائیں گی؟ یہ کہہ کر انھوں نے اضافہ کیا دیکھیے عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ شیعوں کے اصلی اور مشہور مصادر سے اثبات کیجیے!

میں: جو بات خاص و عام سب ہی کے نزدیک مشہور و معروف ہو اس کی تحقیق کی کیا ضرورت ہے؟

وہ: سنئے جب احمد امین نے پہلی مرتبہ عراق کی زیارت کی تھی تو نجف اشرف میں جن اساتذہ نے ان سے ملاقات کی تھی ان میں ایک میں بھی تھا اور جب ہم لوگوں نے ان کو سرزنش کی کہ آپ نے شیعوں کے بارے میں کیسے کیسے خرافات تحریر کر دیئے ہیں۔ تو انھوں نے یہ کہہ کر معذرت کی کہ: میں آپ حضرات کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا اور اس سے پہلے کبھی کسی شیعہ سے ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی اس لئے میں معذرت چاہتا ہوں

اس پر ہم لوگوں نے کہا: "عذر گناہ بدتر از گناہ" والی مثال آپ پر صادق آتی ہے۔ جب آپ کو ہمارے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا تو ایسی باتیں آپ نے کیوں تحریر کیں؟ اس کے بعد ہمارے ہم سفر نے مزید اضافہ کرتے ہوئے کہا: برادر! جب ہم قرآن کریم سے یہود و نصاریٰ کی غلطی ثابت کرتے ہیں تو قرآن اگرچہ ہمارے لیے حجت بالغہ ہے لیکن جب وہ لوگ اس کو نہیں مانتے تو اس سے ان کے خلاف دلیل نہیں لائی جا سکتی۔ لیکن اگر ان کی کتابوں سے جس پر وہ عقیدہ رکھتے ہیں ان کے مذہب کا بطلان کیا جائے تو یہ دلیل محکم و مضبوط ہوگی۔ اور قرآن نے یہی کیا ہے اسی لئے ہم قرآن سے استدلال کرتے ہیں۔ یعنی انھیں کی کتابوں سے ان کی غلطی ثابت کرو "بقول شخصے میاں کی جوتی میاں کا سر" تب تو بات صحیح ہے ورنہ نہیں!

ایک پیاسے کو شیریں پانی پی کر جیسے سکون ملتا ہے اسی طرح اپنے ہم سفر کی تقریر کا اثر میرے اوپر ہوا اور اب میں نے اپنے اندر یہ محسوس کیا کہ میں "ناقد حاقد" (کینہ پرور نقاد) نہیں رہا بلکہ "باحث فاقد" (گمشدہ شی کا متلاشی) کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ کیونکہ اس شخص کی منطق سلیم اور حجت قوی کو میری عقل نے تسلیم کر لیا تھا۔ اور اگر میں تھوڑی سی انکساری برتوں اور کان دھر کے اس کی بات سنوں تو یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔

چنانچہ میں نے رفیق سفر سے کہا: اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ محمدؐ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں! اس نے کہا: نہ صرف میں بلکہ پوری دنیائے شیعیت کا یہی عقیدہ ہے۔ میرے بھائی! اگر تم میری بات مانو تو بذات خود تحقیق کرو تاکہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے۔ اپنے شیعہ بھائیوں کے بارے میں ایسی بدگمانی نہ کرو "اِنَّ بعض الظّن اثم" "بعض بدگمانی گناہ ہوتی ہے" اتنا کہہ کر مزید یہ بھی کہا: اگر آپ سردست حقیقت کے متلاشی اور حق کے جویاں ہیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھ کر دل سے یقین کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ کو عراق کی زیارت اور وہاں کے علمائے شیعہ اور عوام سے ملاقات کی دعوت دیتا ہوں۔ اس کے بعد مخالفین اور مطلب پرستوں کے جھوٹ کا پلندہ

کھل جائے گا۔
میں نے کہا: میری تو یہ دلی تمنا تھی کہ کبھی عراق کی زیارت کروں اور وہاں کے ان مشہور آثار کو دیکھوں جن کو عباسی خلفا چھوڑ گئے ہیں خصوصاً ہارون رشید کے اسلامی آثار۔ لیکن اس سلسلے میں چند مجبوریاں میرے پیروں کی بیڑیاں بنی ہیں پہلی تو یہ ہے کہ میرے اقتصادی حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ بڑی زحمتوں سے میں نے جوڑ جمع کر کے اپنے عمرہ کا انتظام کیا ہے۔ دوسری بڑی مجبوری یہ ہے کہ میرا پاسپورٹ اس قسم کا ہے جس پر عراق کی حکومت ویزا ہی نہیں دے گی۔ ورنہ ضرور آتا۔
رفیق سفر: جب میں نے آپ کو عراق کی دعوت دی ہے تو بیروت سے بغداد آنے جانے کا پورا خرچ میں برداشت کروں گا۔ اور بغداد میں آپ میرے مہمان ہوں گے۔ اب رہا پاسپورٹ والا مسئلہ تو اس کو خدا پر چھوڑتے ہیں جب خدا چاہے گا تو آپ بغیر پاسپورٹ کے بھی عراق کی زیارت کر سکتے ہیں۔ ویسے ہم بیروت پہونچتے ہی عراق کے ویزا کی کوشش کریں گے۔
میں: اپنے رفیق سفر کی اس پیش کش کو سن کر بہت خوش ہو گیا اور اس سے وعدہ کر لیا کہ انشاءاللہ کل میں آپ کو اس کا جواب دوں گا ـــــــ

سونے کے کمرے سے نکل کر جہاز کے عرشہ پر جا کر میں تازہ ہوا کھانے لگا اور اس وقت تک میں ایک نئی فکر سے دوچار ہو چکا تھا۔ سمندر میں جہاں حد نظر تک پانی ہی پانی دکھائی دے رہا تھا۔ میری عقل چکر لگا رہی تھی۔ میں اپنے اس خدا کی حمد و تسبیح میں مشغول تھا جس نے اس وسیع کائنات کو خلق فرمایا ہے اور اس جگہ تک پہنچنے پر اس کا شکر کر رہا تھا اور یہ دعا بھی کر رہا تھا خدایا! مجھے شر اور اہل شر سے محفوظ رکھ، خطا و لغزش سے میری حفاظت فرما۔ میری قوت فکر کے سامنے جیسے فلم دکھائی جا رہی ہو اور ایک ایک کر کے تمام واقعات پردہ فلم کی طرح میرے حافظہ کے پردہ فلم پر آنے لگے۔ بچپنے میں جس ناز و نعم سے پلا تھا، زندگی میں جو واقعات پیش آئے تھے سب ایک ایک کر کے گزرنے لگے اور میں ایک شاندار مستقبل کا خواب دیکھنے لگا۔ اور مجھے یہ احساس ہونے لگا جیسے خدا اور رسولؐ کی مخصوص عنایتیں مجھے اپنے گھیرے میں لئے ہیں کہ میں

مصر کی طرف متوجہ ہوا جس کے ساحل کا کبھی کبھی کوئی حصہ یہاں سے نظر آجاتا تھا اور دل ہی دل میں مصر کو وداع کہنے لگا۔ اس مصر کو جس کی یادوں میں سے ابھی تک عزیز ترین یاد "رسولؐ کی قمیص تھی جس کا بوسہ لیا تھا" مجھے اب بھی ستا رہی ہے۔ اس کے بعد میرے ذہن میں اس نئے شیعہ دوست کا کلام آنے لگا۔ جس نے میرے بچپنے کے خواب کی تعبیر کو پورا کرنے کا وعدہ کرکے میرے دامن کو خوشیوں سے بھر دیا تھا۔ یعنی عراق کی زیارت —— اور ان شہروں کی زیارت کرنا جانا تھا۔ جن کو میرے ذہن نے تخلیق کیا تھا کہ ہارون کی حکومت نے اس طرح بنایا ہوگا۔ اور مامون کی حکومت نے اس طرح بنایا ہوگا۔ وہی مامون جو "دارالحکمۃ" کا موسس تھا جس میں مغرب سے مختلف علوم حاصل کرنے کے لئے طلاب آیا کرتے تھے اور اس وقت اسلامی تہذیب اپنے پورے شباب پر تھی۔ اس کے ساتھ عراق قطب ربانی شیخ صمدانی سیدی عبدالقادر جیلانی کا شہر ہے جن کا شہرہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں ہے۔ اور جن کا طریقہ گاؤں گاؤں میں پہنچا ہوا ہے۔ جن کی ہمت تمام ہمتوں سے بلند و برتر ہے۔ میرے خواب کی تعبیر کے لئے یہ پروردگار کی طرف سے جدید عنایت تھی میں ابھی انھیں خیالات میں ڈوبا ہوا تھا اور امیدوں و تصورات کے سمندر میں پیر رہا تھا کہ کھانے کی گھنٹی نے مجھے ہوشیار کر دیا اور میں بھی ہوٹل کی طرف روانہ ہوگیا۔ اور جیسا کہ ہر مجمع میں ہوتا ہے لوگ ایک دوسرے پر لوٹے پڑ رہے تھے۔ اور ہر شخص دوسرے سے پہلے داخل ہونا چاہتا تھا۔ شور و غل کا یہ عالم تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی اتنے میں میں نے دیکھا کہ میرا شیعہ رفیق سفر میرے کپڑے پکڑ کر اپنی طرف نرمی کے ساتھ پیچھے کی طرف کھینچ رہا تھا۔ اور کہہ رہا ہے: برادر! بلاوجہ اپنے کو مت تھکاؤ۔ ہم لوگ بعد میں بڑے آرام سے کھالیں گے۔ یہ شور شرابہ بھی ختم ہوچکا ہوگا۔ میں تو ہر جگہ تم کو تلاش کرتا پھرا اچھا یہ بتاؤ تم نے نماز پڑھ لی؟ میں نے کہا نہیں! اس نے کہا تو آؤ پہلے نماز پڑھ لیں پھر آکر کھانا کھائیں گے۔ اس وقت تک یہ بھیڑ اور شور و غل سب ہی ختم ہوچکا ہوگا۔ ہم لوگ آرام سے کھاسکیں گے!

میں نے اس کی رائے پسند کی اور ہم دونوں ایک خالی جگہ پہونچے وضو کے بعد میں نے اسی

کو آگے بڑھا دیا کہ یہی امامت جماعت کرے اور میں دیکھتا ہوں کیسی نماز پڑھتا ہے۔ اپنی نماز میں دوبارہ پڑھ لوں گا۔ اور جوں ہی اس نے اقامت کے بعد قرائت و دعا پڑھی مجھے اپنی رائے بدلنی پڑی۔ کیوں کہ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں صحابہ کرام میں سے کسی کے پیچھے پڑھ رہا ہوں جن کے بارے میں کتابوں میں پڑھتا رہا ہوں اور ان کے ورع و تقویٰ کے بارے میں پڑھتا رہا ہوں۔ نماز ختم کر کے اس نے ایسی ایسی لمبی دعائیں پڑھیں جن کو اس سے پہلے نہ میں نے اپنے ملک میں سنا تھا اور نہ دیگران ممالک میں جہاں کا میں سفر کر چکا تھا۔ اور جب میں سنتا تھا کہ یہ شخص محمدؐ و آل محمدؐ پر درود پڑھ رہا ہے اور جس کے وہ حضرات اہل ہیں اس سے ثنا کر رہا ہے تو میرے دل کو بڑا سکون ملتا تھا اور میں مطمئن ہو جاتا تھا۔

نماز کے بعد میں نے اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھے اور یہ دعا کرتے سنا کہ خدا میری بصیرت کھول دے اور مجھے ہدایت عطا کرے۔

نماز کے بعد جب ہم ہوٹل پہونچے تو وہ خالی ہو چکا تھا جب تک میں نہیں بیٹھ گیا میرا رفیق نہیں بیٹھا۔ ہمارے لئے کھانے کی دو پلیٹیں لائی گئیں۔ ہم نے دیکھا کہ اس نے اپنی پلیٹ میرے سامنے رکھ دی اور میری اٹھا کر اپنے سامنے رکھ لی کیونکہ میری پلیٹ میں گوشت کم تھا۔ اور مجھ سے اس طرح کھانے کے لئے اصرار کرنے لگا جیسے میں اس کا مہمان ہوں اور کھانے پینے، دسترخوان کے ایسے ایسے لطیف قصے سنائے کہ جن کو میرے کانوں نے کبھی سنا ہی نہیں تھا۔

مجھے اس کا اخلاق بہت پسند آیا۔ پھر ہم نے نماز عشاء پڑھی اور اس نے ایسی دعائیں پڑھیں کہ میں اپنے گریہ کو ضبط نہ کر سکا۔ میں نے خدا سے دعا کی کہ میرا گمان اس کے بارے میں بدل جائے کیونکہ بعض ظنون گناہ ہیں لیکن کون جانتا ہے؟

اس کے بعد میں سو گیا لیکن خواب میں بھی عراق اور "الف لیلہ" کو دیکھتا رہا صبح میری آنکھ اس وقت کھلی جب وہ مجھے نماز صبح کے لئے اٹھا رہا تھا۔ نماز صبح پڑھ کر ہم دونوں خدا کی ان نعمتوں کا ذکر کرنے لگے۔ جو اس نے مسلمانوں کو دی ہیں۔۔۔ دوبارہ میں پھر سو گیا اور جب میری آنکھ کھلی تو

میں نے دیکھا وہ اپنے بستر پر بیٹھا ہوا تسبیح پڑھ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر میرا نفس بہت مرتاح ہوا میرا دل مطمئن ہو گیا اور میں نے خدا کی بارگاہ میں استغفار کیا۔

ہم ہوٹل میں کھانا کھا ہی رہے تھے کہ سائرن کی آواز کے بعد یہ اطلاع دی گئی کہ لبنانی ساحل کے قریب ہمارا شِپ (پانی کا جہاز) پہنچ چکا ہے۔ اور کچھ دیر کے بعد ہم بیروت کی بندرگاہ پر ہو نگے۔ دو گھنٹے کے بعد اس نے مجھ سے سوال کیا۔ کیا تم نے غور کر لیا اور کسی فیصلہ پر پہونچے؟ میں نے کہا: اگر ویزا مل جائے تو پھر کوئی مانع نہیں ہے۔ اور میں نے اسکی دعوت کا شکریہ ادا کیا۔

بیروت اتر کر ہم نے وہ رات وہیں گزاری۔ اس کے بعد بیروت سے دمشق کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہاں پہونچتے ہی ہم نے سفارت خانہ عراق کا رُخ کیا اور ناقابل تصور حد تک کی جلدی میں مجھے ویزا مل گیا۔ جب ہم وہاں سے نکلے تو وہ ہم کو مبارکباد دے رہا تھا اور خدا کی اس اعانت پر اس کی حمد کر رہا تھا۔

"عراق کی پہلی زیارت"

ہم دمشق سے بغداد کے لئے نجف اشرف کے لسوں کی ایک عالمی کمپنی کی ائیرکنڈیشنڈ لمبی بس میں سوار ہوکر روانہ ہوئے۔ جب بغداد پہونچے ہیں تو درجہ حرارت ۴۰ ڈگری تھا۔ بس سے اترتے ہی فوراً ہم منطقہ "جمال" کے ایک خوبصورت محلہ میں واقع اپنے دوست کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے پورا مکان ہی ائیرکنڈیشنڈ تھا اس لئے وہاں پہونچتے ہی سکون کا احساس ہوا۔ میرا دوست ایک جھاڑ جھبلا قسم کی ایک لمبی وسیع قمیص لے کر میرے پاس آیا۔ جس کو وہاں کی زبان میں (دشداشہ) کہتے ہیں۔

پھر دسترخوان پر قسم قسم کے میوہ جات اور کھانے لگا دیئے گئے۔ میرے دوست کے گھر والے مجھے آکر بڑے ادب و احترام سے سلام کرنے لگے۔ ان کے والد کا یہ عالم تھا کہ مجھ سے اس طرح معانقہ کر رہے تھے جیسے مجھے پہلے سے جانتے ہوں۔ البتہ ان کی والدہ سیاہ عبا اوڑھے دروازے پر آکر کھڑی ہوگئیں اور سلام کیا' مرحبا کہا میرے دوست نے اپنی والدہ کی طرف سے معذرت کرلی چونکہ ہمارے یہاں مردوں سے مصافحہ حرام ہے اس لئے میری والدہ ہاتھ نہیں ملا سکتیں۔ مجھے اس پر بہت تعجب ہوا اور میں نے اپنے دل میں کہا جن لوگوں کو ہم متہم کرتے ہیں کہ یہ دین سے خارج ہیں۔ یہ لوگ ہم سے زیادہ دین کے پابند ہیں۔ اور پہلے بھی سفر میں جو دن اپنے دوست کے ساتھ گزارے تھے میں نے بلندیٔ اخلاق، عزت نفس، کرامت، شہامت کو محسوس کرلیا تھا ایسی تواضع و پرہیز گاری جس کا میں نے کبھی مشاہدہ ہی نہیں کیا تھا اور مجھے یہ احساس ہوگیا کہ ان لوگوں میں میری حیثیت مہمان کی نہیں بلکہ گھر کے ایک فرد جیسی ہے اور گویا میں اپنے ہی گھر میں ہوں۔

رات کو ہم سب چھت پر سونے کے لئے گئے جہاں سب کے سونے کے بستر الگ الگ بچھائے گئے تھے۔ میں کافی دیر تک جاگتا رہا اور ہیجانی عالم میں یہ جملے ادا کر رہا تھا: میں جاگ رہا ہوں یا خواب دیکھ رہا ہوں؟ کیا واقعی میں بغداد میں سید عبدالقادر جیلانی کے پڑوس میں ہوں؟

میری بڑبڑاہٹ کو سنکر میرے دوست نے ہنستے ہوئے مجھ سے پوچھا ٹونس والے عبدالقادر جیلانی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ بس پھر کیا تھا میں نے تمام وہ کرامات جو ہمارے یہاں مشہور ہیں ایک ایک کر کے بیان کرنا شروع کر دیا۔ اور بتایا کہ وہ قطب الدائرۃ ہیں جس طرح محمد مصطفےٰ سید الانبیاء ہیں اسی طرح وہ سید الاولیاء ہیں جنکے قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہیں آپ فرمایا کرتے تھے: لوگ خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کرتے ہیں اور خانہ کعبہ میرے خیمہ کا طواف کرتا ہے۔

میں نے اپنے دوست کو یہ کہہ کر قانع کرنا چاہا کہ شیخ عبدالقادر اپنے بعض مریدوں اور چاہنے والوں کے پاس جسم ظاہری میں آتے ہیں ان کی بیماریوں کا علاج کرتے ہیں، ان کی مصیبتوں اور پریشانیوں کو دور کرتے ہیں اور اس وقت میں وہابی عقیدہ (جس سے بہت متاثر تھا) کو بھول گیا تھا یا بھلا دیا تھا کہ یہ ساری باتیں شرک باللہ ہیں اور جب میں نے محسوس کیا کہ میرے دوست کو ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے تو میں نے اپنے نفس کو مطمئن کرنے کے لئے اس سے پوچھا: آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا یہ باتیں صحیح نہیں ہیں؟

میرے دوست نے ہنستے ہوئے کہا: سفر کر کے تھک گئے ہو سو جاؤ ذرا آرام کر لو! کل انشاء اللہ شیخ عبدالقادر کی زیارت کو چلیں گے۔ اس خبر کو سن کر میرا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔ اور میرا دل چاہ رہا تھا کاش اسی وقت صبح ہو جائے۔ لیکن نیند کا غلبہ ہو چکا تھا اور پھر میں سویا تو سورج نکلنے کے بعد ہی اٹھا۔ میری نماز صبح بھی قضا ہو گئی تھی۔ میرے دوست نے بتایا کہ اس نے کئی بار مجھے بیدار کرنے کی کوشش کی مگر بیکار۔ اس لئے اس نے چھوڑ دیا تاکہ میں آرام کر لوں۔

(جناب) عبدالقادر جیلانی و (حضرت امام) موسیٰ الکاظم (ع)

ناشتہ کے بعد ہی ہم لوگ "باب الشیخ" کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور میری آنکھوں نے اس متبرک مقام کی زیارت کی جس کی تمنا نہ جانے کب سے میرے دل میں کروٹیں لے رہی تھی۔ میں دوڑنے لگا۔ جیسے کسی کے دید کا مشتاق ہو۔ اور اس بیتابی سے داخل ہوا۔ جیسے کسی کی گود میں اپنے کو گرا دوں گا۔ جدھر میں جاتا تھا میرا دوست سایہ کی طرح ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ آخر زائرین کے اس ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں کود پڑا۔ جو قبر شیخ کی زیارت کے لئے اس طرح ٹوٹے پڑ رہے تھے جیسے حاجی لوگ بیت اللہ الحرام پر گرتے ہیں، کچھ لوگ ہاتھوں میں حلوا لے کر پھینک رہے تھے اور زائرین اس کو اٹھانے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرتے تھے۔ میں بھی دوڑ کر دو ٹکڑے اٹھا لئے۔ ایک تو برکت کے لئے وہیں پر فوراً کھا گیا۔ اور دوسرا یادگار کے عنوان پر اپنی جیب میں محفوظ کر لیا۔ وہاں نماز پڑھی حسب مقدور دعا پڑھی، پانی اسطرح پیا جیسے آب زمزم پی رہا ہوں۔ میں نے اپنے دوست سے کہا کہ آپ اتنی دیر میرا انتظار کیجئے کہ میں اپنے تیونسی دوستوں کو اسی جگہ سے خریدے ہوئے ان لفافوں پر خط لکھ دوں، جن پر مقام شیخ عبدالقادر کے سبز گنبد کی تصویر ہے۔ تاکہ اپنے دوستوں پر یہ ثابت کر سکوں اور رشتہ داروں پر بھی کہ میری بلند ہمتی دیکھئے جس نے مجھے وہاں پہونچا دیا۔ جہاں یہ لوگ نہیں پہونچ پائے۔

یہاں فرصت پا کر ہم لوگوں نے ایک قومی ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھایا۔ یہ ہوٹل بغداد کے عین وسط میں واقع تھا۔ اس کے بعد میرے دوست نے کرایہ کی ٹیکسی لی اور ہم لوگ کاظمین پہونچے۔ اس لفظ کی معرفت اسی وقت ہو گئی تھی جب میرا دوست ٹیکسی ڈرائیور سے گفتگو کرتے ہوئے اس لفظ کو تکرار کرتا تھا۔ ابھی ہم ٹیکسی سے اتر کر تھوڑی ہی دور چلے ہوں گے کہ لوگوں کی بہت بڑی جمعیت جس میں مرد، عورتیں، بچے سب ہی شامل تھے اسی طرف جا رہے تھے جدھر ہم لوگ رواں دواں تھے۔ یہ لوگ کچھ

سامان بھی اٹھائے ہوئے تھے اس منظر کو دیکھتے ہی مجھے حج کا منظر یاد آگیا۔ ابھی تک مجھے منزل مقصود کا پتہ نہیں تھا۔ اتنے میں کچھ سونے کے قبے اور منارے دکھائی دیئے جو آنکھوں کو چکاچوند کر رہے تھے۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ یہ شیعوں کی مسجد ہے کیونکہ میں پہلے سے جانتا تھا کہ یہ لوگ اپنی مسجدوں کو سونے چاندی سے ملمع کرتے ہیں جو اسلام میں حرام ہے اس خیال کے آتے ہی میرا جی چاہا کہ میں جانے سے انکار کر دوں۔ لیکن اپنے دوست کی دل شکنی کا خیال کرتے ہوئے غیر اختیاری طور پر ساتھ ساتھ چلا ہی گیا۔

پہلے دروازے سے داخل ہوتے ہی میں نے دیکھا بوڑھے بوڑھے سن سفید داڑھی والے دروازوں کو مس کر رہے ہیں۔ اور بوسہ دے رہے ہیں۔ لیکن ایک کافی بڑے سائن بورڈ کو دیکھ کر مجھے ذرا تسلی ہوئی جس پر لکھا تھا ((بے حجاب عورتوں کا داخلہ ممنوع ہے)) اور اسی کے ساتھ امام علیؑ کی ایک حدیث بھی لکھی تھی، ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جب عورتیں نیم عریاں لباس پہنیں گی۔۔۔ ہم ایک جگہ پہونچے میرا دوست تو اذن دخول پڑھنے لگا اور میں دروازے کو دیکھ دیکھ کر متعجب ہوتا رہا جس پر سونے کے بہترین نقوش تھے اور پورے دروازے پر قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں۔۔۔

اذنِ دخول پڑھ کر جب میرا دوست اندر داخل ہونے لگا تو میں بھی اس کے پیچھے لگ لیا اور میرے ذہن میں بار بار بعض ان کتابوں کی چند سطریں آرہی تھیں جن میں شیعوں کے کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ میں نے داخل مقام میں ایسے نقش و نگار دیکھے جن کا کبھی تصور بھی نہیں کر سکا تھا اور جب میں نے اپنے کو ایک غیر مانوس وغیر معروف ماحول میں پایا تو دہشت زدہ رہ گیا۔ اور وقتاً فوقتاً میں بڑی نفرت سے ان لوگوں کو دیکھ لیتا تھا جو ضریح کا طواف کر رہے ہیں، رو دھو رہے ہیں، ضریح کو چوم رہے ہیں اس کی لکڑیوں کو بوسے دے رہیں اور بعض تو ضریح کے پاس نماز پڑھ رہے ہیں۔ فوراً ہی میرے ذہن میں رسول خداؐ کی حدیث آگئی: خدا یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرے انھوں نے اولیاءِ خدا کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔ اور میں اپنے دوست سے بھی دور ہو گیا جو داخل ہوتے ہی بے تحاشا رونے لگا پھر میں اس کو نماز پڑھتا چھوڑ کر اس لکھے ہوئے زیارت نامہ کے قریب پہونچا جو ضریح پر لٹکا ہوا

تھا۔ میں نے اس کو پڑھنا شروع کیا۔ لیکن اس میں ایسے عجیب و غریب اسماء تھے جن کو میں جانتا ہی نہیں تھا۔ اس لئے زیادہ حصہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ میں نے گوشہ میں کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھی اور کہا خداوندا! اگر یہ میت مسلمانوں میں سے ہے تو اس پر رحم فرما اور تو سب کی حقیقت حال کو جاننے والا ہے۔ اتنے میں میرا دوست میرے قریب آ کر میرے کان میں بولا اگر تمہاری کوئی حاجت ہے تو یہاں پر خدا سے سوال کرو پوری ہو جائے گی۔ کیونکہ ہم لوگ ان کو باب الحوائج کہتے ہیں۔ میں نے اپنے دوست کے قول کو سنی ان سنی کر دی۔ خدا مجھے معاف کر دے۔ میں تو ان بوڑھوں کو دیکھ رہا تھا جن کے منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت۔ سن سفید سی لمبی لمبی داڑھیاں سروں پر سیاہ و سفید عمامے پیشانیوں پر سجدوں کے نشانات۔ ان کے جسموں سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی تھیں۔ تیز تیز نظر رکھنے والے کہ ان میں سے جب بھی کوئی داخل ہوتا تو داڑھیں مار مار کے رونے لگتا تھا۔ اس چیز نے مجھے اپنے دل و دماغ سے یہ سوال کرنے پر آمادہ کر دیا۔ کیا یہ سارے آنسو جھوٹے ہیں؟ کیا یہ عمر رسیدہ لوگ سب ہی غلطی پر ہیں؟

ان چیزوں کا مشاہدہ کر کے میں حیران و پریشان وہاں سے نکلا۔ جبکہ میرا دوست پشت کی طرف سے چلتا ہوا نکلا کہ کہیں اس کی پشت صاحب قبر کی طرف نہ ہو جائے۔ یہ ادب و احترام کی بنا پر تھا۔

میں نے پوچھا: یہ کس کا مقبرہ ہے؟

دوست: الامام موسیٰ الکاظمؑ۔

میں: یہ امام موسیٰ کاظم کون تھے؟

دوست: سبحان اللہ تم برادران اہل سنت نے مغز کو چھوڑ کر چھلکے سے وابستگی اختیار کر لی ہے۔

میں: (غصہ اور ناراضگی کے ساتھ) یہ کیسے آپ نے کہہ دیا کہ ہم نے چھلکے سے تمسک کیا ہے اور مغز کو چھوڑ دیا ہے؟

دوست: (مجھے دلاسہ دلاتے ہوئے) برادر آپ جب سے عراق آئے ہیں برابر عبد القادر جیلانی کا ذکر کر رہے ہیں

آخر یہ عبد القادر جیلانی کون ہیں۔ جن کا آپ اتنا احترام کر رہے ہیں؟

میں: (فوراً اور فخر سے) بولا یہ ذریت رسولؐ سے ہیں۔ اگر رسول خداؐ کے بعد کوئی نبی ہوتا تو یہی ہوتے!

دوست : برادر! کیا اسلامی تاریخ سے آپ کو واقفیت ہے ؟

میں : بغیر کسی تأمل و تردد کے۔ جی ہاں! ہے! حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اسلامی تاریخ کے بارے میں میری معلومات صفر کے برابر ہیں کیونکہ میرے اساتذہ اور مدرسین اس کو پڑھنے سے روکتے تھے اور کہتے تھے : اسلامی تاریخ ایک سیاہ و تاریک تاریخ ہے۔ اس کے پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے بطور مثال عرض کروں۔ میرے بلاغت کے استاد امام علیؑ کی کتاب نہج البلاغہ کا خطبہ شقشقیہ پڑھا رہے تھے۔ اس خطبہ کو پڑھتے ہوئے میری طرح اور لڑکے بھی متحیر ہو گئے آخر میں نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا۔ کیا یہ واقعی الامام علیؑ کا کلام ہے؟ استاد نے کہا: قطعاً بھلا علیؑ کے علاوہ ایسی بلاغت کسی کو نصیب ہو سکتی ہے؟ اگر یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کلام نہ ہوتا تو علمائے مسلمین جیسے الشیخ محمد عبدہ مفتی الدیار المصریہ وغیرہم کے لوگ اس کی شرح میں اتنا اہتمام نہ کرتے۔

میں : اس وقت میں نے کہا الامام علیؑ ابوبکر و عمر کو غاصب خلافت کہہ کر متہم کر رہے ہیں۔ یہ سن کر استاد کو غصہ آ گیا اور مجھے زور سے ڈانٹا اور دھمکی دی کہ اگر دوبارہ تم نے ایسے سوالات کئے تو نکال دوں گا۔ پھر استاد نے اتنا اور اضافہ فرمایا: میں بلاغت پڑھانے آیا ہوں تاریخ کا درس نہیں دے رہا ہوں۔ ہم کو اس تاریخ سے کیا سروکار جس کے صفحات مسلمانوں کی خونی جنگوں اور فتنوں سے بھرے پڑے ہیں۔ خدا نے جس طرح ہماری تلواروں کو مسلمانوں کے خون سے پاک و پاکیزہ رکھا ہے اسی طرح ہمارا فریضہ ہے کہ اپنی زبان کو سب و شتم سے پاک رکھیں۔ استاد کی اس دلیل سے میں قانع نہیں ہوا۔ بلکہ اس پر غصہ آیا کہ ہم کو بے معنی بلاغت کی تعلیم دیتے ہیں۔ میں نے اسلامی تاریخ پڑھنے کا کئی مرتبہ ارادہ کیا۔ لیکن مصادر و امکانات کی کمی راستے کا روڑا بنی رہی۔ اور ہم نے اپنے علماء و اساتذہ میں بھی کسی کو نہ دیکھا جو تاریخ کا اہتمام کرتا ہو یا اس سے دلچسپی رکھتا ہو گویا سبھوں نے اس کو طاق نسیان پر رکھنے اور مطالعہ نہ کرنے پر اجماع کر رکھا ہے۔ اسی لئے آپ کو کوئی بھی ایسا نہیں ملے گا جس کے پاس تاریخ کی کوئی کامل کتاب ہو۔

دوست، برادر! کیا اسلامی تاریخ سے آپ کو واقفیت ہے؟

میں : بغیر کسی تامل و تردد کے۔ جی ہاں بلا! حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اسلامی تاریخ کے بارے میں میری معلومات صفر کے برابر ہیں کیونکہ میرے اساتذہ اور مدرسین اس کو پڑھنے سے روکتے تھے اور کہتے تھے: اسلامی تاریخ ایک سیاہ تاریک تاریخ ہے۔ اس کے پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے بطور مثال عرض کروں۔ میرے بلاغت کے استاد امام علیؑ کی کتاب نہج البلاغہ کا خطبہ شقشقیہ پڑھا رہے تھے۔ اس خطبہ کو پڑھتے ہوئے میری طرح اور لڑکے بھی متحیر ہو گئے آخر میں نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا۔ کیا یہ واقعی الامام علیؑ کا کلام ہے؟ استاد نے کہا: قطعاً بھلا علیؑ کے علاوہ ایسی بلاغت کسی کو نصیب ہو سکتی ہے؟ اگر یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کلام نہ ہوتا تو علمائے مسلمین جیسے الشیخ محمد عبدہ مفتی الدیار المصریہ فیتم کے لوگ اس کی شرح میں اتنا اہتمام نہ کرتے۔

میں : اس وقت میں نے کہا الامام علیؑ ابو بکر و عمر کو غاصب خلافت کہہ کر متہم کر رہے ہیں۔ یہ سن کر استاد کو غصہ آگیا اور مجھے زور سے ڈانٹا اور دھمکی دی کہ اگر دوبارہ تم نے ایسے سوالات کئے تو نکال دوں گا۔ پھر استاد نے اتنا اور اضافہ فرمایا: میں بلاغت پڑھانے آیا ہوں تاریخ کا درس نہیں دے رہا ہوں۔ ہم کو اس تاریخ سے کیا سروکار جس کے صفحات مسلمانوں کی داخلی جنگوں اور فتنوں سے بھرے پڑے ہیں۔ خدا نے جس طرح ہماری تلواروں کو مسلمانوں کے خون سے پاک و پاکیزہ رکھا ہے اسی طرح ہمارا فریضہ ہے کہ اپنی زبان کو سب و شتم سے پاک رکھیں۔ استاد کی اس دلیل سے میں قانع نہیں ہوا۔ بلکہ اس پر غصہ آیا کہ ہم کو بے معنی بلاغت کی تعلیم دیتے ہیں۔ میں نے اسلامی تاریخ پڑھنے کا کئی مرتبہ ارادہ کیا۔ لیکن مصادر و امکانات کی کمی راستے کا روڑا بنی رہی۔ اور ہم نے اپنے علماء و اساتذہ میں بھی کسی کو نہ دیکھا جو تاریخ کا اہتمام کرتا ہو یا اس سے دلچسپی رکھتا ہو گویا سبھوں نے اس کو طاق نسیان پر رکھنے اور مطالعہ نہ کرنے پر اجماع کر رکھا ہے۔ اسی لئے آپ کو کوئی بھی ایسا نہیں ملے گا جس کے پاس تاریخ کی کوئی کامل کتاب ہو۔

بارے میں پوچھا جواب سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ کوئی ڈاکٹر ہے جو عنقریب آنے والا ہے ابھی اثناء میں میرے دوست نے کہا: میں آپ کو یہاں پر اس لئے لایا ہوں کہ آپ کا تعارف ایک ڈاکٹر سے کرادوں جو تاریخ کا سب سے بڑا ماہر ہے۔ اور بغداد یونیورسٹی میں تاریخ کا پروفیسر ہے اور اس نے عبدالقادر جیلانی پر مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے شاید وہ آپ کے لئے مفید ہو کیونکہ میں

تاریخ کا اکسپرٹ نہیں ہوں۔

ہم لوگوں نے وہاں کچھ ٹھنڈا پیا اتنے میں وہ ڈاکٹر بھی آ گیا۔ میرا دوست اس کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔ اور اس کو سلام کر کے مجھے اس کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا: ان کو کچھ عبدالقادر جیلانی کے بارے میں بتائیے اور ہم سے اجازت لے کر کسی کام سے چلا گیا۔ ڈاکٹر نے میرے لئے ٹھنڈا منگوایا اور مجھ سے میرا نام، شہر، پیشہ وغیرہ کے بارے میں پوچھنے لگا۔ اسی طرح اس نے مجھ سے کہا ٹیونس میں عبدالقادر جیلانی کے بارے میں جو چیزیں مشہور ہیں۔ مجھے بھی ان کے بارے میں بتلائیے۔

میں نے اس سلسلہ میں ڈاکٹر سے بہت سارے واقعات بتائے۔ یہاں تک کہ میں نے بتایا ہماری طرف مشہور ہے۔ شب معراج جب جبرئیلؑ آگے بڑھنے سے ڈر گئے کہ کہیں جل نہ جاؤں تو جناب عبدالقادر نے رسول خداؐ کو اپنے کندھے پر سوار کر لیا۔ اور رسول اللہؐ نے فرمایا: میرے قدم تیری گردن پر اور تیرے قدم قیامت تک اولیاء کی گردنوں پر ہوں گے۔

ڈاکٹر میرا کلام سن کر بہت ہنسا۔ اب مجھے یہ نہیں معلوم کہ ان حکایات کو سنکر ہنسا یا اس ٹیونسی کے استاد پر ہنسا جو اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ اولیاء اور صالحین کے بارے میں تھوڑی دیر مناقشہ کرنے کے بعد ڈاکٹر بولا: میں نے سات سال تک تحقیق و جستجو کی اور اس درمیان متعدد ممالک کا سفر کیا۔ مثلاً پاکستان، ترکی، مصر، برطانیہ، اور تمام ان مقامات پر گیا۔ جہاں ایسے مخطوطات تھے جو عبدالقادر جیلانی کی طرف منسوب تھے۔ ان مخطوطات کو دیکھا ان کی تصویریں حاصل کیں۔ لیکن کہیں سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ عبدالقادر سلالۂ رسولؐ سے تھے۔ زیادہ سے زیادہ ان کے اولاد و احفاد کی طرف جو اشعار منسوب ہیں ان میں ایک شخص نے کہا ہے: میرے جد رسول اللہؐ تھے۔ اور اس کو رسولؐ کی اس حدیث

پر حمل کیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: میں ہر متقی کا جد ہوں۔ جیسا کہ بعض علماء کا یہی خیال بھی ہے۔
اور جو بات میرے نزدیک ثابت ہے وہ یہ ہے کہ عبدالقادر ایرانی النسل تھے۔ عرب نہیں تھے ایران کے ایک شہر جیلان (گیلان) میں پیدا ہوئے تھے۔ اور اسی لئے جیلانی کہا جاتا ہے پھر یہ بغداد آگئے تھے وہیں تعلیم حاصل کی اور ایسے وقت میں مدرس ہوئے جب اخلاقی برائیاں عروج پر تھیں۔

جیلانی ایک زاہد قسم کے آدمی تھے لہٰذا لوگ ان سے محبت کرنے لگے ان کے مرنے کے بعد لوگوں نے "الطریقۃ القادریۃ" کی بنیاد رکھی جو انھیں کی طرف منسوب ہے جیسا کہ ہر صوفی کے ماننے والے ایسا ہی کرتے ہیں پھر اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں یہ واقعہ ہے کہ عربوں کی حالت اس سلسلہ میں بہت ہی افسوسناک ہے۔

اس سے میری رگ وہابیت پھڑک اٹھی۔ میں نے ڈاکٹر سے کہا: اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ بھی وہابی الفکر ہیں۔ آخر وہ لوگ بھی تو یہی کہتے ہیں جو آپ فرما رہے ہیں کہ کوئی ولی وغیرہ نہیں ہے۔

ڈاکٹر: جی نہیں! میں وہابی نہیں ہوں۔ مسلمانوں میں افسوسناک بیماری یہ ہے کہ یا تو حدِ افراط پر ہیں یا حدِ تفریط پر۔ یا تو وہ ہر اس خرافات تک کو مان لیں گے جس پر نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی اور یا ہر چیز کو جھٹلانے پر تل جائیں گے۔ چاہے وہ انبیاءؑ کے معجزات ہی ہوں۔ بلکہ اپنے نبیؐ کے معجزات اور حدیثوں کا صرف اس لئے انکار کر بیٹھتے ہیں کہ ان کی خواہشات کے مطابق نہیں ہیں یا جو من گھڑت عقیدہ ان کا ہے اس عقیدہ کے خلاف ہے۔ کچھ لوگ مشرق کی کہتے ہیں تو کچھ مغرب کی۔

صوفی لوگ کہتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر کا ایک ہی وقت میں بغداد اور ٹیونس دونوں جگہ پہونچنا ممکن ہے وہ ایک ہی وقت میں ٹیونس کے مریض کو شفا دے سکتے ہیں اور عین اسی وقت دجلہ سے ڈوبنے والے کو نکال سکتے ہیں یہ افراط ہے ــــ وہابی ــــ صوفیوں کے بالکل برخلاف ــــ ہر چیز کو جھٹلاتے ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ اگر کوئی نبیؐ کو وسیلہ بنائے تو اس کو بھی مشرک کہتے ہیں یہ تفریط ہے۔ برادر نہ یہ درست ہے نہ وہ۔ بلکہ جیسا کہ خدا نے کہا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (پ ۲ س البقرہ، آیت ۱۴۳)

ترجمہ: اور (جس طرح تمہاری قبلہ کے بارے میں ہدایت کی) اسی طرح تم کو عادل امت بنایا تاکہ لوگوں کے مقابلہ میں تم گواہ بنو۔ اور رسول (محمدؐ) تمہارے مقابلہ میں گواہ بنیں — ہم کو اس طرح ہونا چاہئے۔

ڈاکٹر کا کلام مجھے بہت پسند آیا میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اور جو کچھ اس نے کہا تھا اس پر اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر نے اپنا بیگ کھول کر عبدالقادر جیلانی کے بارے میں اپنی لکھی ہوئی ایک کتاب مجھے بطور ہدیہ پیش کی۔ اور کھانے کی دعوت دی۔ لیکن میں نے معذرت کر لی۔ پھر ہم لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ کبھی ٹیونس کے بارے میں کبھی شمال افریقہ کے بارے میں یہاں تک کہ ہمارا دوست واپس آیا اور ہم لوگ رات کو گھر پہونچے۔ پورا دن زیارتوں اور بحث و مباحثہ میں گزار دیا تھا۔ مجھے تھکن کا احساس ہو رہا تھا۔ لہذا لیٹتے ہی سو گیا۔

علی الصباح اٹھ کر نماز پڑھی۔ اور اس کتاب کا مطالعہ شروع کر دیا جو عبدالقادر کے زندگی سے متعلق تھی۔ میرا دوست اس وقت اٹھا جب میں آدھی کتاب پڑھ چکا تھا۔ اور وقتاً فوقتاً تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ناشتہ کے لئے آتا رہا۔ لیکن جب تک میں نے کتاب ختم نہیں کر لی ناشتہ کے لئے نہیں اٹھا اس نے گویا مجھے باندھ دیا تھا اور مجھے شک ہو گیا تھا مگر شک زیادہ تر نہیں رہا۔ عراق سے نکلتے نکلتے شک دور ہو چکا تھا۔

شکوک و سوالات

تین دن تک اپنے دوست کے یہاں مستقل آرام کرتا رہا اور یہاں لوگوں کے بارے میں سوچتا رہا جن کو میں نے انکشاف کیا تھا گویا یہ لوگ چاند پر رہنے والے تھے۔ (اگر ایسا نہیں تھا تو) ان کے بارے میں لوگوں نے صرف رسوا کن اور غلط پروپیگنڈے کیوں کئے تھے؟ ان کی معرفت کے بغیر ان کو کیوں ناپسند کرتا رہا۔ اور کیوں ان کی طرف سے کینہ رکھتا تھا؟ شاید ان سب پروپیگنڈوں کا نتیجہ ہو۔ جو مسلسل ان کے خلاف کئے جاتے تھے کہ یہ لوگ علیؑ کی پرستش کرتے ہیں۔ اور اپنے ائمہؑ کو خدا کا مرتبہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں خدا ان کے اماموںؑ میں حلول کئے ہوئے ہے یہ لوگ خدا کے بجائے پتھر (سجدگاہ) کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ قبر رسولؐ پر صرف اس لئے آتے ہیں ۔۔۔ جیسا کہ میرے باپ حج کی واپسی پر بیان کیا کرتے تھے ۔۔۔۔ کہ قبر مطہر پر غلاظت و گندگی ڈالیں اسی لئے سعودیوں نے گرفتار کرکے ان کو قتل کرنے کا حکم دے دیا..... اور یہ لوگ..... اور یہ لوگ..... جو جی چاہے ان کے بارے میں کہئے کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔

ذرا سوچئے مسلمان ان چیزوں کو سن کر شیعوں سے کیسے کینہ نہ رکھے گا۔ اور ان کو کیوں کر دشمن نہ رکھے گا۔ بلکہ ان سے قتال پر کیوں کر آمادہ نہ ہوگا۔

لیکن میں (اپنے ان تجربات کے بعد) کیوں کر ان پروپیگنڈوں کا یقین کر لوں۔ میں نے جو کچھ بھی دیکھا ہے یا سنا ہے یہ آنکھوں دیکھا اور اپنے کانوں سنا ہے۔ اب تو ان کے درمیان رہتے ہوئے ایک ہفتہ سے زیادہ ہو گیا۔ میں نے ان کی ہر بات عقل و منطق کے مطابق پائی۔ ان کی باتیں عقلوں میں اتر جاتی ہیں۔ بلکہ سچ پوچھئے تو ان کی عبادتیں، نمازیں، دعائیں، اخلاق، علماء کا احترام مجھے اتنا پسند آیا کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں بھی ان کی طرح ہو جاتا۔ میں خود اپنے سے پوچھتا ہوں کیا یہ لوگ واقعی رسول اکرم

کو ناپسند کرتے ہیں؟ میں جب بھی حضورؐ کا نام لیتا ہوں ــــ اور زیادہ تر ان لوگوں کا امتحان لینے کے لئے ایسا کرتا ہوں ــــ تو یہ لوگ دل وجان اور پورے خلوص کے ساتھ زور سے کہتے ہیں: "اللّٰھم صل علی محمدٍ وآل محمد" پہلے میں یہ بھی سوچتا تھا کہ کہیں یہ لوگ منافقت نہ برتتے ہوں۔ لیکن جب میں نے ان کی کتابوں کو پڑھا تو پتہ چلا کہ یہ لوگ شخصیت رسولؐ کی اس قدر احترام، تقدیس، تنزیہ کے قائل ہیں جس کا عشر عشیر بھی ہماری کتابوں میں نہیں ہے تو میری سار بدگمانی دور ہو گئی۔ یہ لوگ تو رسول اکرمؐ کو قبل از بعثت بھی اور بعد از بعثت بھی معصوم مانتے ہیں اور ہم اہل سنت والجماعت صرف تبلیغ قرآن کے سلسلہ میں معصوم مانتے ہیں، اس کے علاوہ ان کو اپنا جیسا خطا کار انسان مانتے ہیں۔ بلکہ ہم تو آنحضرتؐ کو خطا کار اور بعض صحابہ کی رای کو خطا سے مبرا سمجھتے ہیں ہمارے پاس اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ حالانکہ شیعہ حضرات کسی بھی قیمت پر رسولؐ کی غلطی اور دوسروں کی تصویب کو تسلیم ہی نہیں کرتے پھر ان تمام باتوں کے باوجود میں کیسے مان لوں کہ شیعہ رسولؐ کو ناپسند کرتے ہیں؟

یہ کیسے ممکن ہے ایک دن میں نے اپنے دوست سے درج ذیل گفتگو کی اور اس کو قسم دلائی کہ بالکل صاف صاف بات کرو۔ گفتگو یہ تھی۔

میں۔ : کیا آپ لوگ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ کو نبی مانتے ہیں؟ کیونکہ آپ لوگوں میں سے جو بھی ان کا تذکرہ کرتا ہے "علیہ السّلام" ضرور لگا دیتا ہے۔

دوست : نہیں نہیں! ہم لوگ جب امیر المومنینؑ یا کسی امامؑ کا ذکر کرتے ہیں تو "علیھم السّلام" کہتے ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ حضرات انبیاءؑ ہیں۔ یہ حضرات ذریت رسولؐ اور آنحضرتؐ کی عترت ہیں۔ جن پر خدا نے قرآن میں صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے ہم لوگ "علیھم الصلاۃ والسّلام" بھی کہتے ہیں۔

میں : برادرم ہم لوگ صرف رسول اللہؐ اور آپ سے پہلے والے انبیاءؑ پر صلاۃ وسلام کے قائل ہیں اس میں حضرت علی اور ان کی اولاد رضی اللہ عنھم کا کوئی دخل نہیں ہے۔

میں : میں آپ سے خواہش کرتا ہوں کہ آپ مزید مطالعہ کیجئے تاکہ حقیقت واضح ہو جائے۔

میں : میرے دوست میں کون سی کتاب پڑھوں ؟ کیا آپ نے مجھ نہیں فرمایا تھا کہ احمد امین کی کتابیں شیعوں پر حجت نہیں ہیں۔ تو پھر اسی طرح شیعوں کی کتابیں ہمارے لئے حجت نہیں ہیں۔ اور نہ ہم ان پر بھروسہ کرتے ہیں۔ کیا آپ نے نہیں کہا تھا، عیسائیوں کی جو کتابیں معتمد ہیں۔ ان میں حضرت عیسیٰ کا قول تحریر ہے کہ: "میں خدا کا بیٹا ہوں" جب کہ قرآن کہتا ہے ــــ اور قرآن اصدق القائلین ہے ــــ حضرت عیسیٰ کی زبانی نقل کرتے ہوئے: میں نے تو ان سے صرف وہی کہا تھا جس کا تو نے حکم دیا تھا کہ اس خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا (سب ہی کا) رب ہے۔

دوست : جی ہاں! میں نے کہا تھا اور آپ سے بھی جس کا مطالبہ کرتا ہوں وہ یہی ہے کہ آپ عقل، منطق کو استعمال کریں اور قرآن کریم اور سنت صحیحہ سے استدلال کریں جب گفتگو کسی مسلمان سے ہو۔ لیکن اگر گفتگو کسی یہودی یا عیسائی سے ہو تو استدلال قرآن سے نہیں کیا جائے گا

میں : میں کس کتاب سے حقیقت کا پتہ لگاؤں کیوں کہ ہر مؤلف، ہر فرقہ، ہر مذہب کا دعویٰ ہے کہ وہی حق پر ہے باقی سب باطل پر ہیں۔

دوست : میں بہت ہی بدیہی و حسی دلیل پیش کرتا ہوں مسلمان اختلاف مذاہب و تشتت فرق کے باوجود اس دلیل پر متفق ہیں مگر آپ نہیں جانتے یہ تعجب ہے۔ آپ دعا کیجئے! رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا اچھا یہ بتائیے کیا آپ نے یہ آیت پڑھی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (پ ۲۲ س ۳۳ (احزاب) آیت ۵۶)

اسمیں شک نہیں کہ خدا اور اس کے فرشتے پیغمبر (اور ان کی آل) پر درود بھیجتے ہیں۔ تو اے ایماندارو! تم بھی درود بھیجتے رہو اور برابر سلام کرتے رہو : ــــ کی تفسیر پڑھی ہے ؟

شیعہ و سنی تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اصحاب کرام رسولؐ اللہ کے پاس آکر بولے: ہم کو یہ تو معلوم ہوگیا کہ آپ پر کیونکر سلام بھیجیں لیکن یہ نہیں معلوم کیونکر درود بھیجیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا اس طرح کہو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اور دیکھو میرے اوپر کبھی دُم کٹی درود نہ بھیجنا! اصحاب نے پوچھا سرکارؐ یہ دم کٹی درود کیا ہے؟ فرمایا: اللّٰھم صلّ علی محمدؐ کہہ کر چپ ہو جانا (سنو) خدا کامل ہے کامل ہی کو قبول کرتا ہے ان تمام اسباب کی وجہ سے صحابہ اور تابعین سب نے رسولؐ خدا کے حکم کو پہچان لیا اور وہ سب مکمل درود بھیجا کرتے تھے اسی لئے امام شافعی نے اہل بیتؑ کے لئے فرمایا ہے ؎

یا آل بیت رسول اللہ حبکم + فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفاکم من عظیم القدر انکم + من لم یصل علیکم لا صلاۃ لہ

اے اہل بیت رسولؐ تمہاری محبت تو اس قرآن میں واجب کی گئی ہے جس کو خدا نے نازل فرمایا ہے۔ تمہاری جلالت قدر کے لئے یہی بات کافی ہے کہ جو تم پر (نماز میں) درود نہ بھیجے اس کی نماز، نماز ہی نہیں ہے۔

میرے دوست کا کلام میرے کانوں میں رس گھول رہا تھا اور دل میں اترتا جا رہا تھا اور میرا نفس اس کو قبول کرنے پر آمادہ تھا۔ سابقاً میں نے یہ بات کسی کتاب میں پڑھی تھی، مگر اس وقت زور دینے کے باوجود کتاب کا نام یاد نہیں آرہا تھا۔ میں نے اتنا تو مان لیا کہ ہم لوگ بھی جب رسولؐ پر درود بھیجتے ہیں تو آل و اصحاب سب ہی پر بھیجتے ہیں۔ لیکن شیعوں کی طرح صرف حضرت علیؑ کے ذکر پر علیہ السلام نہیں کہتے

میرے دوست نے مجھ سے پوچھا۔ بخاری کے بارے میں کیا خیال ہے؟ وہ سنی تھے یا شیعہ؟

میں: اہل سنت والجماعت کے بڑے جلیل القدر امام تھے۔ خدا کی کتاب کے بعد ان کی کتاب تمام کتابوں سے زیادہ صحیح ہے۔ میرے اتنا کہنے پر میرا دوست اٹھا اور اپنی لائبریری سے صحیح بخاری نکال

لایا۔ اور بخاری کھول کر جس صفحہ کو تلاش کر رہا تھا۔ تلاش کر کے مجھے دیا اور کہا پڑھو! میں نے پڑھنا شروع کیا: مجھ سے فلاں بن فلاں نے بیان کیا اور اس سے علیؑ نے الخ میری آنکھوں کو یقین نہیں آرہا تھا اور اتنا تعجب ہوا کہ مجھے شبہ ہونے لگا کیا یہ واقعی صحیح بخاری ہے؟ میں اسے چینی کے ساتھ صفحہ اور کور کو دیکھنے لگا۔ جب میرے دوست کو احساس ہوا کہ مجھے شک ہے تو اس نے مجھ سے کتاب لے کر ایک دوسرا صفحہ نکال کر دیا۔ اس میں تھا مجھ سے علی ابن الحسین (علیہما السلام) نے بیان کیا۔ اس کو دیکھنے کے بعد میں نے کہا سبحان اللہ! میرا دوست (شاید) میرے اس جملہ سے قانع ہو کر مجھے تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔ اور میں سوچنے لگا۔ بار بار ان صفحات کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا اور پڑھتا رہا اور یہ تلاش کرتا رہا کہ یہ کتاب کہاں چھپی ہے؟ دیکھا تو مصر کی شرکۃ الحلبی و اولادہ کی مطبوعہ ہے۔ اور وہیں سے نشر کی گئی ہے۔

خدایا! میں کب تک مکابرہ کروں۔ کب تک دشمنی کروں اس نے تو ہماری بخاری جیسی دلیل پیش کر دی اور امام بخاری قطعاً شیعہ نہیں تھے۔ یہ تو سنیوں کے امام اور بہت بڑے محدث تھے کیا میں یہ حقیقت تسلیم کر لوں یعنی ان کی طرح علی علیہ السلام کہنے لگوں۔ لیکن مجھے ڈر لگتا ہے کہیں اس حقیقت کے ماننے پر کئی اور حقیقتوں کو نہ ماننا پڑے۔ مجھے اس حقیقت کا اعتراف پسند نہیں ہے۔ میں اپنے دوست سے دو مرتبہ شکست کھا چکا ہوں۔ ایک تو عبدالقادر جیلانی کی قداست کو چھوڑ کر مجھے اعتراف کرنا پڑا تھا کہ (امام) موسی الکاظم ان سے اولیٰ ہیں۔ اور یہ بھی تسلیم کر لیا تھا کہ علیؑ کے ساتھ علیہ السلام جائز ہے۔ لیکن اس مرتبہ شکست نہیں کھانا چاہتا۔ اسے میں وہی تو ہوں جو کچھ دنوں پہلے مصر میں مانا ہوا عالم تھا اپنے اوپر فخر کرتا تھا' ازہر شریف کے علماء میری تعریف کرتے تھکتے نہیں تھے۔ اور آج میں اپنے کو مغلوب، شکست خوردہ محسوس کر رہا ہوں۔ وہ بھی کن لوگوں کے سامنے! جن کو ہمیشہ غلطی پر سمجھا کرتا تھا۔ میں لفظ "شیعہ" کو گالی سمجھتا تھا۔

(درحقیقت) یہ تکبر اور حب ذات ہے۔ یہ انانیت 'عصبیت' لجوج پن ہے۔ خداوندا! مجھے رشد کا الہام کر دے! میری (حقیقت کے قبول کرنے پر) مدد فرما چاہے وہ تلخ ہو! پروردگارا میری بصارت و بصیرت کو کھول دے، صراط مستقیم تک میری ہدایت فرما، مجھے ان لوگوں میں سے قرار دے جو باتوں

کو سن کر اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ خدایا مجھے حق دکھا دے، مجھے حق کی پیروی کی توفیق مرحمت کر دے۔ میری نظر میں باطل کو باطل قرار دیدے۔ مجھے اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔

میرا دوست جب گھر واپس آیا تو میں اپنے ان دعائیہ کلمات کی تکرار کر رہا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا: خدا ہم کو تم کو تمام مسلمانوں کو ہدایت دے اور خدا نے کہا ہے: جو لوگ ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستہ کی ضرور ہدایت کرتے ہیں اور خدا تو احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے: اس آیت میں جہاد سے مراد حقیقت تک پہونچنے کے لئے علمی بحث و مباحثہ کرنا ہے جو شخص حق کا متلاشی ہوتا ہے خدا اس کو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

نجف کا سفر

ایک رات میرے دوست نے مجھے بتایا کل انشاءاللہ نجف چلیں گے۔ میں نے پوچھا نجف کیا ہے؟ اس نے کہا وہاں حوزہ علمیہ ہے اور الامام علیؑ ابن ابیطالب کا مرقد (مطہر) ہے مجھے اس پر بڑا تعجب ہوا کہ حضرت علیؑ کی قبر مشہور کیسے ہے؟ کیونکہ ہمارے بزرگ کہتے ہیں۔ سیدنا علیؑ کی قبر معروف کا کہیں وجود نہیں ہے۔

ہم لوگ ایک عمومی گاڑی پر سوار ہو کر کوفہ پہنچے وہاں ہم اتر گئے۔ مسجد کوفہ جو ایک اسلامی آثار قدیمہ میں سے ہے اس کی زیارت کی۔ میرا دوست تاریخی چیزوں کو دکھاتا رہا۔ مسلم بن عقیلؑ اور ہانی بن عروہ کی زیارت کرائی۔ اور مختصراً ان کی شہادت کا ذکر کیا۔ اور مجھے اس محراب میں بھی لے گیا۔ جس میں حضرت علیؑ کو شہید کیا گیا تھا۔ اس کے بعد ہم نے امام علیؑ کا وہ مکان بھی دیکھا۔ جس میں آپ اپنے دونوں بیٹوں سیدنا حسنؑ و سیدنا حسینؑ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ اس مکان میں ایک کنواں بھی ہے جس کے پانی سے یہ لوگ وضو بھی کرتے تھے اور اسی کے پانی کو پیتے تھے۔ میں نے وہاں ایسی روحانیت محسوس کی کہ اتنی دیر کے لئے دنیا و مافیہا کو فراموش کر بیٹھا۔ اور میں امام علیؑ کے زہد میں ڈوب گیا کہ آپ امیرالمومنین اور چوتھے خلیفۂ راشد ہو کر بھی ایسی معمولی زندگی بسر کرتے تھے۔

یہ بات لائق توجہ ہے کہ وہاں کے لوگ بڑے با مروت و متواضع ہیں۔ ہم لوگ جدھر سے گزر جاتے تھے لوگ احتراماً کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور ہم کو سلام کرتے تھے۔ میرا دوست ان میں سے اکثر کو پہچانتا بھی تھا۔ معہد کوفہ کے مدیر نے ہماری دعوت کی وہاں ہماری ملاقات اس

کے بچوں سے ہوئی اور وہ رات اسی کے پاس ہم لوگوں نے بڑی راحت و آرام سے بسر کی۔ مجھے تو یہ محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے اپنے قبیلہ و خاندان میں ہوں۔ وہ لوگ جب اہل سنت والجماعت کا ذکر کرتے تو کہتے: ہمارے سنی بھائی! ہم ان کی گفتگو سے جب مانوس ہو گئے تو ہم نے بطور امتحان بعض سوالات بھی کئے کہ دیکھیں یہ لوگ کہاں تک سچے ہیں؟

اس کے بعد ہم نجف کے لئے روانہ ہو گئے جو کوفہ سے دس کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں پہونچتے ہی مجھے بغداد کی مسجد الکاظمیہ کی یاد تازہ ہو گئی کہ سنہری منارے جن کے بیچ میں خالص سونے کا گنبد تھا۔ شیعہ زائرین کی حسب عادت ہم نے بھی اذن دخول پڑھ کر حرم امام علیؑ میں قدم رکھا۔ یہاں مجھے (حضرت امام) موسیٰ الکاظمؑ کی مسجد جامع سے زیادہ تعجب خیز چیز دکھائی دی۔ اپنی عادت کے مطابق میں نے فاتحہ پڑھی لیکن یہ شک بہرحال رہا کہ آیا اس قبر میں الامام علیؑ کا جسم ہے؟ میں نے اپنے کو قانع کرنا چاہا لیکن کہاں کوفہ کا وہ سادہ سا مکان جس میں امامؑ رہتے تھے اور کہاں یہ! میں نے اپنے دل میں کہا حاشا و کلا جب کہ پوری دنیا میں مسلمان فاقوں سے مر رہے ہوں تو کیا علیؑ اس سونے و چاندی پر راضی ہو سکتے ہیں؟ خصوصاً جب کہ راستہ میں فقراء ہاتھ پھیلائے گزرنے والوں سے بھیک مانگ رہے تھے۔ میری زبان حال کہہ رہی تھی۔ اے شیعو! تم غلطی پر ہو کم از کم اپنی غلطی کا تو اعتراف کر ہی لو کہ رسولؐ اکرم نے حضرت علیؑ کو تمام قبروں کو برابر کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ پھر آخر یہ سونے و چاندی سے لدی ہوئی قبریں! اگر یہ شرک باللہ نہ بھی ہوں تو کم از کم ایسی فاش غلطی ضرور ہے جس کو اسلام معاف نہیں کر سکتا۔

میرے دوست نے ایک خشک مٹی کے ٹکڑے (سجدہ گاہ) کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے مجھ سے پوچھا کیا تم بھی نماز پڑھنا چاہتے ہو؟ میں نے تیزی سے جواب دیا۔ ہم لوگ قبور کے اردگرد نماز نہیں پڑھا کرتے۔ دوست نے کہا اچھا تو پھر اتنی دیر انتظار کرو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ کر آجاؤں۔ اس کے انتظار میں ضریح پر جو چیزیں ٹنگی ہوئی تھیں ان کو پڑھنے لگا اور سنہری جالیوں کے بیچ سے اندر کی چیزوں کو دیکھنے لگا۔ جس کے اندر دنیا کے سکوں کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے

درہم، ریال، دینار، لیرہ سب ہی کچھ یہ وہ تبرکات تھے جو زائرین ضریح کے اندر ڈال دیا کرتے تھے تاکہ روضہ کے متعلق جو امور خیر انجام دئیے جائیں۔ ان میں یہ بھی شریک ہوجائیں۔ وہ سکے اتنے زیادہ تھے کہ میرا خیال ہے مہینوں میں جمع ہوئے ہونگے۔ لیکن میرے دوست نے مجھے بتایا کہ ذمہ دار حضرات روزانہ نماز عشاء کے بعد ان سکوں کو نکال لیتے ہیں۔ یہ صرف ایک دن میں ڈالے گئے سکے ہیں۔

میں اپنے دوست کے پیچھے پیچھے مدہوش ہوکر نکلا گویا۔ میری تمنا یہ رہی تھی کہ کاش اس میں سے تھوڑا سا مجھے بھی مل جاتا۔ یا فقراء و مساکین پر تقسیم کردیا جاتا۔ کیونکہ فقراء و مساکین کی تعداد بھی ایسی ماشاءاللہ تھی۔ روضہ کے چاروں طرف جو دیوار کھینچی ہوئی ہے۔ روضہ سے نکل میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ کہیں پر نماز جماعت ہو رہی تھی۔ اور ایک دو نہیں کئی کئی اور کہیں پر کوئی خطیب تقریر کررہا تھا اور لوگ بیٹھے سن رہے تھے خطیب بڑے اونچے منبر پر تھا۔ اتنے میں کچھ لوگوں کے رونے کی آوازیں بھی آنے لگیں۔ کچھ سسک سسک کر رو رہے تھے کچھ زور زور سے اور اپنے سینہ پر ہاتھ مار رہے تھے۔ میں نے چاہا کہ دوست سے پوچھوں کہ ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ رو رہے ہیں اور سر و سینہ کوٹ رہے ہیں کہ اتنے میں ہمارے قریب سے ایک جنازہ گزرا بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ صحن سے پتھر اکھاڑ رہے ہیں اور اس میں میت کو رکھ رہے ہیں۔ اس وقت میرا خیال یہ ہوا کہ اس عزیز میت پر یہ لوگ رو رہے ہونگے۔

میرا دوست حرم کے ایک گوشہ میں بنی ہوئی ایک ایسی مسجد میں لے گیا۔ جہاں پوری مسجد میں سجادہ بچھا ہوا تھا اور اس کے محراب میں بہت ہی جلی اور عمدہ خط سے قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ میری نظر ان چند بچوں پر جا کر جم گئی جو عمامہ لگائے محراب کے قریب مشغول مباحثہ تھے۔ اور ہر ایک کے ہاتھ میں کتاب تھی۔ اس بہترین منظر کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوا۔ میں نے ابھی تک ایسے شیوخ نہیں دیکھے تھے۔ جن کی عمریں تیرہ سال سے لیکر سولہ سال تک تھیں۔ اس لباس نے ان کے جمال و خوبصورتی میں چار چاند لگا دیئے تھے۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا کہ یہ چاند کے ٹکڑے ہیں۔ میرے دوست نے ان سے "السید" کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے بتایا وہ نماز جماعت پڑھانے گئے ہیں۔ میں نہیں سمجھا کہ جس "السید" کے بارے میں میرے دوست نے پوچھا ہے وہ کون ہے؟ البتہ اتنا ضرور سمجھ گیا تھا کہ وہ کوئی عالم دین ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس سے مراد "السید الخوئی" ہیں جو فی الحال زعیم الحوزۃ العلمیہ ہیں۔ شیعوں کے یہاں "السید" صرف انھیں کو کہا جاتا ہے۔ جو خاندان رسالت سے ہوں اور "السید" خواہ عالم ہو یا طالب علم سیاہ عمامہ باندھتا ہے جب کہ دوسرے علماء سفید عمامہ باندھتے ہیں اور "الشیخ" سے مخاطب کئے جاتے ہیں۔ وہاں کچھ اور اشراف لوگ ہیں جو عالم تو نہیں ہیں۔ مگر شریف ہیں وہ لوگ سبز عمامہ باندھتے ہیں

میرے دوست نے مجھ سے کہا۔ آپ یہاں تشریف رکھئے میں ذرا سید سے ملاقات کرا لوں۔ ان طلاب نے مجھے مرحبا کہا اور تقریبا نصف دائرہ کی صورت میں بیٹھ گئے۔ اور میں ان کے چہروں کو دیکھ رہا تھا اور یہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ گناہوں سے پاک ہیں ان کی سیرت اور ان کا باطن بہت شفاف ہے۔ اتنے میں میرے ذہن میں رسول اکرمؐ کی

حدیث یاد آگئی۔ ہر انسان فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنا دیتے ہیں یا عیسائی بنا دیتے ہیں یا مجوسی بنا دیتے ہیں! میں نے اپنے دل میں کہا: یا اس کو شیعہ بنا دیتے ہیں۔

ان طلاب نے مجھ سے پوچھا آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ میں نے کہا ٹیونس کا! انھوں نے پوچھا کیا آپ کے یہاں بھی حوزات علمیہ ہیں؟ عرض کیا یونیورسٹیاں اور مدارس ہیں۔ اس کے بعد تو چاروں طرف سے سوالات کی بوچھار ہونے لگی۔ اور ہر سوال مرکزی اور مشکل تھا۔ میں ان بے چاروں کو کیا بتاتا جن کا عقیدہ یہ ہے کہ پورے عالم اسلام میں حوزات علمیہ ہیں، جن میں فقہ، اصول الدین والشریعہ اور تفسیر پڑھائی جاتی ہے۔ ان کو یہ نہیں معلوم کہ عالم اسلام میں اور ہمارے ملکوں میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ مدارس قرآنیہ کے بدلے بچوں کے لئے باغیچے بنوا دیئے گئے ہیں جن کی نگرانی نصرانی راہبات کے سپرد ہے اب کیا میں ان سے کہہ دیتا کہ آپ لوگ ہمارے بہ نسبت بہت پسماندہ ہیں؟

ایک نے انھیں میں سے پوچھا ٹیونس میں کون سا مذہب رائج ہے؟ میں نے کہا مالکی! میں نے دیکھا کہ بعض ہنسنے لگے۔ لیکن میں نے کوئی توجہ نہیں کی۔ ان میں سے ایک نے کہا: آپ لوگ مذہب جعفری کو بھی جانتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں یہ کون سا نیا نام ہے؟ نہیں ہم لوگ مذاہب اربعہ ـــ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی ـــ کے علاوہ کسی اور مذہب کو نہیں جانتے اور جو مذہب ان چاروں کے علاوہ ہوگا وہ یقیناً غیر اسلامی ہوگا۔

اس نے ہنستے ہوئے کہا: معاف کیجئے گا مذہب جعفری ہی خالص اسلام ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ ابو حنیفہ امام جعفر صادقؑ کے شاگرد تھے؟ اور اسی سلسلہ میں ابو حنیفہ نے کہا ہے "لَوْلَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ النُّعْمَانُ" اگر دو سال (جو امام جعفر صادقؑ کی شاگردی میں گزارے) نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔ میں یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ اور کوئی جواب نہیں دیا۔

ان لوگوں نے ایک ایسی بات کہہ دی جس کو میں نے آج سے پہلے سنا ہی نہیں تھا لیکن میں نے خدا کی حمد کی کہ ان کے امام ـــ امام جعفر صادقؑ ـــ امام مالک کے استاد نہیں تھے۔ لہٰذا میں نے کہا ہم لوگ مالکی ہیں۔ حنفی نہیں ہیں۔ اس جوان نے کہا چاروں مذاہب والے بعض نے بعض سے تعلیم حاصل کی ہے۔ احمد بن حنبل نے امام شافعی سے تحصیل کیا ہے اور امام شافعی نے امام مالک سے، امام مالک نے امام ابوحنیفہ سے اور امام ابوحنیفہ نے امام جعفر صادقؑ سے سب کچھ اخذ کیا ہے! اسی طرح سب کے سب جعفر بن محمدؑ کے شاگرد ہیں۔ امام جعفر صادقؑ پہلے آدمی ہیں جنھوں نے اپنے جد کی مسجد (مسجد النبیؐ) میں جامعہ اسلامیہ (اسلامی یونیورسٹی) کی بنیاد ڈالی اور چار ہزار سے زیادہ محدث و فقیہ نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ مجھے اس بچے کے حافظہ پر بہت تعجب ہوا۔ یہ جو باتیں کہہ رہا تھا۔ اس طرح کہہ رہا تھا۔ جیسے ہم لوگ قرآن کے سوروں کو یاد کر کے فر فر سناتے ہیں اور اس وقت تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے بعض تاریخی مصادر کے حوالوں کو جلدوں، ابواب و فصول کے ساتھ بیان کرنا شروع کر دیا۔ اس نے اس طرح میرے ساتھ گفتگو شروع کر دی جیسے کوئی استاد اپنے طالب علم سے کرتا ہے۔ میں نے اس کے سامنے اپنی کمزوری کا اچھی طرح احساس کر لیا تھا اور اس وقت میری تمنا یہ تھی کہ کاش اپنے دوست کے ساتھ میں بھی چلا گیا ہوتا۔ ان بچوں میں نہ پھنسا ہوتا۔ ان میں سے جس نے بھی فقہ یا تاریخ کے بارے میں جو سوال پوچھا وہ ایسا ہی تھا کہ میں جواب نہیں دے سکا۔ ایک نے پوچھا ائمہ میں سے کس کی تقلید کرتے ہیں۔ میں نے کہا امام مالک کی! اس نے کہا: آپ اس میت کی تقلید کیونکر کرتے ہیں جس میں اور آپ میں چودہ صدی کا فاصلہ ہے؟ اگر آپ ان سے اس وقت کے جدید مسائل کے بارے میں پوچھیں تو کیا وہ جواب دے سکیں گے؟ میں نے تھوڑی دیر سوچا اس کے بعد کہا تمہارے امام جعفر صادقؑ کو مرے ہوئے بھی چودہ سو سال گزر چکے ہیں آپ لوگ کس کی تقلید کرتے ہیں؟ تمام بچوں نے فوراً جواب دیا: ہم لوگ السید الخوئی کی تقلید کرتے ہیں۔ وہی اس وقت ہمارے

قائدو مرجع ہیں ! میں یہ نہ سمجھ پایا کہ الخوئی اعلم ہیں یا (امام) جعفر الصادقؑ ؟

مختصر یہ کہ میں ان بچوں کے ساتھ موضوع بدلنے کی فکر میں تھا۔ میں ان سے ایسا سوال کرنا چاہتا تھا جس سے وہ میرا مسئلہ بھول جائیں۔ چنانچہ میں نے ان سے نجف کی آبادی کے بارے میں پوچھا اور یہ پوچھا کہ نجف و بغداد میں کتنا فاصلہ ہے ؟ کیا آپ لوگوں نے عراق کے علاوہ کوئی اور ملک بھی دیکھا ہے ؟ وہ جیسے جواب دیتے تھے میں فوراً دوسرا سوال کر دیتا تھا میرا مقصد ان کو الجھائے رکھنا تھا تاکہ یہ مجھ سے سوالات نہ کر سکیں۔ کیونکہ میں نے احساس کر لیا تھا کہ میں ان بچوں کے مقابلہ میں کمزور ہوں۔ لیکن ان کے سامنے تو اعتراف کر نہیں کر سکتا تھا اگرچہ دل میں معترف تھا کیونکہ وہ عزت و بزرگی و علم جو مصر میں مجھے حاصل ہوا تھا۔ وہ بخارات بن کر یہاں اڑ گیا۔ خصوصاً ان بچوں سے ملنے کے بعد کہنے والے کی اس حکمت کو پہچان گیا جس نے کہا ہے ۔

فَقُلْ لِمَنْ یدعی فی العلم فلسفۃ

عرفت شیئاً وغابت عنک اشیاء

ترجمہ: "اس شخص سے کہہ دو جو علم میں فلسفہ بگھارتا ہو کہ تم نے ایک ہی چیز کو پہچانا ہے اور بہت سی چیزیں تم سے غائب ہو گئیں ہیں" اور میں نے یہ طے کر لیا کہ ان بچوں کی عقل ازہر کے ان بوڑھوں سے زیادہ ہے جن سے میرا معاملہ ہوا تھا۔ اور ان بزرگوں سے بھی زیادہ ہے جن کی معرفت مجھے تیونس میں حاصل ہوئی تھی ۔

اتنے میں السید الخوئی تشریف لائے اور ان کے ساتھ علماء کی ایک جماعت تھی جن کے چہرے سے ہیبت و وقار ظاہر ہو رہا تھا۔ سارے طلاب تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے انھیں کے ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا۔ اور سب آگے بڑھ بڑھ کر السید الخوئی کا ہاتھ چومنے لگے لیکن میں اپنی جگہ پر میخ کی طرح قائم رہا۔ سید کے بیٹھتے ہی سب بیٹھ گئے۔ سید خوئی نے ہر ایک کو مخاطب کر کے مساکم اللہ بالخیر کہنا شروع کر دیا جس سے وہ کہتے تھے وہ بھی جواب

میں یہی کہتا تھا۔ یہاں تک کہ میرا نمبر آیا تو میں نے بھی وہی کہہ دیا۔ اس کے بعد میرے دوست نے سید خوئی سے آہستہ آہستہ میری طرف اشارہ کر کے کچھ کہا۔ اور مجھ سے کہا آپ سید کے قریب آجائیے۔ سید نے مجھے اپنے داہنی طرف بٹھایا۔ سلام و دعا کے بعد میرے دوست نے مجھ سے کہا سید سے بتاؤ کہ تیونس میں تم شیعوں کے بارے میں کیا سنتے رہے ہو؟ میں نے کہا برادر جو قصے کہانیاں وہاں سنتے رہے ہیں۔ وہی ہمارے لئے کافی ہیں۔ میرے نزدیک سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ میں یہ معلوم کروں کہ شیعہ کیا کہتے ہیں؟ میں کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ جوابات بالکل صریح ہوں۔ لیکن میرے دوست نے اصرار کرنا شروع کر دیا کہ پہلے آپ سید کو بتائیے کہ آپ کا عقیدہ شیعوں کے بارے میں کیا ہے؟

میں: ہمارے نزدیک شیعہ اسلام کے لئے یہود و نصاریٰ سے زیادہ سخت نقصان دہ ہیں۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ جناب موسیٰؑ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں لیکن شیعہ (جیسا کہ ان کے بارے میں سنا جاتا ہے) علیؑ کی عبادت کرتے ہیں اور انھیں کی تقدیس بیان کرتے ہیں۔ ہاں شیعوں میں ایک فرقہ ہے جو خدا کی عبادت کرتا ہے۔ لیکن وہ بھی حضرت علیؑ کو حضرت رسولؐ کی جگہ جانتے ہیں۔ پھر میں نے جبرئیل کا قصہ بتایا کہ شیعوں کی بنا پر انھوں نے کتنی بڑی خیانت کی کہ رسالت علیؑ تک پہونچانے کے بجائے محمدؐ کو پہونچا گئے۔

سید خوئی نے تھوڑی دیر سر جھکایا اور میری طرف دیکھتے ہوئے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ خدا ان پر اور ان کی پاک و پاکیزہ آل پر رحمت نازل کرے اور (حضرت) علیؑ اللہ کے ایک بندے ہیں۔ اس کے بعد دوسرے بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے اور میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگے: دیکھو غلط پروپیگنڈے کس طرح لوگوں کو غلط راستہ پر ڈال دیتے ہیں اور یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے میں نے دوسروں سے اس سے بھی زیادہ سنا ہے۔ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا:

سید : کیا آپ نے قرآن پڑھا ہے ؟

میں : دس سال کی عمر میں آدھا قرآن حفظ کر لیا تھا ۔

سید : کیا آپ جانتے ہیں کہ اسلامی فرقے اپنے مذہبی اختلافات کے باوجود قرآن کریم پر متفق ہیں؟ جو قرآن ہمارے پاس موجود ہے ۔ وہی قرآن آپ حضرات کے پاس بھی موجود ہے ۔

میں : جی ہاں ! اس بات کو جانتا ہوں ۔

سید : پھر کیا آپ نے خداوند عالم کا یہ قول نہیں پڑھا " وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (پ ۴ س (آل عمران) آیت ۱۴۴) اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو صرف رسول ہیں (خدا نہیں ہیں) ان سے پہلے اور بھی بہتیرے پیغمبر گزر چکے ہیں ۔۔ اسی طرح خدا کا یہ قول مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ (پ ۲۶ س (فتح) آیت ۲۹) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خدا کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بڑے سخت ہیں اسی طرح خدا کا یہ قول : مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (پ ۲۲ س (احزاب) آیت ۴۰) ۔ (لوگو) محمد تمہارے مردوں میں سے (حقیقۃً) کسی کے باپ نہیں ہیں ۔ بلکہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں ۔

میں : جی ہاں ! میں ان آیات کو بخوبی جانتا ہوں ۔

سید : پھر اس میں علیؑ کی نبوت کا کہاں ذکر ہے ؟ جب ہمارا قرآن محمدؐ کو رسول اللہ کہتا ہے تو ہمارے اوپر یہ الزام کہاں سے لگا دیا گیا ؟ میں خاموش ہو گیا ۔ میرے پاس کوئی جواب بھی نہیں تھا ۔ سید نے پھر کہنا شروع کیا رہی جبرئیلؑ کی خیانت والی بات تو (حاشا للہ واستغفر اللہ) یہ تو پہلے الزام سے بھی بدتر ہے ۔ کیونکہ خدا نے جب جبرئیلؑ کو آنحضرتؐ کے پاس بھیجا ہے تو محمدؐ کی عمر چالیس سال تھی اور علیؑ کا بچپنا تھا حضرت علیؑ کی عمر چھ سال سال رہی ہوگی ۔ پس کیا جبرئیلؑ بوڑھے اور بچے میں فرق نہیں کر سکتے تھے ؟

سید خوئی کی اس منطقی دلیل پر میں کافی دیر خاموش رہا اور ان کی دلیلوں کے بارے میں

سر جھکائے ہوئے غور کرتا رہا اور اس گفتگو کی چاشنی محسوس کرتا رہا۔ جو میرے دل کی گہرائیوں میں اتر گئی تھی۔ اور جس نے میری آنکھوں سے پردہ اٹھایا تھا میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا اس منطق کو کون نہ ماننے گا؟

سید : سید نے اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں تمام اسلامی فرقوں میں صرف اور صرف ایک فرقہ شیعہ ہے جو انبیاءؑ اور ائمہؑ کی عصمت کا قائل ہے۔ جب ہمارے ائمہؑ جو ہماری طرح کے بشر ہیں۔ وہ معصوم ہیں تو پھر جبرئیلؑ جو ملک مقرب اور خدا نے ان کو "الروح الامین" کہا ہے بھلا وہ کیسے خطا کار ہو سکتے ہیں؟

میں : پھر ان پروپگنڈوں کا مدرک کیا ہے؟

سید : جو اسلام دشمن عناصر ہیں اور مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کرنا چاہتے ہیں ایک کو دوسرے سے لڑانا چاہتے ہیں یہ انھیں لوگوں کی کارستانیاں ہیں۔ ورنہ مسلمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں خواہ سنی ہوں یا شیعہ کیونکہ سب ہی ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ کوئی مشرک نہیں ہے سب کا قرآن ایک ہے نبی ایک ہے۔ قبلہ ایک ہے۔ شیعہ و سنی میں صرف فقہی اختلافات ہیں جیسے خود اہل سنت میں ہیں کہ مالک ابو حنیفہ کے مخالف ہیں اور وہ شافعی کے وھکذا۔

میں : اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ لوگوں کے بارے میں جو باتیں کہی جاتی ہیں وہ محض افترا ہیں

سید : آپ بحمد اللہ عقلمند ہیں۔ تجربہ کار ہیں، شیعہ شہروں کو دیکھا ہے۔ متوسط طبقوں میں گھومے بھی ہیں کیا آپ نے اس قسم کے خرافات اپنی آنکھوں سے دیکھی یا کسی شیعہ سے سنی ہیں؟

میں : جی نہیں! نہ میں نے دیکھا ہے نہ سنا ہے میں خدا کی حمد کرتا ہوں کہ اس نے شیخ یا استاد منعم سے میری ملاقات کرا دی یہی میرے عراق آنے کا سبب بنے ہیں۔ اور یہاں میں نے بہت سی چیزوں کو پہچانا ہے۔ جن کو میں جانتا بھی نہیں تھا۔

یہ سن کر میرا دوست منعم زور سے ہنسا اور بولا انھیں چیزوں میں سے حضرت علیؑ کی قبر کا وجود بھی ہے۔ میں نے اشارہ سے روکا اور کہنے لگا۔ میں نے یہاں آکر بہت کچھ سیکھا۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان بچوں سے بھی سیکھا ہے اور میری تمنا ہے کاش مجھے مہلت ملتی کہ اس طرح کے حوزہ علمیہ میں بھی تعلیم حاصل کرتا۔

سید: اھلاً و سہلاً۔ اگر آپ علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو حوزہ آپ کی ذمہ داری لیتا ہے۔ اور میں آپ کا خادم ہوں۔ اس پیش کش کو تمام حاضرین نے پسند کیا۔ خصوصاً میرے دوست منعم کا چہرہ تو خوشی کے مارے دمک رہا تھا۔

میں: لیکن میں شادی شدہ ہوں بیوی کے علاوہ دو بچے بھی ہیں۔

سید: میں آپ کے تمام لوازمات کا متکفل ہوتا ہوں گھر، تنخواہ اور جس کی بھی ضرورت ہو۔ اہم چیز یہ ہے کہ آپ تعلیم حاصل کریں۔ میں نے تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد اپنے دل میں کہا یہ بات غیر معقول ہے کہ پانچ سال مدرس رہ کر میں پھر طالب علم ہوں اور اتنی جلدی میں فیصلہ کرنا بھی آسان نہیں ہے۔

میں نے سید خوئی کی اس پیشکش پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور عرض کیا کہ عمرہ سے واپسی کے بعد اس موضوع پر سنجیدگی سے غور کروں گا۔ سردست تو مجھے کتابوں کی شدید ضرورت ہے اس پر سید خوئی نے حکم دیا ان کو کتابیں دے دی جائیں اس حکم پر کچھ علما اٹھے اور کچھ الماریوں کو کھولا اور پلک جھپکتے ہی میرے سامنے کتابوں کا انبار تھا۔ کچھ نہیں تو تقریباً ستر دورے رہے ہوں گے۔ ہر شخص ایک دورہ لے آیا اور سید خوئی نے فرمایا: یہ میری طرف سے ہدیہ ہے! میں نے دیکھا کہ اتنی زیادہ کتابوں کا ہمراہ لے جانا بہت ہی مشکل ہے خصوصاً جب کہ میں سعودیہ جا رہا ہوں۔ اور سعودی حضرات کسی قسم کی کتاب اپنے ملک میں داخل نہیں ہونے دیتے کہ کہیں ان کے عقائد کے خلاف باتیں لوگوں تک پہونچ جائیں۔ لیکن میں نے ان کتابوں کے بارے میں تفریط سے کام نہیں لینا چاہا۔ میں نے تو اپنی زندگی میں ایسی کتابیں نہیں دیکھی تھیں۔

لہٰذا اپنے دوست منعم اور حاضرین سے کہا میرا راستہ کافی طویل ہے۔ دمشق وارد ہوتے ہوئے سعودیہ جاتا ہے۔ واپسی میں اور لمبا ہے میں مصر و لیبیا ہوتا ہوا ٹیونس پہونچوں گا وزن کی زیادتی کے علاوہ اکثر حکومتیں اپنے ملک میں کتابیں نہیں داخل ہونے دیتیں۔ اس پر سید خوئی نے کہا، آپ اپنا اڈریس ہم کو دیتے جائیے ہم آپ کے پتہ پر بھجوادیں گے۔ یہ رائے مجھے بہت پسند آئی۔ چنانچہ میں نے اپنا شخصی کارڈ جس پر ٹیونس کا پتہ تھا۔ ان کے حوالہ کردیا۔ اور شکریہ ادا کیا۔ جب رخصت ہوکر چلنے کے لئے کھڑا ہوا تو وہ بھی کھڑے ہوگئے۔ اور فرمایا: میں آپ کے لئے سلامتی کی دعا کرتا ہوں۔ آپ جب میرے جدؐ کی قبر پر پہونچیں تو میرا سلام کہہ دیں۔ اس جملے سے تمام حاضرین متاثر ہوگئے اور میں بھی بہت متاثر ہوا۔ میں نے دیکھا ان کی آنکھیں ڈبڈبا آئی ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا ناممکن ہے کہ یہ لوگ غلطی پر ہوں۔ ناممکن ہے کہ یہ جھوٹے ہوں۔ ان کی ہیبت، عظمت، تواضع بتا رہی تھی کہ واقعاً یہ شریف خاندان سے ہیں۔ پھر میں بے اختیار ہوکر معانقہ کرنے کے بجائے ان کے ہاتھوں کو چومنے لگا۔

میرے کھڑے ہوتے ہی سب لوگ کھڑے ہوگئے۔ اور مجھے سلام کرنے لگے۔ وہ بچے جو مجھ سے مجادلہ کر رہے تھے۔ کچھ ان میں سے میرے ساتھ ہوگئے۔ اور مجھ سے خط و کتابت کے لئے میرا اڈریس مانگنے لگے جو میں نے دے دیا۔

سید خوئی کی مجلس میں جو لوگ بیٹھے تھے ان میں سے ایک کی دعوت پر ہم کو پھر کوفہ جانا پڑا اور یہ صاحب منعم کے دوست ابو شبر تھے۔ ہم ان کے گھر اترے اور چند مثقف (ایجوکیٹڈ) نوجوانوں کے ساتھ ساری رات ہم لوگوں نے باتوں میں کاٹ دی۔ ان نوجوانوں میں کچھ سید محمد باقر الصدر کے شاگرد بھی تھے۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ آپ سید صدر سے بھی ملاقات کریں۔ اور انھوں نے اطمینان دلایا کہ اگلے دن ہم ملاقات کرادیں گے۔ میرے دوست منعم کو بھی یہ تجویز بہت پسند آئی۔ لیکن ان کو اس کا بہت افسوس تھا کہ کسی ضروری کام کی وجہ سے جو بغداد میں درپیش ہے وہ ہمارے ساتھ باقر الصدر کے یہاں نہ جاسکیں گے۔ آخر کار ہم لوگ اس

بات پر متفق ہو گئے کہ جب تک منعم بغداد سے واپس نہ آجائیں ہم سب ان کے انتظار میں تین، چار دن ابوشبر ہی کے مکان میں قیام کریں۔ چنانچہ منعم نماز صبح کے بعد روانہ ہو گئے۔ اور ہم لوگ سونے کے لئے چلے گئے۔

یہ واقعہ ہے کہ جن طلاب کے ساتھ میں رات بھر جاگا تھا ان سے کافی استفادہ کیا اور مجھے اس پر کافی تعجب ہوا کہ حوزہ میں آخر کتنے مختلف قسم کے علوم و فنون پڑھائے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ طلاب علوم اسلامی مثلاً فقہ، شریعت، توحید کے علاوہ اقتصادیات، علم الاجتماع، علم سیاست، تاریخ، لغات علوم فلک اور نہ جانے کیا کیا پڑھا کرتے تھے۔

سید باقر الصدر سے ملاقات

سید ابو شبر کے ساتھ میں سید محمد باقر الصدر کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں انھوں نے مجھے مشہور علماء اور تقلید وغیرہ کے بارے میں بتانا شروع کیا۔ جب سید محمد باقر الصدر کے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ پورا گھر طلاب علوم دین سے بھرا ہوا ہے زیادہ تر ان میں عمامہ پوش نوجوان تھے۔ سید محمد باقر الصدر ہمارے احترام میں کھڑے ہو گئے اور سلام کیا۔ سبھوں نے مجھے آگے بڑھا دیا۔ سید صدر نے میری بہت خاطر مدارات کی اپنے بغل میں بیٹھنے کی جگہ دی۔ تونس، الجزائر اور وہاں کے مشہور علماء کے بارے میں مجھ سے سوالات کرنے لگے جیسے الخضر حسین، الطاہر بن عاشور وغیرہ وغیرہ۔ مجھے ان کی گفتگو بہت پسند آئی۔ اس ہیبت و احترام کے باوجود جوان کے چہرے سے عیاں تھا اور جس کا اظہار حاضرین سے ہو رہا تھا۔ میں نے اپنے لئے کوئی زحمت نہیں محسوس کی۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں ان کو پہلے سے جانتا ہوں۔ اس جلسہ سے مجھے کافی فائدہ ہوا کیونکہ طلاب کے سوالات اور سید کے جوابات دونوں کو سن رہا تھا۔ اور اس وقت مجھے زندہ علماء کی تقلید کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ ہوا جو بڑی وضاحت کے ساتھ اور ڈائرکٹ تمام اعتراضات کے جوابات دیتے ہیں۔ اور اب مجھے یقین ہو گیا کہ شیعہ بھی مسلمان ہیں جو صرف خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور محمدؐ کی رسالت کو مانتے ہیں کیونکہ کبھی کبھی مجھے شک ہوتا تھا اور شیطان میرے دل میں وسوسہ پیدا کرتا تھا کہ میں نے جو کچھ دیکھا ہے کہیں صرف ایک ڈرامہ نہ ہو۔ جس کو یہ لوگ تقیہ کہتے ہیں ـــــ یعنی جو عقیدہ رکھتے ہیں اس کے برخلاف اظہار کرتے ہیں ـــــ لیکن یہ شک بہت جلد زائل ہو گیا اور وسوسے ختم ہو گئے کیونکہ یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے کہ جتنے بھی لوگوں کو میں نے دیکھا اور سنا ہے (اور ان کی تعداد ہزاروں میں ہے) وہ سب کے سب تمـ

ڈرامہ پیش کرتے ہوں، اور آخر اس ڈرامہ کی ضرورت کیلئے ہے؟ میں ایسا کون سا آدمی ہوں؟ ان کی نظروں میں میری اتنی اہمیت کیوں ہونے لگی کہ یہ میری خاطر تقیہ کرنے لگیں؟ اور پھر ان کی قدیم کتابیں جو صدیوں پہلے لکھی گئی ہیں۔ یا نئی کتابیں جو مہینوں پہلے چھپ چکی ہیں سب ہی میں وحدانیت خدا اور ثنائے رسالت ہے جیساکہ ان کتابوں کے مقدموں میں خود میں نے پڑھا تھا۔ (پھر ان سب کو کیوں کر تقیہ پر محمول کروں؟) اور اس وقت میں سید باقر الصدر کے مکان میں ہوں جو عراق وخارج عراق میں مشہور ترین مرجع ہیں۔ جب بھی ان کی زبان پر نام محمدؐ آتا ہے تمام حاضرین بیک زبان زور سے کہتے ہیں: اللھم صل علیٰ محمدؐ وآل محمدؐ۔

جب نماز کا وقت آیا تو سب لوگ اس مسجد میں گئے۔ جو سید کے گھر کے پہلو میں تھی۔ وہاں سید صدر نے نماز ظہرین باجماعت پڑھائی۔ اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں صحابہ کرام کے درمیان زندگی بسر کر رہا ہوں۔ کیونکہ ظہر وعصر کے بیچ میں ایک نمازی نے ایسی دعا پڑھی کہ میں جھوم اٹھا اس کی آواز میں جادو تھا۔ دعا ختم ہونے کے بعد سب نے کہا: اللھم صل علیٰ محمدؐ وآل محمدؐ۔ پوری دعا میں خدا کی حمد وثنا تھی پھر محمدؐ وآل محمدؐ کی تعریف و درود کا ذکر تھا۔

سید صدر نماز کے بعد محراب میں بیٹھ گئے اور لوگوں نے چپکے چپکے اور زور زور سے مسائل پوچھنے شروع کر دیئے وہ چپکے سے پوچھے گئے سوال کا جواب آہستہ سے اور زور سے پوچھے گئے سوال کا جواب زور سے دیتے تھے۔ سائل کو جب جواب مل جاتا تھا تو سید کا ہاتھ چوم کر چلا جاتا تھا۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے پاس ایسا جید عالم ہے جو ان کی مشکلات کو حل کرتا ہے اور انھیں جیسی زندگی بسر کرتا ہے۔

آخر ہم سید صدر کی بزم وصحبت سے واپس آئے اور اسکی یاد آج بھی ہمارے دل میں کسک پیدا کرتی ہے۔ سید صدر نے ہمارے ساتھ جو عنایت و مہربانی اور میزبانی فرمائی تھی اس نے قبیلہ، خاندان کیا مجھے اپنے اہل وعیال کو بھلا دیا تھا۔ مجھے ان کے حسن اخلاق، تواضع، عمدہ معاملہ کی وجہ سے یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ اگر ایک ماہ ان کے ساتھ رہ گیا تو شیعہ ہو جاؤں گا۔

وہ جب بھی مجھے دیکھتے تھے مسکراتے تھے اور خود ابتدا بہ سلام کرتے تھے۔ مجھ سے کہتے تھے کسی چیز کی کمی تو نہیں ہے؟ ان چار دنوں میں صرف سونے کے علاوہ ہر وقت ان کے ساتھ رہتا تھا۔ ان سے ملنے والوں اور ہر طرف سے آنے والے علماء کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ میں نے وہاں سعودیوں کو دیکھا جب کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ حجاز میں بھی شیعہ ہوں گے۔ اسی طرح بحرین، قطر، امارات، لبنان، سوریہ، ایران، افغانستان، ترکی، افریقہ ہر جگہ کے علماء آتے تھے اور سید بذاتِ خود ان سے گفتگو فرماتے تھے۔ ان کی ضرورتوں کو پورا کرتے تھے اور جب وہ جاتے تھے تو خوش و خرم ہو کر جاتے تھے۔ میں یہاں پر ایک واقعہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اور اس میں سید کا فیصلہ سنانا چاہتا ہوں اور اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کا ذکر ضروری بھی ہے تاکہ مسلمانوں کو احساس ہو کہ حکم خدا کو کھو کر انھوں نے کتنا بڑا نقصان اٹھایا ہے۔

سید صدر کے پاس چار آدمی آئے میرا خیال ہے کہ وہ سب عراقی تھے کیونکہ ان کا لہجہ خلیجی کھاریا تھا۔ ان میں سے ایک نے اپنے جد (دادا) سے مکان بطور میراث حاصل کیا تھا۔ اور اس مکان کو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا۔ خریدار بھی موجود تھا۔ بیچنے کے ایک سال بعد دو بھائی آئے اور انھوں نے ثابت کیا کہ میت کے شرعی وارث ہم ہیں لہٰذا مکان ہمارا ہے۔ چاروں سید کے سامنے بیٹھ گئے اور ہر ایک نے اپنے اپنے کاغذات اور دلائل پیش کئے۔ سید صدر نے سارے کاغذات پڑھنے کے بعد ان سے گفتگو کی اور پھر چند منٹوں میں فیصلہ دے دیا کہ خریدار کو مکان میں حق تصرف ہے اور مکان اسی کا ہے اور بیچنے والے سے کہا تم نے مکان کی جو قیمت لی ہے وہ ان دونوں بھائیوں کو ان کے حصہ کے برابر واپس کر دو۔ اور پھر سب سید کا ہاتھ چوم کر روانہ ہو گئے اور آپس میں معانقہ کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر میں دہشت زدہ ہو گیا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ میں نے ابو شبر سے پوچھا کیا جھگڑا ختم ہو گیا؟ اس نے کہا: ہاں! سب نے اپنا حق لے لیا۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! اتنی آسانی سے اتنے مختصر وقت میں

اتنا بڑا جھگڑا ختم ہو گیا؟۔ ہمارے یہاں تو کم سے کم دس سال لگ جاتے اور اس میں کوئی نہ کوئی مر جاتا۔ اور پھر یہ چکر ان کی نسلوں میں چلتا۔ اور محکمہ اور وکیلوں کو جو رقم دی جاتی وہ مکان کی قیمت سے زیادہ نہ بھی ہوتی تو اس مدت میں مکان کے برابر رقم ضرور خرچ ہو جاتی۔ اور پھر محکمۂ ابتدائی (کچہری) سے لے کر محکمہ استیناف (ہائی کورٹ) تک اور پھر جزا و سزا ایک زمانہ گزر جاتا اور کمر توڑ اخراجات، رشوتوں، خستگی و پریشانیوں کے بعد انجام میں آپس میں عداوت و دشمنی قبیلوں میں بغض و عناد پیدا ہوتا۔ ابو شبر نے بتایا ہمارے یہاں بھی یہی بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ہے! میں نے پوچھا وہ کیسے؟ انھوں نے کہا اگر لوگوں نے اپنے مقدمے گورنمنٹ کی عدالت میں پیش کر دیئے تو پھر ان کا بھی یہی حشر ہوتا ہے۔ لیکن جو لوگ دینی مرجع کی تقلید کرتے ہیں اور اسلامی احکام کی پابندی کرتے ہیں وہ اپنے جھگڑے صرف مراجع کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں وہ حضرات منٹوں میں فیصلہ کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ تم نے ابھی دیکھا۔ اور عقلمند قوم کے لئے بھلا اللہ سے بہتر کون حکم کر سکتا ہے؟ سید صدر نے تو ان سے ایک پیسہ بھی نہیں لیا۔ لیکن اگر یہ حکومتی عدالتوں میں جاتے تو وہ لوگ ان کے سروں کو بھی ننگا کر دیتے (یعنی جسم سے کپڑے اتار لیتے) اس تعبیر و محاورہ پہ مجھے خوب ہنسی آئی کیونکہ یہ محاورہ ہمارے یہاں بھی آج تک بولا جاتا ہے میں نے کہا سبحان اللہ! میں اب تک اس کو جھٹلاتا رہا۔ اور اگر میں نے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیا ہوتا تو کبھی بھی باور نہ کرتا۔ ابو شبر نے کہا: برادر آپ اسکی تکذیب نہ کریں یہ تو بہت ہی معمولی سا واقعہ ہے دوسرے واقعات جو بہت زیادہ الجھے ہوتے ہیں۔ جن میں خون بہتا ہے ایسے واقعات کا یہ مراجع چند گھنٹوں کے اندر فیصلے کر دیا کرتے ہیں۔ میں نے تعجب سے کہا: اس کا مطلب یہ ہوا کہ عراق میں دو متوازی حکومتیں ہیں؟ انھوں نے کہا نہیں نہیں حکومت تو صرف ایک ہی ہے۔ لیکن وہ شیعہ حضرات جو مراجع کی تقلید کرتے ہیں۔ ان کا حکومت سے کوئی واسطہ نہیں ہے کیونکہ اس وقت کی حکومت یعنی کہ بے اسلامی حکومت نہیں ہے اس لئے شیعہ حضرات یہاں سکونت کی وجہ سے شہری حقوق، شخصی حقوق، ٹیکس، وغیرہ میں حکومت وقت ہی کے پابند ہیں۔ لہذا اگر کسی غیر شیعہ سے

کوئی جھگڑا ہو جائے تو یہ بھی مجبوراً اپنا معاملہ گورنمنٹ ہی کی عدالت میں پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ غیر شیعہ مسلمان عالم دین کو قاضی بنانے پر راضی نہیں ہوتا لیکن اگر دونوں شیعہ ہوں تو پھر مراجع فیصلہ کرتے ہیں جیسے اگر دونوں غیر شیعہ ہوں تو حتماً حکومت کے فیصلہ کو مانتے ہیں۔ ہمارے یہاں دینی مرجع جو حکم دے دے وہ تمام شیعوں پر نافذ ہوگا۔ اس لئے جن جھگڑوں کا فیصلہ مرجع کرتا ہے وہ اسی وقت ختم ہو جاتے ہیں جبکہ حکومت کے فیصلے مہینوں کیا سالوں طول پکڑ جاتے ہیں۔

یہ ایسی بات تھی جو میرے دل سے چپک گئی کہ ان لوگوں میں احکام الٰہی پر رضامندی کا شعور ہے اور خدا کے اس قول کا مطلب سمجھ میں آگیا:

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ... وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ .... وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ... (پ ۶ س (مائدہ) آیت ۴۴، ۴۵، ۴۷)

ترجمہ: اور (سمجھ لو) جو شخص خدا کی نازل کی ہوئی (کتاب) کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں .... اور جو شخص خدا کی نازل کی ہوئی (کتاب) کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں، اور جو شخص خدا کی نازل کی ہوئی (کتاب) کے موافق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بدکار ہیں — اسی طرح میرے دل میں ان ظالموں کے لئے نفرت و کینہ پیدا ہو گیا جو خدا کے "مبنی بر انصاف" احکام کے بدلے "بشری مبنی بر ظلم" احکام کا اجرا کرتے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ بڑی بے شرمی و بے حیائی کے ساتھ احکام الٰہی کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں خدائی احکام وحشی و بربری ہیں۔ کیونکہ ان میں اجرائے حدود ہوتا ہے۔ چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے، زانی کو رجم کر دیا جاتا ہے، قاتل کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ بھلا سوچئے تو یہ اجنبی نظریات کہاں سے آئے؟ ظاہر ہے یہ سب مغرب کی دین سے اور ان دشمنان اسلام کی طرف سے پھیلائے گئے ہیں۔ جن پر اسلامی قوانین کی رو سے قتل کا حکم نافذ ہو چکا تھا۔ کیونکہ یہ سب چور، خائن، زانی، مجرم، قاتل ہیں کاش ان پر احکام الٰہی نافذ ہو گئے ہوتے تو آج ہم سکون و چین سے سوتے۔

سید صدر اور میرے درمیان اس دوران مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی اور میں ان سے ہر اس چھوٹی بڑی بات کے بارے میں سوال کرتا تھا جس کو میرے دوستوں نے شیعوں کے عقائد کے بارے میں مجھ سے بیان کئے تھے اور یہ کہ شیعہ صحابہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ اور اپنے ائمہؑ کے بارے میں کیا نظریات رکھتے ہیں اور اس کے علاوہ دیگر وہ چیزیں جو ان کے عقائد کے خلاف تھیں۔ ان کو نمک مرچ لگا کر مجھ سے بیان کرتے تھے میں نے ایک ایک کر کے سید صدر سے سب کے بارے میں پوچھا۔

چنانچہ میں نے ان سے امام علیؑ کے بارے میں پوچھا کہ آپ لوگ اذان میں ان کی ولایت کی گواہی کیوں دیتے ہیں؟

سید صدر: حضرت امیر المومنین علیؑ خدا کے ان بندوں میں تھے جن کو خدا نے منتخب کیا تھا اور ان کو شرف بخشا تھا کہ انبیاء کے بعد مسلسل کارہائے رسالت کو انجام دیں اور وہی بندے انبیاء کے اوصیاء ہیں۔ ہر نبی کا ایک وصی تھا اور حضرت علیؑ رسول خداؐ کے وصی تھے۔ خدا اور رسولؐ کی بیان کردہ فضیلتوں کی بنا پر ہم حضرت علیؑ کو تمام صحابہ پر فضیلت دیتے ہیں۔ اور اس موضوع پر قرآن و حدیث سے نقلی دلیلوں کے ساتھ ہم عقلی دلیلیں بھی رکھتے ہیں اور ان دلیلوں میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ یہ جہاں ہمارے اعتبار سے صحیح و متواتر ہیں اہل سنت والجماعت کے طریقوں سے بھی صحیح و متواتر ہیں۔ ہمارے علماء نے اس موضوع پر بہت کتابیں لکھی ہیں اور چونکہ اموی حکومت نے اس حقیقت کو چھپانے اور علیؑ و آل علیؑ سے جنگ کر کے ان کو قتل و غارت کر کے انتہا، یہ ہے کہ مسلمانوں کے منبروں سے حضرت علیؑ پر لعنت اور سب و شتم کرا کے اور لوگوں کو اس پر زور و زبردستی سے آمادہ کر کے حضرت علیؑ کا نام و نشان مٹا دیا جاتا تھا۔ اس لئے ان کے شیعہ ان کے ماننے والوں نے اذان میں اعلان کرنا شروع کر دیا کہ وہ ولی اللہ ہیں اور کسی بھی مسلمان کے لئے ولی اللہ کو سب و شتم کرنا جائز نہیں ہے یہ کام صرف ظالم حکومت کے ارادوں کو ناکام بنانے کے لئے کیا گیا تھا۔

تاکہ عزت خدا اس کے رسولؐ اور مومنین ہی کے لئے رہے اور تاکہ یہ ایک تاریخی کارنامہ بن جائے جس سے مسلمان نسلاً بعد نسل اس بات کا احساس کرتے رہیں کہ علیؑ حق پر تھے اور ان کے دشمن باطل پر تھے۔

ہمارے فقہاء نے شہادت ثالثہ (یعنی علیؑ ولی اللہ) کو مستحب کہا ہے نہ کہ واجب کہا ہے۔ اور نہ اذان و اقامت کا جزء کہا ہے۔ اگر مؤذن یا اقامت کہنے والا جزء کی نیت سے کہے تو اسکی اذان و اقامت باطل ہے اور عبادات و معاملات میں مستحبات تو الی ماشاء اللہ ہیں جن کا شمار بھی ممکن نہیں ہے اگر کوئی ان کو بجا لاتا ہے تو ثواب ملے گا نہیں بجا لاتا ہے تو کوئی عقاب نہیں ہے۔ مثلاً مستحب ہے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کے بعد اَشْهَدُ اَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَاَنَّ النَّارَ حَقٌّ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ کہے:

میں : ہمارے علماء نے ہم کو بتایا ہے کہ افضل خلفاء بالتحقیق سیدنا ابوبکر الصدیق ہیں اس کے بعد سیدنا عمر فاروق ہیں۔ اس کے بعد سیدنا عثمان اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

سید صدر : تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولے : ہر ایک کے منہ میں زبان ہے جس کا جو جی چاہے کہہ سکتا ہے۔ لیکن ادلہ شرعیہ سے ثابت کرنا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ اہل سنت کے معتبر و صحیح کتابوں میں جو لکھا ہے۔ یہ قول اس کے صریحی طور سے مخالف ہے کیونکہ ان کی کتابوں میں ہے افضل الناس ابوبکر ہیں اس کے بعد عثمان اس میں حضرت علیؑ کا نام بھی نہیں ہے ان کو تو بازاری لوگوں میں شمار کیا گیا ہے۔ حضرت علیؑ کا نام تو متأخرین علماء نے خلفائے راشدین کے نام کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

میں : اس کے بعد میں نے ان سے سجدہ گاہ کے بارے میں پوچھا جس کو یہ حضرات "التربۃ الحسینیۃ" کہتے ہیں۔

سید صدر : سب سے پہلی بات تو یہ معلوم ہونی چاہئے کہ ہم "مٹی پر سجدہ کرتے ہیں" "مٹی کو سجدہ نہیں کرتے

جیسا کہ بعض لوگ جو شیعوں کو بدنام کرتے ہیں۔ اس قسم کی شہرت دیتے ہیں۔ سجدہ صرف خداوند عالم ہی کے لئے ہوتا ہے۔ اور شیعہ سنی سب کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ سب سے افضل زمین پر سجدہ کرنا ہے یا جو چیزیں زمین سے اگتی ہوں ان پر سجدہ کرنا ہے بشرطیکہ کھائی نہ جاتی ہوں۔ اس کے علاوہ کسی اور چیز پر سجدہ جائز نہیں ہے رسولؐ اسلام مٹی کا فرش بنا لیتے تھے یا کبھی مٹی اور گھاس پوس کی سجدہ گاہ بنا لیتے تھے۔ اور اس پر سجدہ فرماتے تھے۔ یہی تعلیم اصحاب کو بھی دی وہ لوگ بھی زمین پر یا سنگریزوں پر سجدہ کرتے تھے کپڑے کے گوشہ پر سجدہ کرنے سے منع فرماتے تھے۔ ہمارے یہاں یہ چیز بدیہیات میں سے ہے۔ امام زین العابدینؑ نے اپنے باپ کی قبر سے تھوڑی سی مٹی اٹھالی تھی اور اسی پر سجدہ کرتے تھے۔ کیونکہ وہ طیب و طاہر مٹی تھی۔ اس پر سید الشہداؑ کا خون بہا تھا۔ یہی سیرت آج تک شیعوں میں جاری ہے ہم یہ ہرگز نہیں کہتے کہ خاک شفا کے علاوہ کسی مٹی پر سجدہ جائز ہی نہیں ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں ہر پاک مٹی اور پاک پتھر پر سجدہ جائز ہے۔ جیسے چٹائی اور اس سجادے پر جائز ہے جو کھجور کی پتیوں سے بنائے گئے ہوں۔

میں : سیدنا الحسین (رض) کا ذکر آجانے کی وجہ سے میں نے کہا: شیعہ کیوں روتے ہیں؟ اور کیوں منہ پر طمانچے مارتے ہیں؟ اور اتنا اپنے کو مارتے ہیں کہ خون بہنے لگتا ہے۔ یہ تو اسلام میں حرام ہے کیونکہ رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے: جو منہ پر طمانچے مارے اور گریبان چاک کرے، جاہلیت کے دعوے کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے!

سید صدر: حدیث تو صحیح ہے لیکن امام حسینؑ کے ماتم پر منطبق نہیں ہوتی کیونکہ جو خون حسینؑ کا انتقام لینے کا اعلان کرے، حسین کے راستہ پر چلنے وہ جاہلیت کا دعویٰ نہیں کر سکتا اس کے علاوہ شیعہ انسان ہیں ان میں عالم بھی ہیں جاہل بھی ہیں۔ ان کے بھی احساسات ہیں۔ جب امام حسینؑ اور ان کے اہل و عیال، اصحاب و انصار کے قتل، ہتک حرمت، اسیری کا تذکرہ سنتے ہیں تو ان کے جذبات بھڑک اٹھتے ہیں۔ اس پر وہ لائق اجر ہیں کیونکہ ان کی نیتیں سب فی سبیل اللہ ہیں

اور خدا اپنے بندوں کی ان نیتوں پر جزا دیتا ہے۔ خود میں نے چند ہفتے قبل مصری حکومت کی رسمی تقریروں کو جو جمال عبدالناصر کی موت پر نشر کی گئی تھیں، سنا ہے اس میں کہا گیا تھا کہ جب جمال عبدالناصر کی موت کی خبر نشر ہوئی ہے تو آٹھ آدمیوں نے خودکشی کر لی تھی، کچھ نے اپنے کو چھت کے اوپر سے گرا دیا تھا۔ کچھ لوگ ریل کے نیچے آ کر کٹ گئے تھے۔ وغیرہ وغیرہ زخمی اور دیوانہ ہو جانے والے اس کے علاوہ تھے۔ اس قسم کے واقعات بہت ہیں۔ جو صاحبان عواطف (جذباتی حضرات) کو در پیش آتے ہیں۔ تو جب مسلمان جمال عبدالناصر کی موت پر اپنے کو ہلاک کر سکتے ہیں۔ حالانکہ جمال عبدالناصر کی موت طبعی و فطری تھی۔ تو کیا ہم شیعوں کو یہ حق نہیں ہے کہ ہم اہل سنت کے بارے میں حکم لگائیں کہ وہ غلطی پر ہیں؟ البتہ سنیوں کو یہ حق نہیں ہے کہ اپنے شیعہ بھائیوں پر حکم لگائیں کہ وہ امام حسینؑ پر گریہ کرنے کے سلسلہ میں غلطی پر ہیں۔ کیونکہ انھوں نے امام حسینؑ کے عاشور کے مصائب ہی سننے میں زندگی کاٹ دی ہے، اور آج تک مصائب ہی کی زندگی بسر کرتے چلے آ رہے ہیں۔ امام حسینؑ پر تو خود رسولؐ خدا روئے ہیں۔ اور ان کے رونے پر جبرئیلؑ رونے لگے ہیں۔ تو کیا رسول کو غلط کہا جا سکتا ہے؟

میں : شیعہ حضرات اپنے اولیاء کے قبور پر سونے چاندی کے نقش و نگار کیوں بناتے ہیں۔ جب کہ اسلام نے حرام قرار دیا ہے؟

سید صدر: یہ بات شیعوں ہی کے لئے تو مخصوص نہیں ہے اور نہ حرام ہے۔ برادران اہلسنت کی مسجدیں خواہ وہ عراق میں ہوں یا مصر میں یا ترکی میں یا کسی اور اسلامی ملک میں ہر جگہ ان میں سونے چاندی کے نقش و نگار بنائے جاتے ہیں۔ اسی طرح مدینہ میں مسجد رسولؐ بھی ہے مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ پر ہر سال ایسا غلاف چڑھاتے ہیں۔ جس پر سونے سے نقش و نگار اور آیات کندہ ہوتی ہیں اور کروڑوں درہم خرچ ہوتا ہے یہ بات شیعوں ہی کے لئے مخصوص نہیں ہے (ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند)

میں : سعودی علماء کہتے ہیں: قبروں کا مس کرنا، صالحین سے دعا کرنا، ان سے حصول برکت کرنا

یہ سب شرک ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

سید صدر: اگر قبروں کو اس نیّت سے مس کرنا (چومنا) اور صالحین سے یہ سمجھ کر دعا کرنا کہ یہ نفع و ضرر پہونچاتے ہیں تب تو یہ شرک ہے اس میں دو رائے نہیں ہے۔ مسلمان موحد ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ صرف خدا ہی نفع و ضرر پہونچاتا ہے۔ مسلمان اولیاء یا ائمہ (علیہم السّلام) سے دعا اس لئے کرتا ہے کہ یہ حضرات خدا کی بارگاہ میں اس کے لئے وسیلہ بن جائیں اور یہ شرک نہیں ہے۔ اور اس بات پر تمام مسلمان چاہے وہ شیعہ ہوں یا سنی رسولؐ خدا کے زمانہ سے آج تک متفق ہیں۔ سوائے وہابیوں کے یعنی سعودی علماء کے جن کا آپ نے ذکر کیا۔ اور جو اپنے جدید مذہب سے جو اسی صدی کی پیداوار ہے مسلمانوں کے اجماع کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے اعتقادات کے ذریعہ سارے مسلمانوں میں فتنہ کا بیج بو دیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیدیا ہے۔ ان کا خون مباح قرار دیدیا۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جو بوڑھے حاجیوں کو صرف اس حکم پر اندھا دھند پیٹتے ہیں کہ وہ بیچارے جوشِ عقیدت میں کہتے ہیں: "السّلام علیک یا رسول اللّٰہ" آنحضرتؐ کی ضریح مقدس کو چومنے نہیں دیتے۔ ان لوگوں نے ہمارے علماء سے کئی مناظرے بھی کئے۔ لیکن سب میں اپنی ہٹ دھرمی پر باقی رہے

جناب سید شرف الدین۔ جو ایک شیعہ عالم تھے۔ جب عبدالعزیز آل سعود کے زمانہ میں حج سے مشرف ہوئے تو عید الاضحیٰ کی تہنیت کے سلسلہ میں حسب معمول قصر ملک میں جن علماء کو دعوت دی گئی ان میں یہ بھی تھے۔ جب ان کی باری آئی اور شاہ عبدالعزیز سے معانقہ کیا تو شاہ کو ایک تحفہ پیش کیا۔ وہ تحفہ ایک قرآن تھا جو کھال کے غلاف کے اندر تھا۔ بادشاہ نے لے کر فوراً احتراماً اپنے سر پر رکھا اور چوما۔ جناب سید شرف الدین نے اسی وقت کہا: اے بادشاہ آپ اس جلد کو کیوں کر چوم رہے ہیں؟ اور اس کا کیوں احترام کر رہے ہیں یہ تو بکری کی کھال ہے؟ بادشاہ نے کہا: میرا ارادہ اس قرآن کا ہے جو اس

جلد (کھال) کے اندر ہے میں اس غلاف کی تعظیم نہیں کر رہا ہوں! سید شرف الدین نے فرمایا: "اَحۡسَنۡتَ اَیُّهَا الۡمَلِکُ" ! ہم لوگ بھی جب حجرہ نبوی کی کھڑکی یا دروازہ کو چومتے ہیں تو ہمارا مقصد کھڑکی یا دروازے کا احترام نہیں ہوتا کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوہے کا ہے نہ نفع پہونچا سکتا ہے نہ ضرر! ہم ان لکڑیوں اور اس لوہے کے پیچھے جو ذات ہے اس کی یعنی رسول اکرم کی تعظیم کرتے ہیں۔ جیسے غلاف کے احترام سے آپ کا مقصد قرآن کا احترام ہوتا ہے۔ اتنا کہنا تھا کہ سارے حاضرین نے خوش ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کی اور سب نے یک زبان ہو کر کہا: تم نے سچ کہا! بادشاہ اس وقت مجبور ہو گیا اور اس نے حکم دیدیا کہ تمام حجاج کرام رسول خدا کے آثار کو تبرک کے طور پر بوسہ دے سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب اس کے بعد دوسرا بادشاہ آیا تو اس نے پہلے والا طریقہ رائج کر دیا۔

قصہ لوگوں کے مشرک ہو جانے کا نہیں ہے۔ قصہ سیاسی ہے جس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کی مخالفت ان کو قتل کرنا ہے۔ تاکہ اس راستہ سے ان کا ملک ان کی سلطنت مضبوط ہو جائے۔ ان لوگوں نے امت محمدیہ کے ساتھ جو کچھ بھی کیا ہے اس کا سب سے بڑا گواہ تاریخ ہے۔

میں : پھر میں نے صوفیت کے بارے میں پوچھا۔

سید صدر نے مختصراً جواب دیا: اس میں کچھ پہلو اچھے ہیں کچھ اچھے نہیں ہیں۔ اچھے پہلو: مثلاً تربیت نفس، نفس کو سخت زندگی کا عادی بنانا لذات دنیا سے کنارہ کشی، عالم ارواح کی طرف بلند پروازی وغیرہ۔ برے پہلو: گوشہ نشینی، حقیقی زندگی سے فرار، چند لفظی اعداد کے اندر ذکر خدا کو محدود کر دینا وغیرہ وغیرہ۔ اور اسلام (جیسا کہ سب ہی جانتے ہیں) اچھے پہلوؤں کو قبول کرتا ہے۔ سلبی چیزوں کو ناپسند کرتا ہے۔ مجھے کہنے دیجئے کہ اسلام کے تمام مبادی اور تعلیمات ایجابی ہیں۔ سلبی نہیں ہیں!

حیرت و شک

اس میں شک نہیں کہ سید محمد باقر الصدر کے جوابات واضح اور قانع کرنے والے تھے۔ لیکن مجھ جیسا شخص جس نے اپنی عمر کے ۲۵ رسال تقدیس و احترام صحابہ کے ماحول میں گزارے ہوں خصوصاً جس کے رگ و پے میں ان خلفائے راشدین کی محبت و عظمت سرایت کرچکی ہو جن کی سنت سے تمسک کرنے اور جن کے راستہ پر چلنے کی رسول خدا نے تاکید کردی ہو۔ اور ان خلفا میں بھی سرفہرست سیدنا ابوبکر الصدیق و سیدنا عمر الفاروق ہوں۔ اس کے دل و دماغ میں سید صدر کی باتیں کیسے اثر انداز ہو تیں؟ میں نے تو جب سے عراق کی زمین پر قدم رکھا ہے سیدنا ابوبکر و عمر کا نام سننے کے لئے میرے کان ترس گئے ہیں۔ البتہ ان کے بدلے کچھ ایسے عجیب و غریب نام اور امور سننے میں آتے رہے ہیں۔ جن سے میں بالکل ہی ناواقف ہوں۔ (مثلاً) بارہ اماموں کے نام۔ اور یہ دعویٰ کہ امام علیؑ کے لئے رسول اللہ نے مرنے سے پہلے نص کردی تھی (وغیرہ وغیرہ) بھلا میں اس بات کو کیونکر مان سکتا ہوں کہ تمام مسلمان یعنی صحابہ کرام جو رسول اللہ کے بعد خیر البشر تھے وہ سب کے سب کیسے امام علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف متفق ہو گئے تھے؟ حالانکہ ہم کو تو گہوارہ ہی سے یہ سکھایا جاتا ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم امام علیؑ کا احترام کرتے تھے۔ ان کے حق کو پہچانتے تھے۔ کیونکہ آپ فاطمۃ الزہراؑ کے شوہر، حسنؑ و حسینؑ کے باپ تھے۔ باب مدینۃ العلم تھے۔ جیسے کہ خود سیدنا علیؑ ابوبکر صدیق کے حق کو پہچانتے تھے جو سب سے پہلے مسلمان رسول اللہ کے غار کے ساتھی تھے جیسا کہ خود قرآن نے ذکر کیا ہے۔ رسولؐ خدا نے اپنے مرض الموت میں نماز کی امامت بھی صدیق کے حوالہ کردی تھی اور فرمایا تھا: میں اگر کسی کو خلیل بناتا تو وہ ابوبکر ہوتے اور انھیں اسباب کی بنا پر مسلمانوں نے ان کو اپنا خلیفہ چن لیا تھا۔

اسی طرح امام علیؑ سیدنا عمرؓ کے حق کو بھی پہچانتے تھے۔ جن کے ذریعہ خدا نے اسلام کو عزت بخشی۔ اور رسول اکرمؐ نے ان کا نام فاروق (حق و باطل میں فرق کرنے والا) رکھا۔ اسی طرح حضرت امام علیؑ سیدنا عثمانؓ کے حق کو بھی پہچانتے تھے جن سے ملائکہ رحمان حیا کرتے تھے۔ اور جنہوں نے جیش العسرۃ کو ساز و سامان سے آراستہ کیا تھا۔ جن کا نام رسول اللہؐ نے ذوالنورین رکھا تھا آخر یہ ہمارے شیعہ بھائی ان باتوں سے کیونکر جاہل ہیں؟ یا پھر یہ لوگ تجاہل عارفانہ کرتے ہیں اور ان لوگوں کو ایسے عام آدمی خیال کرتے ہیں جن کو خواہشات اور طمع دنیا حق کی پیروی سے باز رکھ سکتی ہے اور یہ لوگ رسول خداؐ کی وفات کے بعد ان کی نافرمانی کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہی لوگ تو ہیں جو رسولؐ کے احکام کی تعمیل میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ عزتِ اسلام و نصرت حق کی خاطر اپنے آباء، اولاد، خاندان تک کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ انھیں میں ایسے بھی تھے جو خدا و رسولؐ کی اطاعت کے لئے اپنے باپ اور بیٹے کو قتل کر دیتے تھے۔ ناممکن ہے کہ طمع دنیا (حصول تخت خلافت) ان کو دھوکہ دے سکے اور یہ رسولؐ کے بعد ان کی باتوں کو پس پشت ڈال دیں۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ نہیں نہیں ناممکن ہے۔

انھیں تصورات و خیالات کی بنا پر میں شیعوں کی ہر بات نہیں مانتا تھا اگرچہ بہت سی باتوں پر میں قانع ہو چکا تھا۔ میں شک و حیرت میں پڑ گیا۔ شک تو اس وجہ سے جو علمائے شیعہ نے میری عقل میں ڈال دیا تھا کیونکہ ان کا کلام معقول و منطقی ہوتا ہے۔ اور جس حیرت میں میں ڈوب گیا وہ یہ تھی کہ میرے حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ صحابہ کرام (رض) کیا اس بداخلاقی کے درجہ تک گر سکتے ہیں کہ ہماری طرح کے عادی انسان بن جائیں گے کہ نہ تو انوار رسالت ان پر صیقل کر سکے اور نہ ہدایت محمدیؐ ان کو مہذب بنا سکی؟ خدایا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا صحابہ اس معیار کے ہو سکتے ہیں جو شیعہ کہتے ہیں؟ اہم بات تو یہ ہے کہ یہی شک و حیرت، کمزوری کی ابتداء اور اس بات کے اعتراف کا سبب بن گئی کہ دال میں کالا ضرور ہے جس کی تحقیق حقیقت تک پہونچنے کے لئے ضروری ہے۔

ہمارا دوست منعم آگیا تھا۔ اور ہم لوگ عازم کربلا ہو گئے۔ وہاں ہم نے سیدنا الحسینؑ کی محبوبیت کا اندازہ اس طرح لگایا جس طرح شیعہ لگاتے ہیں۔ وہاں جاکر ہم کو پتہ چلا کہ سیدنا الحسینؑ مرے نہیں ہیں ان کی ضریح کے ارد گرد لوگوں کا ہجوم اور پروانوں کی طرح گرنا، تڑپ تڑپ کر رونا یہ سب ایسی باتیں تھیں کہ ہم نے اس کا مثل دیکھا ہی نہیں تھا۔ معلوم یہ ہوتا تھا کہ جیسے حسینؑ ابھی شہید ہوئے ہیں۔ میں نے خطیبوں کو دیکھا منبروں سے حادثہ کربلا کو نوحہ و زاری کے ساتھ اس طرح بیان کر رہے تھے کہ سننے والا اپنے دل پر قابو رکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے پر مجبور تھا۔ اور پھر میں بھی رونے لگا بے تحاشا رونے لگا عنانِ صبر ہاتھوں سے چھوٹ گئی اپنے نفس کو آزاد کر دیا کہ دل بھر کر رو لے۔ اور جب میں چپ ہوا تو مجھے ایسی روحانی راحت ملی ہے کہ جس سے میں اس کے قبل تک ناآشنا تھا۔ گویا پہلے میں حسینؑ کے دشمنوں کی صف میں تھا اور اب دفعۃً ان کے ان اصحاب و انصار میں شامل ہو گیا جو اپنی جان فدا کرنے پر تیار تھے۔ خطیب حرؑ کا قصہ بیان کر رہا تھا۔ یہ بھی پہلے ان فوجی سرداروں میں تھے۔ جو حسینؑ سے جنگ کے لئے آئے تھے لیکن (عاشور کے دن) میدان جنگ میں شاخ نخل کی طرح کانپ رہے تھے اور جب ان کے کسی ساتھی نے پوچھا: کیا تم موت سے ڈر رہے ہو؟ تو حرؑ نے کہا: نہیں خدا کی قسم نہیں۔ بلکہ میں اپنے کو جنت و دوزخ کے بیچ میں پا رہا ہوں یہ کہہ کر گھوڑے کو اڑ لگائی اور حسینؑ کی خدمت میں پہونچ کر کہنے لگے: فرزند رسولؐ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ —— اتنا سنتے ہی میں زمین پر گر کر پچھاڑیں کھانے لگا گویا میں حرؑ ہوں اور حسینؑ سے کہہ رہا ہوں فرزند رسولؐ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ فرزند رسولؐ مجھے معاف کر دیجئے۔ خطیب کی آواز بہت اثر انگیز تھی۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ اسی وقت میرا دوست میری چیخ کی آواز سن کر متوجہ ہوا اور روتا ہوا مجھ پر جھک پڑا اور مجھے سینہ سے اس طرح چمٹا لیا۔ جیسے ماں بچہ کو چمٹا لیتی ہے اور بار بار کہہ رہا تھا یا حسینؑ یا حسینؑ وہ چند لمحے ایسے تھے جس میں حقیقی گریہ کا مطلب میری سمجھ میں آیا۔ اور میں نے محسوس کیا جیسے میرے آنسوؤں نے میرے قلب اور اندر سے میرے پورے جسم کو دھو دیا۔

اور رسولؐ کی اس حدیث کا مطلب سمجھا، جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لیتے تو بہت کم ہنستے زیادہ تر روتے!

تمام دن میں دل گرفتہ رہا۔ میرے دوست نے بہت ہی تسلی و تشفی دی بعض مرطبات کھانے کو لا کر دیئے مگر سب بیکار، میری اشتہا ختم ہو چکی تھی۔ میں نے اپنے دوست سے کہا۔ مقتل حسینؑ کا قصہ مجھ کو سناؤ، کیونکہ واقعات کربلا کے بارے میں نہ زیادہ نہ کم مجھے کچھ بھی معلوم نہیں تھا صرف اتنا جانتا تھا کہ جب ہمارے بزرگ اس کا ذکر کرتے تھے تو کہتے تھے: جن دشمنان اسلام و منافقین نے سیدنا عمرؓ، سیدنا عثمانؓ کو قتل کیا اور سیدنا علیؑ کو شہید کیا انھیں نے سیدنا (امام) الحسینؑ کو بھی شہید کر ڈالا۔ اس سے زیادہ ہم کو کچھ بھی نہیں معلوم تھا۔ بلکہ ہم تو عاشورا کے دن کو ایک اسلامی عید کے عنوان سے مناتے تھے۔ اس دن زکوٰۃ نکالی جاتی ہے قسم قسم کے کھانے پکائے جاتے ہیں، اشتہار بڑھانے والی غذائیں تیار کی جاتی ہیں۔ چھوٹے بڑوں کے پاس عیدی مانگنے جاتے ہیں تاکہ اس عیدی سے کھانے پینے اور کھیلنے کی چیزیں خریدی جا سکیں۔

یہ صحیح ہے کہ بعض دیہاتوں میں کچھ تقلیدی اور رسمی امور پائے جاتے تھے مثلاً وہ (عاشور کو) آگ روشن کرتے تھے۔ اس دن کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ نہ شادی بیاہ کی رسم انجام دیتے تھے نہ خوشی مناتے تھے لیکن ہم لوگ اس کو "عادت و رسم" کہہ کر ٹال دیا کرتے تھے۔ ہمارے علماء عاشورا کے فضائل میں اور اس دن رحمتوں و برکتوں کے بارے میں حدیثیں سنایا کرتے تھے۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے۔

یہاں (حرم امام حسینؑ) سے ہم لوگ حسینؑ کے بھائی (جناب) عباسؑ کی ضریح کی زیارت کے لئے گئے۔ مجھے تو خبر نہیں معلوم تھا کہ یہ کون ہیں؟ لیکن میرے دوست نے ان کی شجاعت و بہادری کا قصہ سنایا تھا۔ متعدد علماء، و افاضل سے بھی ہم نے ملاقات کی مگر مجھے کسی کا نام یاد نہیں ہے۔ ہاں بعض کے القاب یاد ہیں۔ جیسے بحر العلوم، السید الحکیم، کاشف الغطاء، آل یسین، طباطبائی، فیروز آبادی، اسد حیدر وغیرہ۔

اور حق یہ ہے کہ یہ بڑے تقویٰ والے علماء ہیں۔ ان کے چہرے پر رعب و جلال ہے۔ شیعہ ان کا بہت احترام کرتے ہیں۔ اپنے مال کا خمس ان کو لا کر دیتے ہیں۔ اور یہ علماء انہیں رقوم سے حوزات علمیہ کی ادارت کرتے ہیں۔ مدارس بنواتے ہیں۔ چھاپہ خانے کھولتے ہیں، ہر اسلامی ملک سے آنے والے طالبعلموں کا خرچ اسی سے دیتے ہیں، یہ لوگ خود مستقل ہوتے ہیں حکام وقت سے دور یا نزدیک کا کوئی رابطہ نہیں رکھتے یہ ہمارے علماء کی طرح نہیں ہیں کہ جو فتویٰ تو فتویٰ گفتگو بھی اس حکومت کی مرضی کے بغیر نہیں کرتے جو ان کو تنخواہ دیتی ہے اور جب چاہتی ہے تقرر کرتی ہے، اور جب چاہتی ہے معزول کر دیتی ہے۔

میرے لئے تو یہ نئی دنیا تھی جس کا (کولمبس کی طرح) میں نے پتہ لگایا تھا یا خدا نے میرے لئے انکشاف کر دیا تھا۔ اس دنیا سے نفرت کے بعد میں مانوس ہو چکا تھا۔ عداوت کے بعد اس سے محبت کرنے لگا تھا۔ اس دنیا نے مجھے نئے نئے افکار دیئے تھے۔ میرے دل میں اطلاع، بحث، تلاش، جستجو کی محبت پیدا کر دی تھی۔ تاکہ اپنی اس گمشدہ حقیقت کو پالوں جس نے میرے خیالات میں اس وقت ہلچل پیدا کر دی تھی جب میں نے یہ حدیث پڑھی تھی کہ: بنی اسرائیل ۷۱ فرقوں میں بٹ گئے تھے اور نصاریٰ ۷۲، میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ایک کے علاوہ سب ہی جہنمی ہوں گے۔

ادیان متعددہ کے بارے میں کوئی تعجب نہیں ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے کو برحق اور دوسرے کو باطل پر سمجھتا ہے۔ لیکن جب میں اس حدیث کو پڑھتا ہوں تو متحیر ہو جاتا ہوں۔ میرا تحیر صرف حدیث پر نہیں ہے بلکہ ان مسلمانوں پر بھی ہے جو اس حدیث کو پڑھتے ہیں، اپنے خطبوں میں تکرار کرتے ہیں اور بغیر کسی تحلیل کے گزر جاتے ہیں اور مدلول حدیث سے بحث ہی نہیں کرتے۔ جس سے "فرقہ ناجیہ" کا پتہ چل سکے۔

تعجب خیز بات یہ ہے کہ ہر فرقہ دعویٰ کرتا ہے کہ صرف وہی "فرقہ ناجیہ" ہے حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے لوگوں نے پوچھا وہ کون ہیں یا رسول اللہ؟ فرمایا: وہ لوگ مراد ہیں جو اسی راستہ پر ہوں گے جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں اب آپ ہی بتایئے کیا کوئی ایسا فرقہ ہے جو کتاب و سنت سے متمسک نہ ہو؟

یا کوئی ایسا اسلامی فرقہ ہے جو اس کے علاوہ کسی اور چیز کا مدعی ہو؟ اگر امام مالک یا ابو حنیفہ یا امام شافعی یا احمد بن حنبل سے پوچھا جائے تو کیا ان میں سے کوئی قرآن و سنت صحیحہ سے تمسک کے علاوہ کچھ اور کہہ سکتا ہے؟

یہ تو سنیوں کے فرقے ہیں اب انھیں کے ساتھ اگر شیعہ فرقوں کو ـــــ جن کو میں ہمیشہ فاسد العقیدہ اور منحرف سمجھا کرتا تھا ـــــ بھی شامل کر لیا جائے تو یہ حضرات بھی مدعی ہیں کہ ہم بھی قرآن اور سنت صحیحہ سے متمسک ہیں جو اہل بیت طاہرینؑ سے منقول ہے اور ان کا کہنا ہے "گھر والے گھر کی بات زیادہ بہتر جانتے ہیں"۔ تو ایسی صورت میں کیا یہ سب کے سب حق پر ہو سکتے ہیں؟ ناممکن ہے کیونکہ حدیث شریف صرف ایک کو حق پر بتاتی ہے ہاں سب ہی کا حق پر ہونا اس وقت ممکن ہے جب حدیث جعلی و جھوٹی مان لی جائے۔ اور یہ اس لئے ناممکن ہے کہ حدیث سنی و شیعہ دونوں کے یہاں متواتر ہے۔ یا یہ مان لیا جائے کہ حدیث کا نہ کوئی مدلول ہے نہ کوئی مطلب ہے لیکن استغفر اللہ جو رسولؐ اپنی طرف سے کچھ کہتا ہی نہ ہو جس کی تمام حدیثیں حکمت و عبرت ہوں وہ کوئی ایسی بات کیونکر کہہ سکتا ہے جس کے مدلول و معنی ہی نہ ہوں ـــــ اس لئے ہمارے سامنے اس بات کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم یہ تسلیم کر لیں کہ صرف ایک ہی فرقہ جنتی ہے۔ اور حق پر ہے باقی سب باطل پر ہیں۔ یہ حدیث جس طرح حیرت میں ڈال دیتی ہے اسی طرح نجات چاہنے والے کو تلاش حق پر بھی مجبور کر دیتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیعوں سے ملاقات کے بعد میرے اوپر حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور اندرونی طور سے میں مذبذب ہو گیا۔ ہو سکتا ہے انھیں کی بات حق ہو ممکن ہے کہ یہی سچ کہتے ہوں؟ لہذا میں خود ہی کیوں نہ تحقیق کر ڈالوں تاکہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی جدا ہو جائے۔ اور خود اسلام نے اپنے قرآن و سنت کے ذریعہ حکم دیا ہے کہ بحث و فحص تفتیش و تحقیق سے کام لیا جائے۔ قرآن کا ارشاد ہے: وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (پ ۲۱ ع ۲ (عنکبوت) آیت آخری)

اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا انھیں ہم ضرور اپنی راہ کی ہدایت کریں گے ـــــ دوسری جگہ ارشاد ہے: اَلَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ

وَاُولٰٓئِکَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (پ ۲۳ س ۳۹ (الزمر) آیت ۱۸)

ترجمہ: جو لوگ بات کو جی لگا کر سنتے ہیں اور پھر ان میں سے اچھی بات پر عمل کرتے ہیں یہی لوگ وہ ہیں جن کی خدا نے ہدایت کی اور یہی لوگ عقلمند ہیں ــــــ خود رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے: اپنے دین کے بارے میں اس طرح بحث و تحقیق کرو کہ لوگ تم کو دیوانہ کہنے لگیں۔ لہٰذا بحث و تحقیق ہر مکلف پر شرعی واجب ہے۔

اس عہد و پیمان اور سچے ارادے کے ساتھ عراق کے اپنے شیعہ دوستوں سے رخصت ہوا ان سے معانقہ کر کے رخصت ہوتے ہوئے مجھے بہت افسوس ہو رہا تھا کیونکہ میں نے بھی ان سے محبت کی تھی۔ اور انھوں نے بھی دل سے مجھے چاہا تھا۔ میں ایسے عزیز دوستوں کو چھوڑ رہا تھا جنھوں نے میرے ساتھ خلوص کا برتاؤ کیا میرے لئے اپنے وقت کی قربانی دی کسی اور وجہ سے نہیں جیسا کہ خود انھوں نے کہا ہم کسی خوف یا لالچ سے ایسا نہیں کر رہے ہیں" بلکہ صرف رضائے خدا کے لئے!۔ کیونکہ حدیث میں ہے: اگر خدا تیری وجہ سے ایک شخص کو ہدایت کر دے تو وہ پوری دنیا سے بہتر ہے۔

شیعوں کے وطن اور ان کے ائمہؑ کے عتبات عالیات کے شہر عراق سے بیس دن قیام کر کے وداع ہو رہا تھا۔ اور یہ بیس دن اس طرح گزر گئے جیسے کوئی لذیذ خواب دیکھنے والے کی تمنا ہو کہ خواب پورا کئے بغیر بیدار نہ ہو۔ عراق کو مختصر سی مدت کے بعد چھوڑا جس پر افسوس رہا۔ عراق میں ان قلوب کو چھوڑا جو محبت اہل بیتؑ پر دھڑکتے ہیں۔ اور وہاں سے بیت اللہ الحرام و قبر سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ الطیبین الطاہرین کی زیارت کے ارادہ سے حجاز کے لئے روانہ ہو گیا۔

سفرِ حجاز

جدہ پہونچ کر میں اپنے دوست بشیر سے ملا جو میرے آنے سے بیحد خوش ہو گیا تھا۔ فوراً اپنے گھر لے گیا اور میرا بہت اکرام کیا۔ فرصت کے اوقات میں ہم کو اپنی گاڑی سے تفریح گاہوں مزارات وغیرہ گھماتا تھا۔ ہم دونوں ایک ساتھ عمرہ کرنے گئے اور چند دن (دنیا و مافیہا کو بھول کر) صرف عبادت و تقویٰ میں غرق رہے۔ میں نے اپنے دوست سے عراق چلے جانے کی وجہ سے جو ملاقات میں تاخیر ہو گئی تھی۔ اس کی معذرت چاہی اور انکشاف جدید یا فتح کا تذکرہ بھی کیا۔ اس نے بہت کھلے دل سے سب کچھ سنا۔ اور اس کو کچھ حالات پر اطلاع بھی تھی۔ چنانچہ اس نے مجھ سے کہا: میں نے سنا ہے کہ آج کل (بھی) ان میں بہت بڑے بڑے علماء ہیں اور جو باتیں وہ کہتے ہیں ان کے یہاں ہیں۔ بس ان میں متعدد فرقے ہیں جو کافر و منحرف ہیں۔ ہر سال حج کے زمانہ میں ہمارے لئے مشکلات پیدا کر دیتے ہیں۔ میں نے پوچھا: وہ کون سے مشکلات ہیں جو یہ لوگ پیدا کر دیتے ہیں؟ اس نے کہا: قبروں کے ارد گرد نمازیں پڑھتے ہیں۔ بقیع میں گروہ در گروہ داخل ہوتے ہیں۔ روتے پیٹتے ہیں اپنی جیبوں میں پتھر کے ٹکڑے رکھے رہتے ہیں اس پر سجدہ کرتے ہیں، اور جب سید نا حمزہؓ کی قبر پر پہونچتے ہیں تو سر و سینہ پیٹتے ہیں۔ ایسا غل غپاڑہ مچاتے ہیں جیسے اسی وقت وہ مرے ہیں۔ انھیں تمام باتوں کی وجہ سے سعودی حکومت نے ان کے مزاروں میں داخلہ پر پابندی لگا دی تھی!

میں نے مسکراتے ہوئے کہا کیا اسی لئے آپ لوگ ان کو اسلام سے منحرف کہتے ہیں؟ اس نے کہا یہ اور اس کے علاوہ بھی! یہ آتے تو زیارت رسولؐ کے لئے ہیں لیکن رسولؐ کی زیارت کے بجائے کھڑے ہو کر عمر و ابوبکر کو گالیاں دیتے ہیں ان پر لعنت کرتے ہیں بعض تو ایسے (بیہودہ) ہوتے ہیں جو ابوبکر و عمر کی قبروں پر غلاظت و نجاست ڈال دیتے ہیں ——— اس سے مجھے اپنے والد ماجد کی بات

یاد آگئی کہ جب وہ حج سے پلٹے تھے۔ تو انھوں نے بھی یہی بات کہی تھی لیکن انھوں نے کہا تھا کہ نبیؐ کی قبر پر گندگی ڈال دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ میرے والد نے خود اپنی آنکھوں سے تو دیکھا نہیں تھا صرف سنا تھا۔ کیونکہ ان کا بیان اس طرح تھا، ہم نے سعودی سپاہیوں کو دیکھا کہ وہ بعض حاجیوں کو لاٹھی سے مار رہے ہیں۔ جب ہم لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ حجاج بیت اللہ کی توہین ہے! تو انھوں نے کہا ارے یہ مسلمان نہیں ہیں۔ یہ شیعہ ہیں جو غلاظتوں کو لے کر آئے تھے کہ قبر رسولؐ پر ڈال دیں! اس پر ہم لوگوں نے بھی ان پر لعنت کی اور ان پر تھوکا!

اور اب میں اپنے اس ساتھی سے جو سعودی کلب ہے مدینہ منورہ میں پیدا ہوا ہے یہ سن رہا ہوں کہ یہ لوگ قبر رسولؐ کی زیارت کرنے آتے ہیں۔ اور غلاظتوں کو ابوبکر و عمر کی قبروں پر ڈالتے ہیں۔ مجھے دونوں روایتوں میں شک ہے کیونکہ میں نے خود حج کیا ہے اور دیکھا ہے کہ وہ حجرۂ مبارکہ جس میں رسولؐ مقبول اور ابوبکر و عمر کی قبریں ہیں وہ ہر وقت مقفل رہتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس حجرہ کے قریب جا کر اس کے دروازہ یا کھڑکیوں کو بوسہ دے لے۔ چہ جائیکہ اس میں کچھ ڈال دے اولاً تو اس لئے ناممکن ہے کہ اس حجرہ میں نہ تو سوراخ ہے اور نہ روشندان ہے۔ کہ جس سے کوئی چیز پھینکی جا سکے۔ ثانیاً ایسے سخت قسم کے فوجیوں کا پہرہ ہر دروازہ پر رہتا ہے۔ جو نگرانی و حفاظت میں ماہر ہوتے ہیں ان کے ہاتھوں میں کوڑے ہوتے ہیں۔ جس سے وہ لوگ ہر اس شخص کی پٹائی کر دیتے ہیں جو دروازہ یا جالیوں کے قریب ہونا چاہے یا حجرہ کے اندر دیکھنا چاہے۔ میرا گمانِ غالب یہ ہے کہ سعودی سپاہیوں میں جو لوگ شیعوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ انھوں نے شیعوں پر یہ افترا و بہتان لگایا ہے تاکہ شیعوں کو مارنے کا جواز پیدا ہو سکے یا کم از کم مسلمانوں کو ان سے جنگ پر آمادہ کیا جا سکے یا اتنا فائدہ تو ہوگا ہی کہ جب شیعوں کو مارا جائے گا تو لوگ خاموش تماشائی بنے دیکھتے رہیں گے کوئی اعتراض نہیں کر سکے گا۔ اور یہ لوگ جب اپنے اپنے ملکوں کو واپس جائیں گے تو شیعوں کے خلاف زبردست پروپگنڈہ ہو جائے گا۔ کہ یہ لوگ رسول اللہؐ سے بغض رکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ کی قبر پر غلاظت ڈالتے ہیں اس طرح ایک تیر سے دو شکار ہو جائے گا۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ مجھے ایک بہت ہی معتبر اور ثقہ فاضل نے بیان کیا: ہم لوگ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ ایک نوجوان کو اژدھام کی وجہ سے گرمی چڑھ گئی اس کو اچھو لگ گیا اور اس نے قے کر دیا بس پھر کیا تھا حجر اسود کے حفاظت کرنے والے سپاہی اس پر ٹوٹ پڑے اور اتنا مارا کہ وہ ادھ مرا ہو گیا۔ پھر اسے نکال دیا اور اس پر الزام لگایا کہ یہ نجاست لے کر آیا تھا کہ خانۂ کعبہ پر مل دے۔ اس پر چند گواہ مہیا کر لئے اور اس بیچارے کو اسی دن قتل کر دیا گیا۔

میرے ذہن میں یہ خیالات فلمی تصویروں کی طرح گزرتے رہے اور کافی دیر تک میں اپنے سعودی دوست کے بارے میں سوچتا رہا کہ اس کے خیالات شیعوں کے بارے میں کیسے ہیں؟ بار بار اس کے یہ جملے: یہ لوگ گریہ و بکا کرتے ہیں، منہ پر طمانچے مارتے ہیں، پتھر پر سجدہ کرتے ہیں قبروں کے آس پاس نمازیں پڑھتے ہیں الخ بار بار میرے ذہن میں آتے تھے اور میں نے اپنے آپ سے پوچھا کیا صرف ان باتوں سے کلمہ گو کو کافر قرار دیا جا سکتا ہے؟ یہ لوگ تو اقرار شہادتین کے ساتھ نماز بھی پڑھتے ہیں۔ زکات بھی دیتے ہیں، روزہ بھی رکھتے ہیں، حج بھی کرتے ہیں، امر بمعروف و نہی از منکر بھی کرتے ہیں۔ کیا ان باتوں کے باوجود یہ کافر ہیں؟

میں اپنے دوست سے نہ دشمنی مول لینا چاہتا تھا، اور نہ ایسی بحث کرنا چاہتا تھا جس کا کوئی فائدہ نہ ہو اس لئے یہ کہہ کر: خدا ہم کو اور ان کو صراط مستقیم کی ہدایت دے اور ان دشمنانِ دین پر خدا کی مار پڑے جو اسلام اور مسلمانوں کی جڑ کھودنے میں لگے رہتے ہیں! خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد اس عمرہ کے دوران اور جب بھی مکہ مکرمہ کی زیارت سے مشرف ہوتا (حالانکہ اس وقت بہت تھوڑے سے عمرہ کرنے والے طواف کرتے ہوتے تھے) یہ معمول بنا لیا تھا۔ کہ نماز پڑھ کے اپنے پورے وجود کے ساتھ گڑگڑا کر خدا سے دعا کرتا تھا کہ میری بصیرت کھول دے اور حق و حقیقت کی طرف میری ہدایت فرما دے مقام ابراہیمؑ پر کھڑے ہو کر میں نے اس آیت مبارکہ کو سامنے رکھ کر:

وَجَاهِدُوا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هٰذَا

لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيرُ (پ ۱۷ س ۲۲ (الحج) آیت ۷۸)

ترجمہ: اور جو جہاد کرنے کا حق ہے خدا کی راہ میں (اس طرح) جہاد کرو۔ اسی نے تم کو برگزیدہ کیا اور امور دین میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی۔ تمہارے باپ ابراہیم کے مذہب کو (تمہارا مذہب بنا دیا ہے) اسی خدا نے تمہارا پہلے یہاں سے مسلمان (فرمانبردار بندے) نام رکھا اور اس قرآن میں (بھی) تو جہاد کرو تاکہ رسولؐ تمہارے مقابلہ میں گواہ بنیں اور تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ بنو۔ اور تم پابندی سے نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور خدا ہی کو مضبوط پکڑو وہی تمہارا سرپرست ہے۔ اور کیا اچھا مددگار ہے۔ کہنا شروع کیا۔ اور سیدنا ابراہیمؑ بابائے باپ ابراہیم (جیسا کہ قرآن نے کہا ہے) سے مناجات کرنے لگا: اے ہمارے باپ اے وہ ذات گرامی جس نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔ دیکھئے تو آپ کی اولادوں میں آپ کے بعد کتنا اختلاف ہو گیا۔ کچھ یہودی کچھ عیسائی کچھ مسلمان ہو گئے۔ پھر یہودیوں میں اختلاف ہوا وہ ۷۱ فرقوں میں بٹ گئے، عیسائی ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہو گئے، اور مسلمان تہتر ۷۳ فرقہ ہو گئے۔ اور سب گمراہ ہیں جیسا کہ آپ کے بیٹے محمدؐ نے خبر دی ہے صرف لے دے کے ایک فرقہ آپ کے مذہب پر باقی رہ گیا ہے۔

یہ اختلاف و تفرقہ کیا سنت الٰہی ہے جو اس نے اپنے بندوں میں جاری کیا ہے؟ جیسے کہ قدریہ فرقہ کہتا ہے کہ خود خدا نے ہر شخص کے لئے معین کر دیا ہے کہ وہ یہودی یا عیسائی ہو جائے یا مسلمان ہو جائے یا ملحد ہو جائے، یا مشرک ہو جائے ـــــ یا یہ اختلاف و تفرقہ محبت دنیا اور تعلیمات الٰہی سے دوری کا نتیجہ ہے؟ کیونکہ جب بندوں نے خدا کو فراموش کر دیا تو خدا نے بندوں کو بھلا دیا۔ میری عقل قضا و قدر کی تصدیق پر تیار نہیں ہے کہ خود خدا ہی نے انسان کے انجام کو حتمی بنا دیا ہے (بندے اس کو بدل نہیں سکتے) میرا عقیدہ و یقین کہتا ہے

کہ خدا نے ہم کو پیدا کر کے ہدایت بخشی، اچھے برے کی تمیز مرحمت فرمائی۔ پھر انبیاء و رسولوں کو بھیج کر ہمارے مشکلات کو حل کیا جو باتیں ہمارے لئے مبہم تھیں، انبیاء نے ان کی وضاحت کر دی، حق و باطل کو پہچنوا دیا۔ لیکن انسان کو زندگانی دنیا اور اس کی زیبائش نے انانیت و تکبر نے، جہالت و نادانی نے عناد و سرکشی نے ظلم و طغیان نے حق سے پھرا دیا، شیطان کا تابع بنا کر رحمان سے دور کر دیا۔ اس کو غیر جگہ پر پہونچا دیا۔ اسی بات کو خدا بہت ہی اچھے اور مختصر پیرایہ میں اس طرح کہتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلٰكِنَّ النَّاسَ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (پ ۱۱ س ۱۰ یونس آیہ ۴۴)

ترجمہ: خدا تو بندوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا، لیکن یہ بندے خود ہی اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں۔

اے بابا ابراہیمؑ! یہود و نصاریٰ جنھوں نے آپسی دشمنی کی بنا پر تنبیہ کرنے کی بعد بھی حق کی مخالفت کی ہے وہ اتنی زیادہ ملامت کے مستحق نہیں ہیں، جتنی یہ امت مسلمہ جس کو خدا نے آپ کے بیٹے محمدؐ کے ذریعہ تاریکیوں سے نکال کر نور میں لے آیا، جس کو خیر امت قرار دیا، اسی امت نے شدید اختلاف کے بیج بوئے۔ تفرقہ اندازی کی، ایک نے دوسرے کو کافر قرار دیا۔ حالانکہ رسول اللہؐ نے پہلے ہی ڈرایا تھا۔ پہلے ہی سے متنبہ کر دیا تھا اور بڑی سختی سے فرمایا تھا: کسی مسلمان کے لئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی کو چھوڑ دے! آخر اس امت کو کیا ہو گیا ہے۔ جن کے درمیان پھوٹ پڑ گئی ہے جو ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہے جو چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹ گئی ہے۔ ایک دوسرے کی دشمن ہے ایک دوسرے سے برسرپیکار ہے۔ ایک دوسرے کی تکفیر کرتی ہے۔ انتہا یہ ہے کہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہی نہیں بلکہ زندگی بھر ایک دوسرے کو چھوڑے رہتے ہیں۔ — اے بابا ابراہیمؑ! اس امت کو کیا ہو گیا ہے جو کبھی خیر الامم تھی، شرق و غرب اس کے زیر نگیں تھے جس نے پوری دنیا کو ہدایت، علوم معرفت، تہذیب و تمدن بخشا تھا۔ آج وہ سب سے کم سب سے ذلیل ہو گئی ہے۔ اس کی زمین غصب کر لی گئی اس کے افراد کو ان کے وطن سے دیس نکالا دے دیا گیا ہے۔ ان کی مسجد اقصیٰ مٹھی بھر صیہونیوں کے

قبضہ میں ہے، وہ اس کو آزاد بھی نہیں کرا سکتے۔ اگر آپ مسلمانوں کے شہروں کو دیکھیں تو ہر جگہ فقر و فاقہ، بھکمری، فقیری، ویران زمینیں، مہلک امراض، بد خلقی، کج فکری، ظلم و ستم، گندگی، حشرات الارض، صرف بیت الخلاء لے لیجئے، یورپ میں کیسے ہیں اور ہمارے یہاں کیسے ہیں۔ اگر مسافر یورپ کے کسی بیت الخلاء میں جاتا ہے تو سب کے سب صاف و شفاف شیشہ کی طرح چمکتے ہوئے بہترین قسم کی خوشبو لیکن ہمارے یہاں کے بیت الخلاء معاذ اللہ ان کی کثافت، نجاست، گندگی، بدبو کی وجہ سے مسافر قدم نہیں رکھ سکتا۔ حالانکہ ہم وہ ہیں کہ جس کو اسلام نے بتایا ہے: لطافت جزو ایمان ہے، گندگی جزو شیطان ہے، کیا ایمان یورپ میں اور شیطان ہمارے یہاں منتقل ہو گیا ہے؟ آخر مسلمان اپنے عقیدہ کے اظہار سے کیوں ڈرتے ہیں؟ حد یہ ہے کہ اپنے ملکوں میں اظہار نہیں کر سکتے۔ مسلمان کو اپنے اوپر بھی اختیار نہیں، چہرہ پر اختیار نہیں ہے، وہ داڑھی نہیں رکھ سکتا۔ اسلامی لباس نہیں پہن سکتا، لیکن فاسق علی الاعلان شراب پی سکتا ہے، زنا کر سکتا ہے، آبرو ریزی، ہتک عزت کر سکتا ہے۔ اور مسلمان اس کو روک نہیں سکتا۔ بلکہ امر معروف و نہی از منکر نہیں کر سکتا۔ مجھے لوگوں نے یہاں تک بتایا کہ بعض اسلامی ملکوں میں جیسے مصر و مغرب (وغیرہ) میں باپ اپنی بیٹی کو شدت فقر و احتیاج کی بنا پر حرام کاری کے لئے مجبور کرتا ہے۔

فَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

خدایا! تو نے اس امت سے کیوں دوری اختیار کر لی! تو نے کیوں اس امت کو اندھیرے میں ڈوبتا ہوا چھوڑ دیا؟ نہیں نہیں، خدایا میں تیری جناب میں استغفار کرتا ہوں، تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں بلکہ اس امت ہی تجھ سے دور ہو گئی اسی نے شیطان کا راستہ اختیار کر لیا۔ تو نے تو اپنی کتاب میں خود ہی کہا ہے: وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِيْنٌ

(پ ۲۵ س ۴۳ (الزخرف) آیت ۳۶)

ترجمہ: اور جو شخص خدا کی یاد سے اندھا بنتا ہے ہم (گویا خود) اس کے لئے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہی اس کا (ہر دم کا) ساتھی ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْئًا وَسَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰکِرِیْنَ (پ ۴ س ۳ (آل عمران) آیت ۱۴۴)

ترجمہ: اور محمد تو صرف رسولؐ ہیں (خدا نہیں ہیں) ان سے پہلے اور بھی بہتیرے پیغمبر گزر چکے ہیں پھر کیا اگر (محمد) اپنی موت سے مر جائیں یا مار ڈالے جائیں تو تم الٹے پاؤں (اپنے کفر کی طرف) پلٹ جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا (بھی) تو (سمجھ لو کہ) ہرگز خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑے گا اور عنقریب خدا شکر کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے گا۔

اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے کہ امت مسلمہ جس پستی، ذلت، رسوائی، فقیری تک پہونچ گئی ہے یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ وہ صراط مستقیم سے بھٹک چکی ہے اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ مٹھی بھر لوگ یا ایک فرقہ پوری امت کے زاویہ فکر و مسیر کو نہیں بدل سکتا رسولؐ خدا نے پہلے ہی فرمایا تھا: تم لوگ امر بمعروف و نہی از منکر کرتے رہنا ورنہ خدا تمہارے اوپر تمہارے بروں کو مسلط کر دے گا تو تمہارے نیکوں کی دعائیں بھی مستجاب نہ ہوں گی! پالنے والے تو نے جو نازل کیا ہے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں تیرے رسول کی پیروی کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم کو شاہدین میں شمار کرے میرے معبود ہدایت کے بعد ہمارے دلوں کو کج نہ کر ہم پر اپنی رحمت نازل فرما تو بڑا ہی بخشش کرنے والا ہے۔ خدایا ہم نے خود ہی اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اگر تو نے ہم کو معاف نہ کیا ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم گھاٹے میں رہیں گے۔

اپنے دوست بشیر کا خط اس کے رشتہ دار کے نام لے کر میں نے مدینہ منورہ کا سفر کیا تاکہ جب تک مدینہ میں رہوں بشیر کے رشتہ دار ہی کے پاس قیام کروں۔ میری روانگی سے پہلے بشیر نے ٹیلیفون سے بھی بات کر لی تھی۔ مدینہ پہونچتے ہی میرے میزبان نے مرحبا کہا اور اپنے گھر لے گیا۔ سامان وغیرہ رکھنے کے بعد میں نے سب سے پہلے دیار رسولؐ میں پہونچ کر دربار رسولؐ میں حاضری دی۔ لیکن حاضری سے پہلے غسل کیا، سب سے اچھا اور پاک و پاکیزہ لباس پہنا۔

خوشبو لگائی پھر بیتابانہ چلا۔ لیکن زمانہ حج کے اعتبار سے زائرین کی کافی کمی تھی۔ اس لئے بہت ہی آرام سے رسول اللہ ؐ وابوبکر و عمر کی قبور کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ حج کے موقع پر یہ شرف نہیں حاصل کر سکا تھا کیونکہ اژدہام بہت تھا اور میں نے بلا وجہ یہ کوشش کی تھی کہ بطور تبرک کسی جالی کو لو دے سکوں۔ میرے ارادہ کو تاڑتے ہی وہاں پر کھڑے ہوئے سپاہی نے مجھے بہت زور سے ڈانٹا وہاں ہر دروازہ پر سپاہی رہتا ہے۔ اور جب دعا اور دوستوں کے سلام کو پہونچانے میں مجھے وہاں کچھ دیر تک کھڑا رہنا پڑا تو سپاہی نے حکم دیا کہ واپس جاؤ۔ میں نے چاہا بھی کہ ان میں سے کسی ایک سے بات کروں مگر بے فائدہ!

میں وہاں سے واپس آکر روضۂ مطہرہ میں اسی جگہ بیٹھ گیا جہاں بیٹھ کر قرآن پڑھا کرتا تھا اور لحن سے قرآن پڑھنے لگا۔ اور بار بار تکرار کرتا تھا۔ مجھے یہ خیال ہوتا تھا کہ جیسے رسول اللہ ؐ میری تلاوت کو سماعت فرما رہے ہیں تلاوت کرتے کرتے میں سوچنے لگا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ دوسرے مُردوں کی طرح رسول ؐ خدا بھی مُردہ ہوں؟ اگر ایسا ہے تو ہم اپنی نمازوں میں مخاطب کرتے ہوئے کیوں کہتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ (اے نبی آپ پر خدا کا سلام اور اس کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں) اور جب تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ سیدنا خضر علیہ السّلام زندہ ہیں اور سلام کرنے والوں کو جواب دیتے ہیں۔ بلکہ صوفی طریقوں کے جملہ مشائخ کا حتمی عقیدہ ہے کہ شیخ احمد تیجانی یا عبدالقادر جیلانی ان کے پاس جلے گئے ہیں (خواب میں نہیں) ظاہر بظاہر آتے ہیں۔ تو پھر ہم رسول ؐ خدا کے بارے میں اس قسم کی کرامت کے سلسلہ میں کیوں بخل کرتے ہیں؟ حالانکہ آنحضرت ؐ علی الاطلاق افضل الخلق ہیں۔ لیکن پھر یہ سوچ کر سکون ہوا کہ تمام مسلمان ایسا نہیں کہتے صرف وہابیوں کا عقیدہ ہے۔ جن سے میں اب متنفر ہونے لگا تھا۔ ایک تو اسی وجہ سے اور دوسرے بہت سے اسباب کی وجہ سے۔ منجملہ ان کے وہ سختی بھی ہے جس کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جو مومنین ان کے عقیدہ کے خلاف ہیں ان پر کس قدر شدت و سختی کرتے ہیں (آپ سوچ بھی نہیں سکتے)

ایک مرتبہ میں بقیع کی زیارت کے لئے گیا وہاں کھڑے ہو کر ارواح اہل بیت ؑ کے لئے ترحم کی دعا

کر رہا تھا۔ اور میرے قریب ہی ایک بہت ہی بوڑھا شخص رو رہا تھا۔ اس کے رونے سے میں
سمجھ گیا۔ یہ شیعہ ہے اس کے بعد وہ رو بقبلہ ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ اور وہ جیسے ہی سجدہ میں گیا۔
میں نے ایک فوجی کو دیکھا جو (تقریباً) دوڑتا ہوا آیا شاید وہ دیر سے اس بوڑھے کے حرکات و سکنات
کی نگرانی کر رہا تھا۔" اور آتے ہی اتنے زور سے ٹھوکر ماری کہ بڈھا الٹ گیا اور چند منٹ تک وہ ہوش
وحواس ہی کھو بیٹھا تھا اور فوجی جوتوں، گھونسوں، ٹکّوں، لاتوں سے ایک طرف اس کی پٹائی کر رہا تھا اور
دوسری طرف گالیوں کی بوچھار کر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور مجھے خیال ہوا کہ شاید بڈھا
مر چکا میں نے فوجی سے کہا: ارے کیوں مار رہے ہو یہ نماز پڑھ رہا تھا۔ تم یہ حرام کام کیوں کر رہے
ہو! فوجی نے مجھے بھی لتاڑ پلائی اور دھمکی دی کہ اگر تم خاموش نہ رہے تو تمہاری بھی یہی گت بنا دوں گا اور
جب میں نے اس کی آنکھوں میں شر کے شرارے دیکھے تو الگ ہو گیا۔ اور اپنے اوپر سخت غصہ آ رہا تھا
کہ مظلوم کی مدد بھی نہیں کر سکتا۔ اور سعودیوں پر بھی غصہ آ رہا تھا کہ بغیر کسی روک ٹوک کے جس کے ساتھ
جو جی چاہتا ہے برتاؤ کرتے ہیں کوئی ایسا نہیں ہے جو انکو اس سے روک سکے؟ کچھ زائرین بھی وہاں تھے
جو اس منظر کو دیکھ رہے تھے بعض نے کہا "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" اور بعض نے کہا یہ بڈھا اسی کا مستحق تھا
یہ قبور کے پاس نماز پڑھ رہا تھا اور یہ حرام ہے یہ سن کر میں اپنے کو قابو میں نہ رکھ سکا اور پھٹ پڑا کہ:
کس نے کہا ہے قبروں کے پاس نماز پڑھنی حرام ہے؟ اس نے کہا رسولؐ خدا نے اس سے ممانعت فرمائی
ہے۔ میں نے بغیر کچھ سوچے کہہ دیا کہ تم لوگ رسولؐ خدا پر الزام لگاتے ہو ابھی میں ڈرا کہیں یہ سب مجھے نہ
چمٹ جائیں یا اس فوجی کو آواز دیں اور وہ میرا حال بھی بڈھے جیسا کر دے لہٰذا بہت نرمی سے بولا اگر
رسول اللہ نے منع کیا ہے تو لاکھوں آدمی کیوں مخالفت کرتے ہیں؟ کیوں حجاج و زائرین فعل حرام کا
ارتکاب کرتے ہیں؟ کیوں قبر رسولؐ و قبر ابو بکر و عمر کے آس پاس مسجد نبویؐ میں نمازیں پڑھتے ہیں؟ اور پورے
اسلامی ممالک کی مسجدوں میں نماز پڑھتے ہیں۔ اور اگر مان بھی لیا جائے کہ قبروں کے پاس نماز حرام ہے
تو کیا اتنی شدت سے روکنا چاہئے یا نرمی سے؟ مجھے آپ اجازت دیں تو اس اعرابی کا قصہ سناؤں جس
نے رسولؐ اللہ کی مسجد میں پیشاب کر دیا تھا۔ خود رسولؐ و اصحاب رسولؐ کی موجودگی میں بلا کسی شرم و حیا کے

اس نے موت دیا۔ اور جب بعض حضرات ننگی تلوار لیکر اٹھے کہ اس کو قتل کر دیں تو رسولؐ اللہ نے روک دیا۔ اور فرمایا: اس کو چھوڑ دو اس پر سختی نہ کرو۔ جہاں اس نے پیشاب کیا وہاں ایک ڈول پانی بہا دو تم کو آسانی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ نہ کہ سختی کرنے کے لئے۔ لوگوں کو خوش رکھنے کے لئے نہ کہ نفرت دلانے کے لئے۔ پھر تمام صحابہ نے حکم رسولؐ کی پابندی کی اور رسولؐ خدا نے اعرابی کو بلاکر اپنے پاس بٹھایا۔ مرحبا کہا بہت نرمی اور لطف و مدارات سے گفتگو فرمائی اور اس کو سمجھایا۔ یہ خدا کا گھر ہے اس کو نجس نہیں کرنا چاہئے۔ اخلاق رسولؐ کو دیکھ کر اعرابی مسلمان ہو گیا۔ اور پھر ہمیشہ مسجد میں اچھے اور پاک لباس میں آتا تھا۔ خداوند عالم نے کتنی سچی بات اپنے رسولؐ سے کہی ہے:

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (پ ۴ س ۳ آل عمران آیت ۱۵۹)

ترجمہ: تم اگر بد مزاج اور سخت دل ہوتے تب تو یہ لوگ (خدا جانے کب کے) تمہارے گرد سے تتر بتر ہو گئے ہوتے: قصہ سننے کے بعد بعض موجود حضرات بہت متاثر ہوئے اور ایک شخص مجھے الگ لے جاکر پوچھنے لگا: آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ میں نے کہا: ٹیونس کا اس نے مجھے سلام کیا۔ اور کہا: برادر! تم کو خدا کا واسطہ اپنی جان کی حفاظت کرو۔ یہاں اس قسم کی بات ہرگز نہ کرو۔ میں تم کو قربۃً الی اللہ نصیحت کرتا ہوں۔ آپ نے ان لوگوں کے دلوں میں اپنے لئے بغض و کینہ پیدا کر لیا ہے۔ یہ لوگ جو اپنے کو حرمین کا نگراں سمجھتے ہیں اور حاجیوں کے ساتھ ایسی سختی کا برتاؤ کرتے ہیں کسی میں یہ جرأت نہیں ہے جو اپنی رائے کا اظہار کر سکے یا ایسی روایات بیان کر سکے جو ان کی روایتوں کے موافق نہ ہو یا ایسے عقیدہ کا اظہار کر سکے جو ان کے عقیدے کے مخالف ہو۔

میں اپنے نئے دوست کے گھر واپس آگیا جن کا نام بھی نہیں جانتا تھا۔ وہ رات کا کھانا لے کر آئے اور میرے سامنے بیٹھ گئے کھانا شروع کرنے سے پہلے ہی انھوں نے مجھ سے پوچھا کہاں کہاں گئے تھے؟ میں نے شروع سے لے کر آخر تک اپنا پورا واقعہ بیان کر دیا اور بڑے واضح لفظوں میں کہہ دیا: بھائی اب مجھے وہابیت سے نفرت ہونے لگی ہے اور شیعیت کی طرف میلان بڑھتا جا رہا ہے۔ اتنا سنتے ہی ان کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور مجھ سے کہنے لگے: خبردار اب

اس قسم کی گفتگو دوبارہ نہ کرنا۔ اتنا کہہ کر مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ میں انتظار کرتے کرتے تھک گیا سو گیا۔ علی الصباح مسجد نبوی کی اذان سے قبل میں بیدار ہوا تو دیکھا کھانا اسی طرح اپنی جگہ رکھا ہوا ہے جس سے میں سمجھا کہ میرا میزبان پھر پلٹ کر نہیں آیا۔ اب میں اس کے بارے میں مشکوک ہو گیا اور مجھے یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں وہ کسی "سی آئی ڈی" کا آدمی نہ ہو لہذا میں فوراً اٹھا اور مکان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر نکل کھڑا ہوا۔ دن بھر تو حرم نبوی میں رہا زیارت کرتا تھا نمازیں پڑھتا تھا۔ صرف قضائے حاجت اور وضو کے لئے باہر نکلتا تھا۔ نماز عصر کے بعد ایک خطیب کو سنا جو نمازیوں کو وعظ کر رہا تھا۔ میں بھی ادھر ہی چلا گیا۔ بعض موجود لوگوں سے پتہ چلا کہ یہ مدینہ کا قاضی ہے میں نے بڑی توجہ سے سنا وہ شخص بعض آیتوں کی تفسیر بیان کر رہا تھا۔ درس ختم کر کے جب وہ جانے لگا تو میں نے روک کر پوچھا: سیدی! آیۂ تطہیر سے مراد کون لوگ ہیں؟ اس نے فوراً کہا: ازواج مطہرات جن کے ذکر سے آیت کی ابتداء ہوئی ہے: یَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ الخ میں نے کہا: شیعہ علماء تو صرف پنجتن پاک کے لئے مخصوص کہتے ہیں۔ فطری بات ہے کہ میں نے ان پر اعتراض کیا کہ آیت میں ابتداء "یا نساء النبی" (اے نبی کی بیویو) سے ہوئی ہے۔ انھوں نے کہا: جہاں تک رسول کی عورتوں سے خطاب تھا، تمام صیغے جمع مؤنث کے لائے گئے مثلاً لَسْتُنَّ، اِنِ اتَّقَيْتُنَّ، فَلَا تَخْضَعْنَ، قُلْنَ، قَرْنَ، بُيُوتِكُنَّ، لَا تَبَرَّجْنَ، اَقِمْنَ، اٰتِيْنَ، اَطِعْنَ وغیرہ اور جب ان کی بات ختم ہو گئی اہل بیت کا ذکر آیا تو صیغہ بھی بدل دیا گیا۔ لیذهب عنكم ويطهركم کہا گیا۔ میری بات سنکر اس نے چشمہ اٹھا کر دیکھتے ہوئے کہا: خبردار ان زہریلے افکار سے ہوشیار ہو جاؤ۔ شیعہ کلام خدا کی من مانی تفسیر کرتے ہیں۔ حضرت علی اور ان کی ذریت کے بارے میں ان کے پاس ایسی ایسی آیتیں ہیں جس کو ہم لوگ نہیں جانتے ان کے پاس مخصوص قرآن ہے جس کو "مصحف فاطمہ" کہتے ہیں۔ میں تم کو ہوشیار کرتا ہوں کہیں ان کے جنگل میں نہ پھنس جاؤ۔

میں نے کہا: سیدی! اس کی تو آپ فکر نہ کریں ان کے بارے میں مجھے بہت کچھ معلوم ہے میں تو حقیقت جاننا چاہتا تھا۔ قاضی نے کہا: تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ عرض کیا ٹیونس کا۔

پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا: التیجانی! یہ سن کر قاضی بڑے فخر سے ہنسا اور بولا: کیا تم جانتے ہو احمد التیجانی کون تھا؟ میں نے کہا ہاں! وہ شیخ الطریقہ تھے۔ قاضی نے کہا وہ فرانسیسی استعمار کا ایجنٹ تھا، الجزائر اور ٹیونس میں فرانس کے قدم صرف اسی کی وجہ سے جمے تھے، اگر تم کبھی پیرس جاؤ تو قومی لائبریری ضرور دیکھنا اور وہاں قاموس فرنسی کا خود مطالعہ کرنا باب (۱) کے اندر تم پڑھو گے کہ فرانس نے "وسام الشرف" (فرانس کا سب سے بڑا تمغہ) احمد التیجانی کو اس کی ان خدمات کے صلے میں جو اس نے فرانس کے لئے انجام دیئے تھے" دیا تھا۔ اور وہ خدمات ایسے تھے جن کا قیاس بھی نہیں کیا جا سکتا مجھے اس کے قول سے تعجب ہوا بہر حال شکریہ ادا کر کے میں ان سے رخصت ہو کر چلا آیا۔

مدینہ میں پورے ایک ہفتہ قیام کیا تاکہ چالیس نمازیں پڑھ لوں۔ اور تمام زیارتیں بھی کر لوں۔ مدینہ کے دوران قیام میں بہت باریک بینی سے کام لیتا رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہابیت سے نفرت بڑھتی گئی مدینہ منورہ سے کوچ کر کے اردن پہنچا وہاں اپنے دوستوں سے ملاقات کی جن سے زمانۂ حج میں تعارف ہوا تھا۔ اور جس کی طرف میں پہلے اشارہ کر چکا ہوں۔

ان لوگوں کے پاس تین دن رہا۔ یہ لوگ شیعوں سے کینہ ہم لوگوں سے زیادہ رکھتے ہیں وہی روایات وہی پروپیگنڈے جو ٹیونس میں تھے۔ یہاں بھی تھے۔ جس سے بھی میں نے پوچھا تم کس دلیل سے شیعوں کو دشمن رکھتے ہو سب ہی نے سنی سنائی باتیں دہرا دیں یا دلیل نام کی چیز کسی کے پاس نہیں تھی۔ اور نہ ان میں سے کسی نے شیعوں کی کتابیں پڑھی تھیں یہ شیعوں سے نشست و برخاست کی تھی حد یہ ہے کہ اپنی زندگی میں کسی شیعہ سے ملاقات تک نہیں کی تھی۔

اردن سے سوریہ آیا۔ دمشق میں جامع اموی کو دیکھا اسی کے پہلو میں مرقد امام حسینؑ ہے اس کی زیارت کی۔ صلاح الدین الوبیؒ اور سیدہ زینبؑ کے ضریح کی زیارت سے مشرف ہوا۔ بیروت سے ڈائریکٹ طرابلس گیا۔ سمندری سفر پورے چار دن جاری رہا ان چار دنوں میں جسمانی اور فکری دونوں سکون ملا۔ پورے سفر کی ریل میرے ذہن میں چلتی رہی اور اس کا انجام یہ ہوا کہ بیک وقت میرے دل میں شیعوں کی طرف جھکاؤ اور میلان جتنا بڑھا۔ وہابیت سے دوری و نفرت بھی اتنی ہوتی گئی۔

الحمدللہ ان کی دسیسہ کاریوں کو میں نے پہچان لیا۔ خدا نے جو فضل وانعام مجھ پر فرمایا، اور جو عنایت ومہربانی فرمائی اس پر اس کی حمد کی اور اس سے دعا کی مجھے راہِ حق کی ہدایت کرے۔

آخر سرزمین وطن پر پہنچا۔ سب سے زیادہ بے چینی خاندان اہل وعیال، دوستوں سے ملنے کی تھی۔ شکر خدا سب بخیر وعافیت تھے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی مجھے معلوم ہوا کہ میری عدم موجودگی میں بہت سی کتابیں آئی ہیں۔ میں فوراً سمجھ گیا کہاں سے آئی ہیں۔ اور جب ان بنڈلوں کو کھولا تو پورا گھر کتابوں سے بھر گیا۔ اس سے ان لوگوں کا احترام اور محبت مزید بڑھ گئی جو وعدہ خلافی نہیں کرتے اور میں نے دیکھا کہ مجھے وہاں جتنی کتابیں بطور تحفہ پیش کی گئی تھیں۔ اُن کی گنی گنائی کتابیں میرے گھر بھیجی گئی ہیں۔

ابتدائے تحقیق

میری خوشی کی انتہا نہ رہی ایک کمرہ میں جس کا نام میں نے کتب خانہ رکھا. تمام کتابوں کو ترتیب سے رکھا. اور چند دن آرام کئے چونکہ درسی سال کی ابتدا ہو رہی تھی. اس لئے ایک ٹائم ٹیبل تیار کیا جس میں تین دن مسلسل پڑھانے کے اور چار دن آرام کے ہر ہفتہ میں رکھا۔

اس کے بعد کتابوں کے مطالعہ میں جُٹ گیا چنانچہ "عقائد الامامیہ" "اصل الشیعہ واصولہا" کو پڑھنے کے بعد میری ضمیر کو بہت سکون ملا کیونکہ خود میرا ضمیر بھی انھیں عقائد کو پسند کرتا تھا جو شیعوں کے تھے اس کے بعد سید شرف الدین الموسوی کی کتاب "المراجعات" پڑھی. ابھی چند ہی صفحات پڑھے تھے. کہ کتاب کی کشش نے پڑھنے پر مجبور کر دیا. اور پھر تو یہ عالم ہو گیا کہ کسی شدید مجبوری کے بغیر میں کتاب چھوڑتا ہی نہیں تھا. کبھی کبھی تو کالج میں بھی اپنے ساتھ لئے چلا جاتا تھا شیعہ عالم کی صاف گوئی وصراحت اور سنی عالم کی مشکلات کو حل کر دینے نے مجھے دہشت زدہ کر دیا تھا کتاب کی صورت میں میری آرزو مجھے مل گئی. کیونکہ یہ کتاب عام ڈھرے پر نہیں لکھی گئی تھی کہ مؤلف کا جو جی چاہے کسی مناقشہ ومعارضہ کے بغیر لکھ دے۔ بلکہ المراجعات دو مختلف مذہب (شیعہ وسنی) کے دو زبردست عالموں کے درمیان جو گفتگو ــــ خط وکتابت کی صورت میں ــــ ہوئی تھی. جس میں ہر چھوٹی و بڑی چیز کا دونوں ایک دوسرے سے محاسبہ کرتے تھے. اور پوری بحث کا دارومدار مسلمانوں کے دو بنیادی مدارک پر تھے ــــ یعنی قرآن کریم اور سنت صحیحہ ــــ اس پوری بحث کو اس میں جمع کر دیا گیا تھا. بس وہ کتاب کیا تھی گویا جویائے حقیقت کو منزل تک پہنچانے والی تھی یہ کتاب بہت ہی مفید ہے اور میرے اوپر اس کا بہت بڑا احسان ہے۔

اس کتاب کو پڑھتے پڑھتے جب میں اس منزل پر پہونچا کہ صحابہ احکام (و اوامر) رسولؐ کی پابندی نہیں

کرتے تھے تو میں مبہوت ہو گیا، مؤلف نے اس کی مثالیں دی ہیں ان میں سے ایک تو روزِ پنجشنبہ کی مصیبت کا حادثہ ہے اس سے واقعہ قرطاس مراد ہے کیونکہ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سیدنا عمر ابن الخطاب حکم رسولؐ پر اعتراض کر سکتے ہیں اور ان کی طرف (معاذ اللہ) ہذیان کی نسبت دے سکتے ہیں۔ شروع میں تو مجھے یہی گمان ہوا کہ یہ شیعوں کی روایت ہے۔ لیکن میری حیرت و دہشت کی اس وقت انتہا نہیں رہی جب میں نے یہ دیکھا کہ شیعہ عالم صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے نقل کر رہا ہے میں نے اپنے دل میں کہا اگر یہ روایت واقعاً صحیح بخاری میں ہے تو پھر میری بھی اس میں ایک رائے ہو گی۔

میں نے فوراً ٹیونس کا سفر کیا اور وہاں سے صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند امام احمد، صحیح ترمذی، موطا امام مالک انکے علاوہ دوسری مشہور کتابوں کو خریدا۔ میں نے گھر آنے کا بھی انتظار نہیں کیا ٹیونس سے قفصہ تک راستہ بھر بخاری کو الٹ پلٹ کر واقعہ قرطاس تلاش کرتا رہا۔ اگرچہ میری دلی تمنا تھی کہ وہ نہ ملے مگر میری بدقسمتی کہ وہ عبارت مل گئی اور میں نے اس کو کئی مرتبہ پڑھا جیسا شرف الدین نے لکھا تھا ویسا ہی تھا۔ میں نے چاہا سرے سے اصل واقعہ ہی کو جھٹلا دیا جائے کیونکہ سیدنا عمر ایسا اقدام نہیں کر سکتے لیکن جو باتیں صحاح میں ہیں ان کا کیونکر انکار کیا جا سکتا ہے اور صحاح بھی اہل سنت کی۔ انکے بارے میں ہم لوگ چوں بھی نہیں کر سکتے اور جنکی صحت کی گواہی پر مہر تصدیق ثبت ہے۔ صحاح میں شک کرنا یا بعض کو جھٹلا دینے کا مطلب سارے معتقدات کو چھوڑ دینا ہے۔ اگر شیعہ عالم اپنی کتابوں سے نقل کرتا تو میں قیامت تک تسلیم نہ کرتا لیکن اس نے اہل سنت کی صحاح سے نقل کیا ہے جسمیں خدشہ کرنے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ ہم نے خود یہ طے کر رکھا ہے کہ قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب بخاری ہے اس لئے اسکو تو ماننا پڑے گا۔ ورنہ پھر صحاح میں شک کرنا پڑے گا اور صحاح میں شک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس احکام اسلام میں سے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر ہم بھروسہ کر سکیں کیونکہ کتاب خدا میں جو احکام آئے ہیں وہ مجمل طور سے ہیں صحاح کے انکار نہ کر سکنے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ہم لوگ عہد رسالت سے بہت بعد میں آئے ہیں دینی احکام ابًا عن جدٍ جو بھی ہم کو وراثت میں ملے ہیں وہ انھیں صحاح کے وساطت سے ملے ہیں لہذا ان کتابوں کو نہ چھوڑا جا سکتا ہے نہ جھٹلایا جا سکتا ہے۔ اس مشکل بحث میں داخل ہوتے ہی میں نے اپنے نفس سے یہ عہد لیا تھا کہ صرف انھیں صحیح

حدیثوں پر بھروسہ کروں گا جو شیعہ و سنی دونوں کے یہاں متفق علیہ ہوں گی اور ان تمام حدیثوں کو چھوڑ دوں گا۔ جن کو صرف سنی یا صرف شیعوں نے لکھا ہوگا۔ اس معتدل طریقہ پر عمل کر کے میں جذباتی اثر انگیزیوں سے دور رہ سکوں گا۔ اور مذہبی و قومی یا وطنی تعصبات سے محفوظ رہ سکوں گا۔ اور اسی کے ساتھ شک پر عمل نہیں کروں گا۔ تاکہ حبل الیقین یعنی صراط مستقیم تک پہونچ سکوں۔

Subhan Allah

گہری تحقیق کا آغاز

اصحاب

"شیعوں اور سنیوں کی نظر میں"

تمام بحثوں میں سب سے اہم بحث (جس کو "سنگ بنیاد" کہا جائے) اصحاب کی زندگی ان کے عقائد و کردار کی بحث ہے جو انسان کو حقیقت تک پہونچا دیتی ہے کیونکہ ہر چیز کے لئے یہی حضرات ستون ہیں۔ انھیں سے ہم نے دین لیا ہے تاریکیوں میں احکام خدا کی معرفت کے لئے انھیں کے نور سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ چونکہ علمائے ماسبق صرف انھیں حضرات پر اکتفا کرتے تھے لہذا ان کے بارے میں ان کی سیرت کے بارے میں کافی بحث و تمحیص سے کام لیا ہے۔ اور متعدد کتابیں تالیف فرمائی ہیں۔ مثلاً اسد الغابہ فی تمیز الصحابہ، الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، میزان الاعتدال" اور نہ جانے کتنی کتابیں ہیں جن میں زندگانی صحابہ کو نقد و تحلیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ۔۔۔ لیکن سب اہل سنت کے مخصوص نظریہ کے مطابق لکھی گئی ہیں۔

اس لئے ان میں یہ اشکال ہے کہ پہلے والے علما، نہ صرف یہ کہ تاریخ و سیرت کی کتابیں عباسی اور اموی حکام کے حسب منشا لکھا کرتے تھے جن کی اہل بیت سے دشمنی طشت از بام ہے بلکہ جو بھی اموی و عباسی حکمرانوں کے نقش قدم پر چلتا تھا یہ علمائے کرام صرف انھیں کے چشم و ابرو کے اشارے پر رقص کرتے تھے اس لئے صرف انھیں کے اقوال کو حجت سمجھ لیا اور دوسرے ان علماء کے اقوال کو

کو کوڑے دان میں ڈال دینا انصاف سے بعید ہے۔ جنھیں صرف ولائے اہل بیتؑ کے جرم میں حکومتوں نے قتل کر دیا، ملک بدر کر دیا، ان پر مصائب کے پہاڑ توڑ دیے، ان کی زندگی اجیرن بنا دی، ان ظالم و منحرف حکومتوں کے خلاف انقلاب کا مرکز بھی یہی علماء تھے۔

ان تمام چیزوں میں بنیادی چیز صحابہ تھے۔ کیونکہ یہی وہ لوگ تھے جب رسولؐ اکرم نے قیامت تک گمراہی سے بچانے والی تحریر لکھنی چاہی تو اختلاف کر بیٹھے۔ یہی حضرات ہیں جنھوں نے امت اسلامیہ کو فضیلت سے محروم کر دیا اور گمراہی کے راستہ پر ڈال دیا کہ آج امت ٹکڑیوں میں بٹ گئی ہے، کئی حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ اختلافات پھوٹ پڑے، امت کمزور ہو گئی، اسلام کا رعب و دبدبہ مخالفین کے دلوں سے جاتا رہا۔

یہی تھے جنھوں نے خلافت میں اڑنگے لگائے۔ کچھ لوگ حکومت حاصل کر لینے میں کامیاب ہو گئے، کچھ لوگ مدمقابل بن کر ابھرے جس کے نتیجے میں شیعہ علیؑ اور شیعہ معاویہ میں امت تقسیم ہو گئی۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے کتاب خدا اور حدیث رسولؐ کی تفسیر میں اختلاف ڈال دیا جس کے نتیجہ میں متعدد فرقے پیدا ہو گئے، مختلف کلامی و فکری مدارس وجود میں آ گئے، مختلف فلسفے ظاہر ہو گئے جن کا سرچشمہ سیاسی اسباب تھے، اور حصول تخت و تاج تھا۔

اگر یہ صحابہ نہ ہوتے تو نہ مسلمان تقسیم ہوتے نہ آپس میں اختلاف ہوتا۔ جتنے بھی اختلافات ہوئے ہیں یا ہوں گے ان کی بازگشت صحابہ کے اختلاف کی طرف ہے۔ حالانکہ سب کا خدا ایک ہے، قرآن ایک، رسولؐ ایک، قبلہ ایک، اور سب ہی ان چیزوں پر متفق ہیں۔ لیکن رسولؐ کے انتقال کے بعد سب سے پہلا اختلاف سقیفہ بنی ساعدہ میں رونما ہوا جو آج تک جاری ہے۔ اور (عقیدت صحابہ کی برکت سے) الی ماشاء اللہ باقی رہے گا۔ میں نے علمائے شیعہ سے گفتگو کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ان کے یہاں صحابہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) پہلی قسم۔ وہ نیک صحابہ جنھوں نے خدا اور رسولؐ کی کما حقہ معرفت حاصل کی اور موت پر بیعت کی، رسولؐ کے سچے صحابی رہے قولاً و عملاً۔ رسولؐ کے بعد بھی نہیں بدلے بلکہ اپنے عہد پر باقی رہے اور یہی

وہ اصحاب ہیں جن کی خدا نے اپنی کتاب میں متعدد جگہ تعریف و توصیف کی ہے اور رسولؐ نے بھی بکثرت مواقع پر ان کی مدح سرائی کی ہے شیعہ ان اصحاب کا ذکر بڑے احترام و تقدس سے کرتے ہیں اور جس طرح اہل سنت احترام و تقدیس کرتے ہیں رضی اللہ کہتے ہیں شیعہ بھی یہی سب کہتے اور کرتے ہیں۔

(۲) دوسری قسم۔ ان اصحاب کی ہے جو اسلام لائے اور رسولؐ کی پیروی کی خواہ خوف سے خواہ شوق سے مگر کچھ یہ لوگ رسولؐ پر احسان جتاتے تھے کہ ہم ایمان لائے اور بعض اوقات رسولؐ کو اذیت بھی پہونچاتے تھے آنحضرتؐ کے اوامر و نواہی کی بجا آوری نہیں کرتے تھے بلکہ نصوص صریحہ کے مقابلہ میں اپنی رائے کی اہمیت دیتے تھے۔ یہاں تک کہ کبھی تو قرآن نے ان کی توبیخ کی اور کبھی ان کی تہدید کی اور بہت سی آیتوں میں ان کو رسوا بھی کیا۔ رسولؐ نے بھی بہت سی حدیثوں میں ڈرایا دھمکایا ہے شیعہ ان اصحاب کا ذکر ان کے افعال کے ساتھ کرتے ہیں۔ نہ کوئی احترام کرتے ہیں نہ تقدیس۔

(۳) تیسری قسم۔ ان منافقین کی ہے جو رسولؐ کے ساتھ ان کو نقصان پہونچانے کی فکر میں رہتے تھے یہ بظاہر تو مسلمان تھے مگر درپردہ کافر تھے۔ یہ اسلام اور مسلمانوں کو ضرر پہونچانے کے لئے رسول کے قریب رہتے تھے خدا نے پورا سورہ منافقون ان کے بارے میں نازل کیا ہے۔ بہت سی جگہوں پر ان کا ذکر ہے۔ ان کو جہنم کے سب سے نچلے طبقہ کی دھمکی دی گئی ہے رسولؐ نے بھی ان کا ذکر کیا ہے۔ ان سے بچنے کے لئے کہا ہے۔ بعض اصحاب کو منافقین کے نام بھی بتا دیے تھے۔ اور ان کی علامتیں بھی یہ قسم اصحاب کی ایسی ہے کہ شیعہ و سنی دونوں ان پر لعنت کرتے ہیں اور ان سے اظہار برأت کرتے ہیں۔

ایک اور قسم بھی ہے وہ بھی اگرچہ صحابہ ہیں لیکن قرابت رسولؐ خلقی و نفسی فضائل، خدا اور رسولؐ کی طرف سے دی ہوئی خصوصیات کی بنا پر سب سے الگ تھلگ ہیں ان کے برابر کا کوئی نہیں ہے اور نہ ان کے درجہ تک کوئی پہونچ سکتا ہے۔ اور یہ وہ اہل بیت ہیں جن سے خدا نے رجس دور کر دیا ہے اور پاک و پاکیزہ بنا دیا ہے۔(۱)

---

(۱) پ ۲۲ س ۳۳ (احزاب) آیت ۳۳

ان کے اوپر درود بھیجنا ویسا ہی واجب ہے جیسا رسولؐ پر ان کے لئے خمس قرار دیا گیا ہے (۱) اجر رسالت کے عنوان پر ہر مسلمان پر ان کی مودت واجب قرار دی گئی ہے (۲) یہی اولوالامر ہیں جن کی اطاعت واجب قرار دی گئی ہے (۳)، یہی راسخون فی العلم ہیں جو تاویل قرآن اور محکم و متشابہ کا علم رکھتے ہیں (۴)، یہی اہل ذکر ہیں جن کو رسولؐ نے حدیث ثقلین میں قرآن کا ساتھی قرار دیا ہے اور دونوں سے تمسک کو واجب قرار دیا ہے (۵) انھیں کو سفینۂ نوح جیسا قرار دیا گیا ہے جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو الگ رہا ڈوب گیا (۶) صحابہ اہل بیتؑ کی قدر پہچانتے ہیں۔ ان کی تعظیم کرتے ہیں اور ان کا احترام کرتے ہیں۔ شیعہ انھیں اہل بیتؑ کی پیروی کرتے ہیں اور ان کو جملہ صحابہ سے افضل جانتے ہیں اور اس پر نصوص صریحہ پیش کرتے ہیں۔

لیکن اہل سنت والجماعت اہل بیتؑ کی عظمت و تفضیل و احترام کے قائل ہونے کے باوجود اصحاب کی اس تقسیم کو قبول نہیں کرتے اور نہ اصحاب میں سے کسی کو منافق سمجھتے ہیں۔ بلکہ تمام صحابہ ان کے نزدیک رسولؐ خدا کے بعد افضل الخلائق ہیں اگر وہ کسی تقسیم کو مانتے بھی ہیں تو سابق الاسلام ہونے اور اسلام میں مصائب برداشت کرنے کے اعتبار سے ہے۔ چنانچہ سب سے افضل خلفائے راشدین اس کے بعد عشرہ مبشرہ کے باقی چھ افراد ہیں اسی لئے جب وہ نبیؐ اور آل نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں تو بلا استثناء تمام صحابہ پر درود بھیجتے ہیں۔ یہ باتیں میں خود سنی ہونے کی وجہ سے اور علمائے کرام اہلسنت سے سن کر جانتا ہوں۔ اور وہ تقسیم میں نے علمائے شیعہ سے سنی ہے۔ اور یہی چیز باعث بنی کہ میں پہلے صحابہ کے بارے میں ایک عمیق بحث کرلوں اور اپنے خدا سے یہ عہد کرلیا ہے کہ مجھے جذباتی نہ بنائے تاکہ میں حزبی نہ کہلاؤں۔ اور دونوں طرف کی بات سن کر احسن کی پیروی کرسکوں۔

---

(۱) پ ۹ س ۱۰ (انفال) آیت ۴۱۔ (۲) پ ۲۵ س (شوریٰ) آیت ۲۳
(۳) پ س (نساء) آیت ۵۹ (۴) پ س (آل عمران) آیت ۷
(۵) کنز العمال ج ۱ ص ۴۴، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۰ پر حدیث ثقلین کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔
(۶) مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۵۱، تلخیص الذہبی، الصواعق المحرقہ ابن حجر ص ۱۸۴ و ۲۳۴۔

اور اس سلسلہ میں دو چیزوں کو اپنا مرجع قرار دیا ہے۔

(۱) بالکل سیدھا اور منطقی قاعدہ یعنی قرآن کی تفسیر اور سنت نبویؐ کے سلسلہ میں صرف اسی بات پر اعتماد و بھروسہ کروں گا جس پر دونوں فریقین (شیعہ و سنی) متفق ہوں۔

(۲) عقل - خدا نے انسان کو جو نعمتیں دی ہیں ان میں سب سے بڑی نعمت عقل ہے کیونکہ اسی عقل کی وجہ سے انسان کو اپنی تمام مخلوقات سے افضل قرار دیا ہے۔ آپ نے خود ہی دیکھا ہو گا خدا جب اپنے بندوں کے خلاف حجت لاتا ہے تو ان کو عقل کی دعوت دیتا ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ، اَفَلَا یَفْقَهُوْنَ ، اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ ، اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ وغیرہ وغیرہ۔

میرا اسلام یہ ہے کہ میں خدا اس کے ملائکہ، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول اور بندے ہیں، اور خدا کا پسندیدہ دین صرف اسلام ہے۔ اس سلسلہ میں کسی صحابی پر اعتماد نہیں کرتا چاہے اس کی رسولؐ سے کتنی ہی قرابت ہو۔ اور چاہے اس کی منزلت کتنی ہی بلند ہو۔ میں نہ اموی ہوں نہ عباسی، نہ فاطمی، نہ سنی ہوں نہ شیعہ۔ مجھے نہ ابوبکر سے نہ عمر سے، نہ عثمان سے نہ علیؑ سے نہ کسی سے عداوت ہے، نہ دشمنی انتہا یہ ہے مسلمان ہونے کے بعد سے مجھے سیدنا حمزہ کے قاتل وحشی سے بھی کوئی دشمنی نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام سابقہ چیزوں کو ختم کر دیتا ہے اور رسولؐ اسلام نے وحشی کو معاف کر دیا تھا۔ میں تلاش حقیقت کے لئے اور اپنے تمام سابق خیالات کو چھوڑ کر خدا کے سہارے اس بحث "صحابہ کا موقف" کو شروع کرتا ہوں۔

(۱) صحابہ اور صلح حدیبیہ

اجمالی طور سے واقعہ یہ ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال رسولؐ اللہ اپنے چودہ سو اصحاب کے ساتھ عمرہ کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے لیکن آپ نے ہر ایک کو حکم دیدیا کہ تلواریں نیام میں رکھیں

ذوالحلیفہ ـــ مکہ سے قریب ایک جگہ ـــ پہنچ کر آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھا۔ اونٹوں پر خون کے چھینٹے اور ان کے گلے میں جوتیوں کے ہار پہنائے تاکہ قریش کو یقین ہو جائے کہ آپ زائر بن کر صرف عمرہ کرنے آئے ہیں۔ جنگ کا کوئی ارادہ نہیں ہے لیکن کہیں قریش کا غرور خاک میں نہ مل جائے اور عربوں میں یہ خبر نہ پھیل جائے کہ محمدؐ نے زبردستی مکہ میں داخل ہو کر قریش کی شان و شوکت کا جنازہ نکال دیا ہے غرور خاک میں ملا دیا ہے۔ اس ڈر سے سہیل بن عمرو بن عبد ود العامری کی سرکردگی میں محمدؐ کے پاس ایک وفد بھیجا اور ان سے خواہش کی کہ آپ اس سال یوں ہی مدینہ واپس چلے جائیں۔ آئندہ سال ہم تین دن کے لئے مکہ کو خالی کر دیں گے آپ اس وقت عمرہ بجا لائیں اور اسی کے ساتھ دیگر سخت و غیر منصفانہ شرطیں بھی رکھیں جن کو حسب وحی الٰہی رسول اللہؐ نے قبول فرمایا۔

لیکن بعض اصحاب کو رسول خداؐ کا یہ اقدام ذرہ برابر آنکھوں نہ بھایا۔ اور انھوں نے بڑی شدت کے ساتھ مخالفت کی۔ چنانچہ عمر بن خطاب نے رسول خداؐ کے پاس آتے ہی درشت لہجہ میں پوچھا: کیا تم نبی برحق نہیں ہو؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: ہوں۔ عمر نے پھر کہا: کیا ہم لوگ حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ بھی صحیح ہے۔ عمر نے کہا: پھر ہم اپنے دین کے بارے میں ایسی ذلت نہیں گوارہ کر سکتے! آنحضرتؐ نے کہا: (سنو) میں خدا کا رسولؐ ہوں۔ میں خدا کی معصیت نہیں کر سکتا جب کہ وہی میرا مددگار ہے۔ عمر بولے: کیا آپ ہم لوگوں سے نہیں کہا کرتے تھے ہم عنقریب خانہ کعبہ جا کر اس کا طواف کریں گے؟ رسول اللہؐ نے کہا: لیکن کیا میں نے یہ کہا تھا کہ اسی سال مکہ آ کر طواف کریں گے؟ عمر بولے نہیں۔ تو نہیں کہا تھا اس پر رسول خداؐ نے فرمایا: تم یقیناً آؤ گے اور طواف کرو گے!

اس کے بعد عمر ابوبکر کے پاس آئے اور کہا: اے ابوبکر کیا یہ شخص واقعی خدا کا رسول نہیں ہے؟ ابوبکر نے کہا ہاں واقعی رسولؐ ہیں۔ پھر عمر نے وہی سوالات جو رسولؐ خدا سے کئے تھے ابوبکر کے سامنے بھی دہرائے اور ابوبکر نے وہی جوابات دیئے جو رسولؐ نے دیئے تھے۔ پھر کہا: اے شخص یہ خدا

کے رسولؐ ہیں جو اپنے خدا کی معصیت نہیں کر سکتے اور خدا ان کا مددگار ہے۔ لہٰذا تم مضبوطی سے ان کا دامن پکڑو۔ جب رسولؐ صلح کے معاہدہ سے فارغ ہو چکے تو اپنے اصحاب سے فرمایا: تم لوگ جا کر قربانی کرو اور سر کو منڈاؤ (راوی کہتا ہے) خدا کی قسم ان میں سے کوئی بھی نہیں اٹھا حالانکہ آپ نے تین مرتبہ حکم دیا۔ جب کسی نے آپ کی بات نہیں سنی تو آپ اٹھ کر اپنے خیمہ میں چلے گئے۔ پھر وہاں سے نکل کر کسی سے کوئی بات کئے بغیر اپنی طرف سے اونٹ کو ذبح کیا۔ اور حجام کو بلا کر سر منڈوایا۔ جب اصحاب نے یہ دیکھا تو اٹھے قربانی کی۔ اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔ یہاں تک کہ قریب تھا بعض بعض کو قتل کر دیں گے۔[1]

یہ ہے صلح حدیبیہ کا مختصر واقعہ جس پر شیعہ و سنی دونوں متفق ہیں اور اس کو مورخین اور اصحاب سیر نے لکھا ہے جیسے طبری، ابن اثیر، ابن سعد وغیرہ نے مثلاً بخاری و مسلم نے بھی لکھا ہے۔

مجھے یہاں پر توقف کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ میرے لئے محال ہے کہ میں اب کوئی واقعہ پڑھوں اور اس سے متاثر نہ ہوں اور نہ اس پر تعجب کروں کہ آخر یہ کیسے صحابہ تھے جو اپنے نبیؐ کے سامنے ایسی جسارت کر رہے تھے۔ کیا اس واقعہ کے بعد دنیا کا کوئی باشعور آدمی یہ ماننے کے لئے تیار ہوگا کہ اصحاب رسول خداؐ کے ہر حکم کو بجالانے کے لئے دل و جان سے تیار رہتے تھے؟ اور بجالاتے تھے؟ یہ واقعہ ان کی پوری طرح تکذیب کرتا ہے اور ان کے جھوٹے دعووں کی قلعی کھول دیتا ہے کیا کوئی بھی عقلمند اس بات کا تصور کر سکتا ہے کہ نبیؐ کے سامنے ایسی جسارت معمولی بات ہے؟ یا ایسی جسارت کرنے والے معذور ہیں؟ یا ان کی جرأت قابل قبول ہے؟ خود خداوند عالم کا ارشاد ہے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (پ ۵ س نساء آیت ۶۵)

---

[1] اس واقعہ کو اصحاب سیر و تاریخ کے علاوہ بخاری نے اپنی صحیح کے اندر کتاب الشروط فی الجہاد ج ۲ ص ۱۲۲ پر اور مسلم نے اپنی صحیح میں باب صلح حدیبیہ میں تحریر کیا ہے۔

ترجمہ: (پس اے رسولؐ) تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ اس وقت تک سچے مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے باہمی جھگڑوں میں تم کو اپنا حاکم نہ بنائیں (پھر یہی نہیں بلکہ) جو کچھ تم فیصلہ کردو اس سے کسی طرح تنگدل بھی نہ ہوں۔ بلکہ خوش خوش اس کو مان لیں ـــــــ کیا عمر بن خطاب یہاں تسلیم ہوئے؟ اور رسولؐ کے فیصلہ کے بعد اپنے کو تنگدل نہیں پایا؟ یا حکم رسولؐ میں ان کو تردد نہیں تھا؟ خصوصاً یہ کہنا: کیا واقعی آپ خدا کے رسولؐ نہیں ہیں؟ کیا آپ ہم سے کہا نہیں کرتے تھے؟ الخ اور پھر رسولؐ خدا نے جو کافی و شافی جوابات دیئے کیا اس کو تسلیم کرلیا؟ اس پر قانع و مطمئن ہو گئے؟ ہرگز نہیں اگر مطمئن ہو گئے ہوتے تو وہی سوالات ابوبکر سے جاکر نہ پوچھتے؟ اور پھر کیا ابوبکر کے جواب سے مطمئن ہو گئے؟ تو سمجھئے خدا جانے اگر یہ رسولؐ یا ابوبکر کے جواب سے مطمئن ہو گئے تھے تو پھر کیوں کہا کرتے تھے؟ میں نے اس کے لئے بہت سے اعمال کئے! اب تو خدا اور اس کا رسولؐ ہی جانتا ہے کہ عمر نے کیا کیا اعمال کئے ہیں؟ اور پھر اس کے علاوہ باقی لوگوں نے کیوں نافرمانی کی؟ جب رسولؐ خدا نے تین تین مرتبہ کہا تم لوگ اٹھو قربانی کرو اور سر منڈاو! الیکن کسی کے کان پر جوں بھی نہیں رینگی رسولؐ بار بار کہتے رہے مگر ہر آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی"۔

سبحان اللہ! مجھے کسی طرح یقین نہیں آرہا تھا۔ کیا صحابہ کی بدتمیزی اور جسارت اس حد تک رسولؐ کے ساتھ ہو سکتی ہے؟ اگر یہ واقعہ صرف شیعہ کتابوں میں ہوتا تو میں فوراً کہہ دیتا یہ صحابہ کرام پر افترا ہے لیکن یہ تو اتنا مشہور واقعہ ہے اور اتنا صحیح قصہ ہے کہ سنی شیعہ تمام محدثین نے لکھا ہے چونکہ میں طے کر چکا ہوں جس چیز پر سنی و شیعہ دونوں متفق ہوں گے۔ اسی کو قبول کروں گا۔ اس لئے تعجب و حیرت کے ساتھ قبول کر لینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ آخر میں کیا کہوں؟ ان اصحاب کی طرف سے کون سا عذر تراشوں؟ جو بعثت سے لے کر صلح حدیبیہ تک بیس سال رسولؐ اللہ کے قریب رہے ہیں جنھوں نے معجزات و انوار نبوت اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ قرآن نے دن رات ان کو ادب سکھایا ہے کہ رسولؐ کے ساتھ کیا برتاؤ کریں، کیسی گفتگو کریں۔ یہاں تک کہ خدا نے دھمکی دے دی کہ اگر میرے رسولؐ کی آواز پر آواز بلند کرو گے تو تمہارے سارے اعمال اکارت کردوں گا ـــــ

www.kitabmart.in

مجھے تو بار بار یہ خیال آتا ہے کہ یہ عمر بن خطاب ہی تھے۔ جنہوں نے تمام لوگوں کو ورغلایا تھا نہ یہ جسارت کرتے اور نہ لوگوں کی ہمت ہوتی کہ حکم رسولؐ کی سنی ان سنی کر دیں۔ خود ان کا تردد اور نافرمانی اور متعدد مواقع پر یہ کہنا کہ میں (اس فعل کی وجہ سے) برابر نمازیں پڑھتا رہا، روزے رکھتا رہا، صدقے کرتا رہا، غلام آزاد کرتا رہا اپنے اس کلام کی وجہ سے جو میں نے ۔۔۔۔ اس سلسلہ میں پورا واقعہ ان سے منقول ہے۔[1]

ہم کو خود اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ خود عمر کو بھی اس کا احساس تھا یہ قصہ ویسے تو بہت عجیب و غریب ہے مگر حقیقت ہے۔

اصحاب اور یوم خمیس (روز پنجشنبہ)

بطور اختصار اس قصہ کی حقیقت یہ ہے کہ رسولؐ خدا کی وفات سے تین دن پہلے تمام اصحاب کرام آنحضرتؐ کے گھر میں جمع تھے آپ نے ان سے کہا میرے لئے کتف[2] (پوست یا ہڈی) اور دوات لے آؤ تاکہ تم لوگوں کے لئے ایک ایسی تحریر لکھ دوں جو تم کو گمراہی سے بچا سکے لیکن اصحاب میں پھوٹ پڑ گئی۔ بعض نے صریحی طور پر اظہار نافرمانی کرتے ہوئے آپ پر ہذیان کا الزام لگایا رسولؐ خدا کو بہت غصہ آیا۔ آپ نے بغیر کچھ لکھے ہوئے سب کو اپنے گھر سے نکال دیا۔ لیجئے اس قصہ کی تفصیل پڑھئے

---

[1] السیرۃ الحلبیہ باب صلح الحدیبیہ ج ۲ ص ۷۰۶۔

[2] کتف درحقیقت انسان و حیوان کے کندھے میں ایک چوڑی ہڈی ہوتی ہے۔ کاغذ کی کمی کی بنا پر پہلے اسی پر لکھا جاتا تھا چنانچہ مجمع البحرین مادہ کتف نامی میں ہے "عظم عریض یکون فی اصل کتف الحیوان من الناس والدواب کانوا یکتبون فیه لقلة القراطیس عندھم ومنه ائتونی بکتف ودواة اكتب كتابا" مترجم

ابن عباس کہتے ہیں: روز پنجشنبہ! کیا روز پنجشنبہ اسی دن رسول اللہ کا درد شدید ہوگیا تھا اور آپ نے فرمایا: لاؤ تم لوگوں کے لئے ایک ایسی تحریر لکھ دوں جس سے تم لوگ بعد میں گمراہ نہ ہوسکو اس پر عمر نے کہا: رسولؐ پر مرض کی شدت ہے تمہارے پاس قرآن موجود ہی ہے ہمارے لئے بس اللہ کی کتاب کافی ہے (کسی مزید تحریر کی ضرورت نہیں ہے) اس بات پر اس وقت کے موجود لوگوں میں اختلاف ہوگیا اور وہ لوگ آپس میں لڑ پڑے۔ کچھ یہ کہہ رہے تھے قلم و دوات دیدو تاکہ نبیؐ ایسی تحریر لکھدیں جس سے بعد میں گمراہ نہ ہوا جاسکے۔ اور کچھ لوگ وہی کہہ رہے تھے جو عمر نے کہا تھا۔ جب رسولؐ خدا کے پاس تو تو میں میں اور شور و غل زیادہ بڑھ گیا۔ تو آپ نے فرمایا: میرے پاس سے چلے جاؤ ابن عباس کہا کرتے تھے، سب سے بڑی مصیبت وہی تھی کہ ان کے اختلاف و شور و غل نے رسول خدا کو کچھ لکھنے نہ دیا[1]

یہ حادثہ صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اس کو شیعہ علماء اور ان کے محدثین نے اپنی کتابوں میں اسی طرح نقل کیا ہے جس طرح اہلسنت کے علماء و محدثین و مؤرخین نے نقل کیا ہے۔ اور یہی بات مجھے اپنے معاہدہ کے مطابق مان لینے پر مجبور کر رہی ہے۔ یہاں پر حضرت عمر نے رسول اللہ کے ساتھ جو برتاؤ کیا ہے اس کو دیکھ کر میں دنگ رہ جاتا ہوں۔ بھلا آپ سوچئے تو آخر معاملہ کیا ہے؟ امت کو گمراہی سے بچانے کا معاملہ ہے اور اس میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے کہ اس تحریر میں کوئی ایسی نئی بات ضرور ہوتی جس سے مسلمانوں کا تمام شک و شبہ دور ہو جاتا۔

شیعوں کی اس بات کو جانے دیجئے کہ: رسول اللہ خلافت کے لئے حضرت علیؑ کا نام لکھنا چاہتے تھے۔ اور عمر نے اس بات کو تاڑ لیا۔ لہٰذا انھوں نے تحریر نہیں لکھنے دی۔۔۔ کیونکہ شاید شیعہ حضرات ہم کو اپنی بات سے مطمئن نہ کر سکیں۔ کیونکہ ہم تو شروع ہی سے اس کو نہیں مانتے۔ لیکن اس

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ باب قول المریض، قوموا عنی۔ صحیح مسلم ج ۵ ص ۷۵، آخر کتاب الوصیۃ، مسند امام احمد ج ۱ ص ۳۵۵ و ج ۵ ص ۱۱۶۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۹۲، تاریخ ابن اثیر ج ۲ ص ۳۲۰

تکلیف دہ واقعہ کی جس نے رسولؐ کو غضبناک کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ نے سب کو اپنے گھر سے بھگا دیا۔ اور ابن عباس اس کو سوچ سوچ کر اتنا روتے تھے کہ کنکریاں بھیگ جاتی تھیں۔ کیا اہل سنت کوئی معقول تفسیر کر سکتے ہیں؟ اور کیا اہل سنت کی اس تاویل کو کوئی بیوقوف سے بیوقوف آدمی بھی تسلیم کرے گا کہ عمر نے رسولؐ خدا کے مرض کی شدت کا احساس کر لیا تھا۔ لہٰذا ان کو آنحضرتؐ پر رحم آیا۔ اور منع کرنے سے مقصد یہ تھا کہ رسولؐ کو آرام مل جائے۔"

علماء کے قبول کرنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں نے متعدد مرتبہ کوشش کی کہ حضرت عمر کے لئے کوئی عذر تلاش کر سکوں لیکن واقعہ اتنا سنگین ہے کہ کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ اگر معاذاللہ "ہذیان" کی جگہ "شدت تکلیف" کی لفظ رکھ دی جائے جب بھی عمر کے اس قول کی کوئی معقول تاویل کا تلاش کرلیں تو ہوئے سے کم نہیں ہے" کہ تمہارے پاس قرآن ہے اور ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے" کیا عمر رسول اللہ سے زیادہ جانتے تھے؟ کہ رسولؐ تو قرآن کے ہوتے ہوئے تحریر کی ضرورت تسلیم کرتے ہیں مگر عمر کے نزدیک اب تحریر کی ضرورت نہیں ہے۔ یا پھر رسولؐ کی ذہانت عمر کے مقابل میں صفر تھی؟ حاشا للہ! یا پھر حضرت عمر یہ چاہ کر لوگوں میں اختلاف و تفرقہ اندازی کرنا چاہتے تھے۔ استغفراللہ

اس کے علاوہ اگر اہل سنت کی تاویل صحیح مان ہی جائے تو کیا رسولؐ خدا پر عمر کی حسن نیت پوشیدہ تھی؟ اور اگر ایسا تھا تو رسولؐ خدا کو عمر کا شکریہ ادا کرنا چاہئے تھا نہ کہ ناراض ہو کر سب کو اپنے گھر سے بھگا دیا؟

کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ جب رسولؐ خدا نے سب کو اپنے گھر سے نکال دیا تو لوگ چپ چاپ کیوں چلے آئے؟ یہاں پر رسولؐ کی فرمانبرداری کیوں کی؟ یہ کیوں نہیں کہا کہ رسول ہذیان بک رہے ہیں؟ وجہ بالکل واضح ہے کیونکہ رسولؐ خدا کو تحریر نہ لکھنے پر ورغلا کر اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکے تھے۔ اس لئے اب رسولؐ کے گھر میں ٹھہرنے سے کوئی فائدہ تو تھا نہیں کیونکہ شور و غل کر کے اور اختلاف پیدا کر کے یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکے تھے۔ کچھ لوگ کہتے تھے رسولؐ خدا کی مانگ پوری کر دو تاکہ وہ تحریر لکھ دیں اور کچھ لوگ وہی کہہ رہے تھے جو عمر نے کہا تھا کہ رسولؐ تو پاگل ہو چکے ہیں (معاذاللہ)

اور معاملہ اتنا سیدھا سادہ بھی نہیں تھا جو صرف عمر کی ذات سے متعلق ہو تا کیونکہ اگر یہ بات ہوتی

تو (شاید) رسولؐ خدا عمر کو چپ کر دلیتے اور مطمئن کر دیتے کہ میں وحی کے بغیر گفتگو نہیں کیا کرتا۔ اور رہا ت
امت کے بارے میں (یعنی جو بات نبوت سے متعلق ہو اس میں) تو ہذیان کا سوال ہی نہیں اٹھتا (ورنہ پورا
دین قابل اطمینان نہ رہے گا مترجم) بلکہ مسئلہ کچھ اور تھا اور کافی لوگ اس پر پہلے ہی سے تیار تھے اسی
لئے جان بوجھ کر رسولؐ خدا کے حضور میں بڑا ہنگامہ مچایا اور خدا کے اس فرمان کو بھول گئے یا جان کر
بھلا دیا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا
لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (پ ۲۶ س ۴۹ الحجرات آیۃ ۲)

ترجمہ: اے ایماندارو (بولنے میں) تم اپنی آوازیں پیغمبرؐ کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو اور جس
طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے زور (زور) سے باتیں کرتے ہو ان کے روبرو زور سے نہ بولا
کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارا کیا کرایا سب اکارت ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

اور قلم و قرطاس کے قضیہ میں آواز اونچی کرنے کا مسئلہ نہیں ہے یہاں تو اس کے ساتھ
ساتھ (العیاذ باللہ) آنحضرت پر ہذیان کا الزام بھی لگایا گیا ہے اور پھر اتنا شور و غل ہوا ہے کہ
حضور کے سامنے تو تو میں میں کی نوبت آگئی۔

میرا عقیدہ یہ ہے کہ اکثریت عمر کے ساتھ تھی اس لئے رسولؐ اللہ نے سوچا کہ اب تحریر لکھنے کا کوئی فائدہ نہیں
ہے کیونکہ آنحضرتؐ جانتے تھے کہ اب یہ لوگ نہ میری تحریر کا احترام کریں گے۔ اور نہ ہی امتثال امر کریں
گے اس لئے کہ جب یہ لوگ "رفع اصوات" کے سلسلہ میں خدا کی نافرمانی کر رہے ہیں تو پھر میرے احکام کی
کہاں سے اطاعت کریں گے؟

حکمت رسولؐ کا تقاضا بھی یہی تھا کہ اب ان کے لئے کوئی تحریر نہ لکھیں کیونکہ جب ان کی زندگی میں اس
کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہیں تو مرنے کے بعد کیا عمل کریں گے! اور اعتراض کرنے والے کہیں گے یہ
تو پاگل پن میں کہی ہوئی بات کو پاگل پنے میں لکھ ڈالا ہے اس کی کیا اہمیت ہے اور ہو سکتا ہے کہ مرض الموت
میں جو احکام آپ نے نافذ فرمائے ہیں اس میں بھی لوگ شک کرنے لگیں۔ اس لئے اب نہ لکھنا بہتر ہے۔
استغفر اللہ ربی واتوب الیہ "رسولؐ اکرم کے سامنے اس قسم کی گفتگو پر میں توبہ کرتا ہوں"

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اپنے نفس کو کیسے مطمئن کروں آزادئ ضمیر کا سودا کیسے کروں آخر میں اپنے کو کس طرح سمجھاؤں کہ عمر کی یہ حرکت قابل عفو ہو سکتی ہے جبکہ اصحاب اور جو حضرات اس وقت موجود تھے وہ اس واقعہ کو یاد کر کے اتنا رو یا کرتے تھے کہ کنکریاں بھیگ جایا کرتی تھیں اور اس دن کو مسلمانوں کی سب سے بڑی مصیبت کہا کرتے تھے ــــ اسی لئے میں نے تمام تاویلات کو چھوڑ دیا اور میں نے تو چاہا تھا کہ اصل واقعہ ہی کا انکار کر دوں اور اس کو جھٹلا دوں لیکن صحاح نے نہ صرف یہ کہ اس کو لکھا ہے بلکہ تصحیح بھی کی ہے. پھر میں کیا کر سکتا ہوں.

میرا تو جی چاہتا ہے کہ اس واقعہ کے سلسلہ میں شیعوں کی رائے کو تسلیم کر لوں کیونکہ ان کی تعلیل منطقی ہے. اور اس کے متعدد قرائن بھی ہیں مجھے اب تک یاد ہے کہ جب میں نے سید محمد باقر الصدر سے پوچھا آپ کے خیال کے مطابق حضرت رسولؐ امام علیؑ کی خلافت کے بارے میں تحریر کرنا چاہتے تھے آخر تمام صحابہ کے درمیان سے صرف عمر ہی نے اس بات کو کیوں کر سمجھ لیا یہ تو ان کی ذہانت کی دلیل ہے؟

اس پر سید صدر نے کہا: صرف عمر ہی نے مقصد رسولؐ کو نہیں سمجھا تھا بلکہ اکثر حاضرین نے وہی سمجھا جو عمر نے سمجھا تھا. اس لئے کہ رسولؐ خدا اس سے پہلے بھی فرما چکے تھے کہ میں تمہارے درمیان ثقلین چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک خدا کی کتاب دوسرے میری عترت و اہلبیت جب تک تم لوگ ان دونوں سے تمسک رکھو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے. اب مرض الموت میں (تقریباً یہی) فرمایا: لاؤ ایک تحریر لکھ دوں تاکہ اس کے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو سکو. تو تمام حاضرین بزم اور انھیں میں عمر نے بھی یہی سمجھا کہ رسول اللہ نے غدیر خم میں جو بات زبانی کہی تھی. اسی کی تاکید تحریری طور پر کرنا چاہتے ہیں کہ تم لوگ کتاب خدا اور عترت سے تمسک کرو. اور سید عترت حضرت علیؑ تھے تو گویا دوسرے لفظوں میں اس طرح فرمایا: قرآن و علیؑ سے تمسک کرو. اور اس قسم کی گفتگو دیگر مناسب موقع پر بھی فرما چکے تھے. اور چونکہ قریش کی اکثریت حضرت علیؑ کو ناپسند کرتی تھی. ایک تو اس وجہ سے کہ آپ عمر میں چھوٹے تھے دوسرے اس وجہ سے کہ آپ نے ان کے تکبر کو خاک میں ملایا تھا ان کی ناک رگڑ دی تھی ان کے بہادروں

کو تہہ تیغ کیا تھا۔ مگر اس کے باوجود یہ لوگ رسولؐ خدا کے خلاف اتنی بڑی جسارت نہیں کر سکتے تھے جتنی صلح حدیبیہ کے موقع پر اور عبداللہ بن ابی منافق کی نماز جنازہ پڑھانے پر کر چکے تھے یا اس قسم کے دیگر مواقع پر اس کا اظہار کر چکے تھے جس کو تاریخ نے اپنے دامن میں محفوظ رکھا ہے یہ واقعہ بھی انھیں قسم کے واقعات میں سے ہے۔ گو اس میں بھی جسارت ہے مگر صلح حدیبیہ کے مقابلہ والی نہیں ہے۔ اور اس بدتمیزی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض حاضرین نے بھی جسارت سے کام لینا شروع کر دیا اور اسی لئے آنحضرتؐ کے پاس شور و غل ہوا

عمر کی بات مقصودِ حدیث کی پوری مخالفت کر رہی ہے۔ کیونکہ یہ کہنا: تمہارے پاس قرآن ہے اور اللہ کی کتاب ہمارے لئے کافی ہے" صریحی طور سے اس حکم کی مخالفت ہے۔ جس میں کتاب خدا اور عترت رسولؐ دونوں سے تمسک کو کہا گیا تھا عمر کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے لئے اللہ کی کتاب بس ہے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ ہم کو عترت کی کوئی ضرورت نہیں ہے ــــ اس کے علاوہ اس واقعہ کی اس سے بہتر کوئی معقول توجیہ نہیں ہو سکتی۔ البتہ اگر کسی کا مطلب صرف اطاعتِ خدا ہو اطاعتِ رسولؐ نہ ہو تو اس کی بات الگ ہے۔ مگر یہ بھی غلط ہے اور غیر معقول ہے۔

میں اگر اندھی تقلید چھوڑ دوں اور جانب داری سے کام نہ لوں اور عقل سلیم و فکر آزاد کو حاکم قرار دوں تو اسی توجیہ کو قبول کروں گا۔ کیوں کہ یہ بات اس سے کہیں زیادہ آسان ہے کہ عمر پر یہ اتہام لگایا جائے کہ عمر پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے "حسبنا کتاب اللہ" کہہ کر سنت نبویؐ کو چھوڑا ہے

اور اگر کوئی حاکم سنت نبویؐ کو یہ کہہ کر چھوڑ دے کہ اس میں تناقضات بہت ہیں تو اس کو مجرم نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس نے تو مسلمانوں کی تاریخ میں گزرے ہوئے واقعات کی پیروی کی ہے اس کے علاوہ اس حادثہ اور امت مسلمہ کی ہدایت سے محرومی کا ذمہ دار میں صرف عمر ہی کو نہیں مانتا بلکہ اسکے تمام وہ صحابہ جو عمر کے موافق تھے اور جنھوں نے حکم رسولؐ کی مخالفت کی تھی سب ہی ذمہ دار ہیں اور برابر کے شریک ہیں۔

مجھے ان لوگوں پر بہت تعجب ہوتا ہے جو اس عظیم حادثہ کو پڑھ کر گزر جاتے ہیں جیسے کچھ ہوا ہی

نہ ہو حالانکہ بقول ابن عباس کے سب سے بڑی مصیبت یہی تھی۔ اور اس سے بھی زیادہ ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے۔ جو صحابی کے بچانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں اور اس کی غلطی کو صحیح ثابت کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ چاہے اسلام و رسول اسلام کی بے حرمتی و غلطی ثابت ہو جائے مگر صحابی کی عصمت محفوظ رہے۔

آخر ہم کو حقیقت سے فرار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر حق ہماری خواہشات کے مطابق نہیں ہے تو اس کو ملیامیٹ کرنے کی کیوں کوشش کرتے ہیں؟ آخر ہم کیوں نہ تسلیم کرلیں کہ صحابہ ہماری ہی طرح کے انسان تھے ان کے یہاں بھی خواہشات، میلانات، اغراض کا وجود ایسے ہی تھا جیسے ہمارے یہاں ہوتا ہے وہ بھی غلطی کرتے ہیں جیسے ہم سے غلطی ہوتی ہے۔

ہمارا تعجب اس وقت دور ہو جاتا ہے جب ہم قرآن میں گزشتہ انبیاء کے قصے پڑھتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ ان کے معجزات دیکھنے کے باوجود ان کے قوم و قبیلہ والے ان کی دشمنی سے باز نہیں آتے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ۔

اور اب میں شیعوں کے موقف کو سمجھنے لگا کہ واقعہ قرطاس کے بعد مسلمانوں کی زندگی میں ہونے والے بہت سے ناقابل برداشت واقعات کی ذمہ داری کیوں خلیفہ ثانی کے سر تھوپتے ہیں۔ کیونکہ انھیں کی وجہ سے امت مسلمہ اس کتاب ہدایت سے محروم ہو گئی جس کو رسولؐ اپنے مرض الموت میں لکھنا چاہتے تھے اور مجھے یہ اعتراف کر لینے میں کوئی باک نہیں ہے اور اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں ہے کہ جو عقلمند حق کے ذریعہ لوگوں کو پہچانتا ہے وہ اصحاب کے لئے عذر تلاش کرنے کی کوشش کریگا لیکن جو لوگ لوگوں کے ذریعہ حق کو پہچاننے کے عادی ہیں ہم ان سے گفتگو بھی نہیں کرنا چاہتے۔

۳۔ صحابہ اور لشکرِ اسامہ

اس کا اجمالی قصہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے انتقال سے صرف دو دن پہلے روم سے جنگ کرنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا اور اس کا سردار اسامہ بن زید بن حارثہ کو بنایا۔ اسامہ کی عمر اس وقت ۱۸ سال تھی اور اسامہ کی ماتحتی میں بڑے بڑے انصار اور مہاجرین کو قرار دیا جیسے ابوبکر، عمر، ابوعبیدہ وغیرہ. ظاہر ہے کہ اس پر لوگوں کو اعتراض ہونا چاہئے تھا. اور کچھ لوگوں نے اعتراض بھی کیا کہ ہمارے اوپر ایسے نوجوان کو کیونکر سردار بنایا جاسکتا ہے جس کے چہرے پر ابھی ڈاڑھی بھی نہیں ہے اور یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے اس سے پہلے اسامہ کے باپ زید کی سرداری پر اعتراض کیا تھا۔ اسامہ کے بارے میں ان لوگوں نے ضرورت سے زیادہ نقد و تبصرہ کیا تھا. یہاں تک کہ آنحضرتؐ کو شدید غصہ آگیا تھا. آپ دو آدمیوں کا سہارا لے کر اس طرح نکلے تھے کہ آپ کے قدم زمین پر خط دیتے ہوئے جارہے تھے. بیماری کی وجہ سے آپ بہت خستہ تھے (میرے ماں باپ حضور پر فدا ہو جائیں) آتے ہی آپ منبر پر گئے حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:

اَیُّهَا النَّاسُ! یہ کیا بات ہے جو اسامہ کی سرداری کے بارے میں میں سن رہا ہوں. اگر تم میری اس بات پر اعتراض کر رہے ہو کہ میں نے اسامہ کو کیوں لشکر کا سردار بنایا (تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے) تم اس سے پہلے میرے اوپر زید کو سردار بنانے میں اعتراض کر چکے ہو. خدا کی قسم زید سرداری کا مستحق تھا. اور اس کا بیٹا (اسامہ) بھی اس کے بعد سرداری و امارت کا لائق و سزاوار ہے

لہ. طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۹۰. تاریخ ابن اثیر ج ۲ ص ۲۱۰. السیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۲۰۷. طبری ج ۳ ص ۲۲۶

اس کے بعد آپ نے لوگوں کو جلدی کوچ کرنے کے لئے آمادہ کرنا شروع کر دیا کبھی فرماتے: جَهِّزُوا جَيْشَ أُسَامَةَ اسامہ کے لشکر کو تیار کرو اور جاؤ! کبھی فرماتے أَنْفِذُوا جَيْشَ أُسَامَةَ اسامہ کے لشکر کو (جلدی) روانہ کرو۔ کبھی فرماتے: ارسلوا البعث أُسَامَةَ اسامہ کے ساتھ لوگوں کو (جلدی) بھیجو! ان جملوں کی بار بار تکرار کرتے رہے۔ لیکن ہر مرتبہ لوگ ٹال مٹول کرتے رہے۔ اور مدینہ کے کنارے جاکر پڑاؤ ڈال دیا۔ مگر یہ لوگ جانے والے نہیں تھے۔

اس قسم کی بات مجھے یہ پوچھنے پر مجبور کرتی ہے: آخر رسولؐ خدا کے ساتھ اتنی بڑی جسارت کی ہمت کیسے ہوئی؟ وہ رسولؐ اکرم جو مومنین کے لئے رؤف و رحیم ہے۔ اس کے حق میں یہ کیسی نافرمانی؟ میں تو کیا کوئی بھی آدمی اس سرکشی و جرأت کی معقول تاویل نہیں کر سکتا۔

اس قسم کے واقعات جن سے عظمت صحابہ مجروح ہوتی ہے پڑھ کر میں حسب عادت ان کو جھٹلانے یا ان سے تجاہل کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن جن واقعات پر شیعہ سنی مورخین و محدثین اجماع کر چکے ہوں۔ ان کو جھٹلایا بھی تو نہیں جا سکتا۔

میں نے خدا کے حضور میں عہد کیا ہے کہ انصاف سے کام لوں گا۔ اپنے مذہب کے لئے تعصب نہ برتوں گا۔ اور ناحق اس کے لئے کسی وزن کا قائل نہیں ہوں گا۔ اور جیسا کہ کہا جاتا ہے یہاں پر حق تلخ ہے۔ اور آنحضرتؐ نے فرمایا بھی ہے: حق بات کہو چاہے وہ تمہارے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اور حق بات کہو چاہے وہ تلخ ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس واقعہ میں حق بات یہ ہے کہ جن صحابہ نے بھی اسامہ کو سردار بنائے جانے پر آنحضرتؐ پر اعتراض کیا تھا انھوں نے حکم الٰہی کی مخالفت کے ساتھ ان صریح نصوص کی مخالفت کی ہے جو نہ قابل شک ہیں نہ قابل تاویل۔ اور نہ ہی اس سلسلہ میں کوئی عذر پیش کیا جا سکتا ہے۔ سوائے اس "عذر بارد" کے جو کرامت صحابہ اور سلف صالح کے نام پر بعض حضرات نے پیش کیا ہے، لیکن کوئی بھی عاقل و آزاد اس قسم کے اعذار کو قبول نہیں کر سکتا۔ ہاں جن کو حدیث فہمی کا شعور نہ ہو یا عقل سے پیدل ہوں یا مذہبی تعصب نے ان کو اس حد تک اندھا بنا دیا ہو کہ جو واجب الاطاعت فرض اور واجب الترک نہی میں فرق نہ کر سکتے ہوں۔ ان کی بات الگ ہے۔ میں نے بہت کوشش کی

کہ کوئی معقول عذر ان صحابہ کے لئے تلاش کر سکوں لیکن میری عقل میں کوئی ایسی بات نہیں آئی۔
البتہ اہل سنت نے ان اصحاب کے لئے یہ عذر تلاش کیا ہے: وہ لوگ مشائخ قریش اور بزرگان قریش میں سے تھے، سابق الاسلام تھے۔ اور اسامہ ایک نوجوان تھے۔ عزت اسلام کی فیصلہ کن جنگوں میں سے کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے، جیسے بدر، احد، حنین وغیرہ اور نہ ہی کسی قسم کی سابقیت تھی بلکہ رسول خدا نے ان کو لشکر کا سردار بنایا تھا تو یہ بہت ہی کم سن تھے۔ اور انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ جب بوڑھے، بزرگ حضرات موجود ہوں تو لوگ جوانوں کی اطاعت پر تیار نہیں ہوتے اسی لئے اصحاب نے پیغمبر اسلام پر اعتراض کیا تھا تاکہ اسامہ کی جگہ پر کسی بزرگ صحابی کو سرداری مرحمت فرمادیں۔ لیکن اس عذر کا مدرک نہ کوئی دلیل عقلی ہے، اور نہ شرعی اور نہ کوئی وہ مسلمان اس بات کو مان سکتا ہے جس نے قرآن پڑھا ہو اور اس کے احکام کو سمجھا ہو کیونکہ قرآن کا اعلان ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا (پ ۲۸ س۵۹ (الحشر) آیت ۷)

ترجمہ: رسول جو حکم دیں اس کو (مان) لو اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا (پ ۲۲ س ۳۳ (الاحزاب) آیت ۳۶)

ترجمہ: نہ کسی مومن اور نہ کسی مومنہ کو یہ حق ہے کہ جب خدا اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیں تو ان کو اپنے اس کام (کے کرنے نہ کرنے) کا اختیار ہو اور (یاد رہے کہ) جس شخص نے خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ یقیناً کھلم کھلا گمراہی میں مبتلا ہو چکا۔

ان نصوص صریحہ کے بعد بھلا کون سا عذر باقی ہے جس کو عقلاً قبول کر سکیں؟ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ میں ان لوگوں کے بارے میں کیا کہوں جنھوں نے رسول اللہ کو غضبناک کیا۔ اور وہ جانتے تھے کہ رسول کی ناراضگی سے خدا ناراض ہو جاتا ہے۔ رسول پر ہذیان کا الزام لگایا ان کے سامنے تو تو میں میں، شور و غل، اختلاف کا مظاہرہ کیا۔ جب کہ آپ مریض بھی تھے۔ انتہا یہ ہوگئی کہ خلق عظیم پر فائز پیغمبر نے ان لوگوں کو اپنے کمرے سے نکال دیا۔ کیا یہ سب باتیں کم ہیں؟ اور بجائے اس کے یہ

لوگ ہدایت کی طرف پلٹتے اور خدا سے اپنے افعال پر توبہ و استغفار کرتے اور تعلیم قرآن کے مطابق رسولؐ کی خدمت میں عرض کرتے کہ حضور آپ ہمارے لئے استغفار فرمادیں۔ یہ سب کرنے کے بجائے "تمٹی اور گھلی کر دی" یہ ہمارے یہاں کا عوامی محاورہ ہے۔ مزید سرکشی کی اور جو ان پر رؤف و رحیم تھا اسی سے جسارت کی، اس کے حق کا پاس و لحاظ بھی نہ کیا۔ نہ اس کا احترام کیا۔ بلکہ ہذیان کی نسبت کا زخم ابھی مندمل بھی نہیں ہو پایا تھا کہ ٹھیک دو دن کے بعد اسامہ کی سرداری پر اعتراض کر بیٹھے اور آنحضرتؐ کو مجبور کر دیا کہ دو آدمیوں کے سہارے گھر سے نکل کر آگئے۔ شدت مرض کی وجہ سے قدم اٹھ نہیں رہے تھے آتے ہی منبر پر جا کر قسم کھا کر یقین دلایا کہ اسامہ سرداری کے لائق ہے اور اسی کے ساتھ رسولؐ نے ہم کو یہ بھی بتا دیا کہ یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے زید کی سرداری پر بھی اعتراض کیا تھا۔ آپ ہم کو تعلیم دے رہے تھے کہ یہ پہلا سابقہ نہیں ہے متعدد مواقع پر یہ لوگ ایسا کر چکے ہیں اور یہ لوگ ان میں سے نہیں ہیں کہ جو خدا اور رسولؐ کے فیصلہ کے بعد تنگی نہیں محسوس کرتے اور سر تسلیم خم کر لیا کرتے ہیں۔ بلکہ یہ دشمنوں میں اور ان مخالفوں میں ہیں جو نقد و معارضہ اپنا حق سمجھتے ہیں چاہے اس سے خدا و رسولؐ کی مخالفت ہی لازم آتی ہو۔

ان کی سرکشی نافرمانی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے رسولؐ کے غصہ کو دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ آنحضرت نے اپنے ہاتھوں سے علم باندھا اور لوگوں کو عجلت سے روانگی کا حکم دیا۔ لیکن پھر بھی یہ لوگ ٹال مٹول کرتے رہے اور نہ جانا تھا نہ گئے۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ کی شہادت ہو جاتی ہے اور آپ اپنے دل میں یہ داغ لے کر گئے کہ میری امت نافرمان ہے۔ اور اس احساس کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے کہ کہیں یہ لوگ الٹے پیر پھر نہ پلٹ جائیں اور جہنم کے کندے نہ بن جائیں اور ان میں سے تھوڑے ہی نجات پانے والے ہیں۔

اگر ہم اس قصہ کو گہری نظر سے دیکھیں تو ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کے روح رواں خلیفہ ثانی تھے۔ کیونکہ یہی حضرت وفات رسولؐ کے بعد ابوبکر کے پاس آئے اور کہنے لگے اسامہ کو ہٹا کر کسی دوسرے کو سردار بنا دو اس پر ابوبکر نے کہا: اے خطاب کے بچے تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے! تو مجھے مشورہ

دیتا ہے کہ جس کو رسولؐ سردار بنا گئے تھے میں اس کو معزول کر دوں۔[1]

آخر عمر نے اس بات کو کیوں نہ سمجھا جس کو ابوبکر نے سمجھ لیا؟ یا اس میں کوئی اور راز ہے جو مورخین سے پوشیدہ رہ گیا ہے؟ یا خود مورخین نے عمر کی عزت و آبرو کو بچانے کے لئے ان کا نام چھپا لیا ہے؟ جیسا کہ ان مورخین کی عادت ہے اور جیسا کہ (انھوں نے "یَہجر") کی لفظ کو بدل کر "غلبہ الوجع" کی لفظ رکھ دی ہے۔

مجھے ان صحابہ پر تعجب ہے جنھوں نے پنجشنبہ کے دن رسولؐ کو ناراض کیا اور ہذیان کی نسبت دی۔ اور حسبنا کتاب اللہ کہا حالانکہ قرآن کہتا ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ ترجمہ: اے رسولؐ ان سے کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو (تو) خدا تم کو دوست رکھے گا۔

گویا یہ اصحاب کتابِ خدا کو اس سے زیادہ جانتے تھے جس پر یہ کتاب نازل ہوئی تھی۔ واقعۂ قرطاس کے صرف دو دن بعد اور وفات سے صرف دو دن پہلے پھر رسولؐ کو غضبناک کر دیتے ہیں۔ اور اسامہ کو سردار بنانے پر اعتراض کرنے لگتے ہیں۔ رسولؐ کی اطاعت نہیں کرتے۔ اگر واقعۂ قرطاس میں آپ مریض تھے بستر پر پڑے تھے۔ تو دوسرے میں مجبور کر دیا کہ سر پر عصابہ باندھے دو آدمیوں پر ٹیک لگا کر اس طرح چلتے ہوئے آئے کہ آنحضرتؐ کے پیر زمین پر خط دیتے جاتے تھے۔ آتے ہی منبر پر جا کر مکمل خطبہ دیا جس میں حمد و ثنائے الٰہی فرمائی تاکہ ان لوگوں کو بتا دیں میں ہذیان نہیں بکتا۔ پھر ان کو بتایا کہ تمہارا اعتراض مجھے معلوم ہے۔ پھر اس قصہ کا ذکر کیا جو چار سال پہلے پیش آیا تھا۔ کیا اس پوری گفتگو کے بعد بھی کوئی یہ عقیدہ رکھ سکتا ہے کہ آپ ہذیان بک رہے ہیں یا بیماری کا غلبہ ہے کہ آپ کو احساس ہی نہیں ہے کہ کیا فرما رہے ہیں؟

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ۔ یہ لوگ کتنے جری ہو گئے تھے کہ کبھی تو رسولؐ کو معاہدہ صلح جیسے آپ نے مضبوطی سے باندھا تھا۔"

---

[1] الطبقات الکبریٰ ابن سعد ج ۲ ص ۱۹۰۔ تاریخ الطبری ج ۳ ص ۲۲۶

اس کی یہ لوگ زبردست مخالفت کر رہے ہیں کبھی رسولؐ قربانی وسر منڈوانے کا حکم دے رہے ہیں اور یہ لوگ شدت کے ساتھ مخالفت کر رہے ہیں۔ ایک مرتبہ نہیں تین تین مرتبہ حکم دیا مگر کسی نے لبیک نہیں کہا۔ کبھی آپ کی قمیص پکڑ کر کھینچ رہے ہیں اور آپ کو عبداللہ ابن ابی کی نماز جنازہ سے روک رہے ہیں۔ اور رسولؐ سے کہہ رہے ہیں: خدا نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے روکا ہے اے خدا! گویا یہ لوگ تیرے رسولؐ کو وہ چیزیں تعلیم دے رہے ہیں، جو تو نے اپنے رسولؐ پر نازل کر چکا ہے حالانکہ تو نے اپنے قرآن میں کہا ہے: وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (پ۱۴ س۱۶ (النحل) آیۃ۴۴)

ترجمہ: اور تمہارے پاس قرآن نازل کیا ہے تاکہ جو احکام لوگوں کے لئے نازل کئے گئے ہیں تم ان سے صاف صاف بیان کر دو۔

اور تو ہی نے فرمایا ہے: إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ (پ۵ س۴ (نساء) آیت ۱۰۵) ترجمہ: اے رسولؐ ہم نے پر حق کتاب اس لئے نازل کی ہے کہ جس طرح خدا نے تمہاری ہدایت کی ہے اسی طرح لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دو۔ اور معبود تو نے ہی فرمایا ہے اور تیرا قول حق ہے: كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (پ۲ س۲ (البقرۃ) آیۃ ۱۵۱)

ترجمہ: جیسا ہم نے تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسولؐ بھیجا جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے اور تمہارے نفس کو پاکیزہ کرے اور تمہیں کتاب (قرآن) اور عقل کی باتیں سکھائے اور تم کو وہ باتیں بتائے جن کی تمہیں (پہلے سے) خبر بھی نہ تھی۔

کتنا تعجب ہے ان لوگوں پر جو اپنے کو اونچا سمجھتے ہیں لیکن اس کے باوجود کبھی تو حکم رسولؐ کا امتثال نہیں کرتے کبھی رسولؐ پر ہذیان کا اتہام لگاتے ہیں اور بہت ہی بے شرمی و بے ادبی کے ساتھ ان کی موجودگی میں لڑتے جھگڑتے ہیں، شور وغل کرتے ہیں۔ اور کبھی زید بن حارثہ کی سرداری پر اعتراض کرتے ہیں تو کبھی اسامہ بن زید کی سرداری پر لعن طعن کرتے ہیں۔ ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے کسی بھی جویائے حقیقت کے لئے یہ فیصلہ کر لینا بہت آسان ہے کہ حق شیعوں کے ساتھ ہے کیونکہ جب وہ لوگ

علامات استفہام لگا لگا کر اصحاب کے کرتوتوں کے بارے میں ایک ایک کر کے سوال کرتے ہیں اور ان کے احترام پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ اور وہ اپنی محبت و مودت کو صرف رسولؐ و آل رسولؐ کے لئے مخصوص کرتے ہیں تو ہم اس کا جواب نہیں دے پاتے۔

میں نے تو اختصار کے لئے صرف چار یا پانچ مقامات مخالفت کے دکھلائے ہیں اور محض بعنوان مثال لیکن علمائے شیعہ نے ان تمام مقامات کا احصاء کیا ہے۔ جہاں پر صحابہ نے نصوص صریحہ کی مخالفت کی ہے اور تعجب کی بات یہ ہے کہ انھوں نے صرف انھیں چیزوں کو پیش کیا ہے جس کو علمائے اہل سنت نے اپنی صحاح و مسانید میں درج کیا ہے۔

خود میں جب بعض واقعات کا مطالعہ کرتا ہوں کہ بعض اصحاب نے رسولؐ خدا کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا تھا۔ تو متحیر و مدہوش ہو جاتا ہوں صرف ان اصحاب کی جسارت و بدتمیزی پر ہی نہیں بلکہ علمائے اہلسنت والجماعت کے اس رویہ پر اور زیادہ تعجب کرتا ہوں جنھوں نے ہمیشہ عوام کو اس دھوکہ میں رکھا کہ اصحاب برابر حق پر ثابت قدم رہے تھے ان کے بارے میں کسی بھی قسم کا نقد و تبصرہ حرام و گناہ ہے۔ ان لوگوں نے اپنے اس اقدام کی وجہ سے طالب حق کو کبھی حقیقت تک پہونچنے ہی نہیں دیا وہ ہمیشہ فکری تناقضات کے بھنور میں چکر کھاتا رہا۔ میں گزشتہ واقعات کے علاوہ بعض اور مثالیں پیش کرتا ہوں جس سے صحابہ کی حقیقت عریاں ہو کر سامنے آجائے گی اور اسطرح شیعوں کا موقف سمجھنے میں آسانی ہو گی۔

صحیح بخاری ج ۴ ص ۴۷ کے کتاب الادب باب الصبر علی الاذیٰ اور قول خدا اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُونَ اَجْرَهُمْ کے سلسلہ میں ہے۔ اعمش کہتے ہیں۔ میں نے شقیق کو کہتے ہوئے سنا کہ عبد اللہ کہہ رہے تھے: رسولؐ خدا نے ایک قسم ایسی کھائی جیسے بعض لوگ کھایا کرتے ہیں تو ایک انصاری نے کہا: واللہ یہ قسم خدا کے لئے نہیں ہے! میں نے کہا میں اس بات کو رسولؐ خدا سے ذکر کروں گا۔ چنانچہ میں آنحضرتؐ کے پاس اس وقت پہونچا۔ جب آپ اپنے اصحاب کے جھگڑے میں تھے۔ میں نے آپ کے کان میں یہ بات کہی تو آپ کو بہت ناگوار ہوا چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ اور آپ غضب میں بھر گئے آپ کی حالت

دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کاش میں نے آنحضرتؐ کو خبر ہی نہ دی ہوتی۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا: موسیٰؑ کو اس سے بھی زیادہ اذیت دی گئی تھی یہ کہہ کر آپ نے صبر فرمایا——

اسی طرح بخاری کے کتاب الادب باب التبسم والضحک میں ہے: انس بن مالک کہتے ہیں میں رسولؐ خدا کے ساتھ چل رہا تھا۔ اور آپ کے اوپر ایک نجرانی چادر تھی جس کے کنارے موٹے تھے اتنے میں ایک بدّو عرب ملا اور اس نے بہت زور سے نبیؐ کی چادر پکڑ کر گھسیٹا میں نے دیکھا کہ زور سے کھینچنے کی وجہ سے رسولؐ اللہ کے کندھوں کے کناروں پر اس کا نشان پڑ گیا تھا چادر کھینچ کر بدو نے کہا: اے محمدؐ خدا کا مال جو تمہارے پاس ہے اس میں سے مجھے بھی دینے کا حکم دو۔ رسولؐ اس کی طرف مڑ کر ہنسنے لگے۔ اور حکم دیا اس کو کچھ دیدیا جائے۔

اسی طرح کتاب الادب میں بخاری نے باب "من لم یواجہ الناس بالعتاب" میں ایک روایت حضرت عائشہ سے نقل کی ہے فرماتی ہیں: رسولؐ اللہ نے خود کوئی چیز بنائی اور لوگوں کو استعمال کی اجازت دے دی لیکن کچھ لوگوں نے اس کے استعمال سے اعراض کیا۔ اور رسولؐ کو اس کی اطلاع ہو گئی تو آپ نے ایک خطبہ دیا جس میں حمد (و ثنائے) الٰہی کے بعد فرمایا: آخر لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جس کو میں نے بنایا ہے اس سے پرہیز کرتے ہیں واللہ میں خدا کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔ اور سب سے زیادہ ڈرتا ہوں۔

جو شخص بھی اس روایت کو غور سے پڑھے گا۔ وہ خود سمجھ لے گا کہ اصحاب اپنے کو رسولؐ سے اونچا خیال کرتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ رسولؐ تو غلطی کر سکتے ہیں مگر یہ لوگ خطا نہیں کر سکتے۔ بلکہ اسی چیز نے بعض مورخین کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ صحابہ کے ہر فعل کو صحیح سمجھتے ہیں چاہے وہ افعال فعل رسولؐ کے مخالف ہی ہوں اور بعض صحابہ کے بارے میں کھلم کھلا یہ اظہار کرتے ہیں کہ ان کا علم و تقویٰ رسولؐ اللہ سے کہیں زیادہ تھا۔ جیسا کہ (تقریباً) مورخین کا اجماع ہے کہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں رسولؐ خدا نے غلطی کی تھی۔ اور عمر کی رائے بالکل صحیح تھی۔ اور اس سلسلہ میں جھوٹی جھوٹی روایتیں نقل کرتے ہیں۔ مثلاً آنحضرتؐ نے فرمایا: اگر خدا ہم کو کسی مصیبت میں مبتلا کر دے تو اس سے

www.kitabmart.in

عمر بن الخطاب کے علاوہ کوئی نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ اور یہ لوگ زبان حال سے کہتے ہیں اگر عمر نہ ہوتے تو نبیؐ ہلاک ہو جاتے (العیاذ باللہ) خدا اس فاسد عقیدہ سے بچائے جس سے بدتر کوئی عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں جس کا بھی یہ عقیدہ ہو وہ اسلام سے اتنا ہی دور ہے جتنا مشرق مغرب سے ہے اس پر واجب ہے کہ اپنا علاج کرائے یا اپنے دل سے شیطان کو بھگائے قرآن کا اعلان ہے:

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ

(پ ۲۵ س ۴۵ (الجاثیہ) آیہ ۲۳) ترجمہ: بھلا تم نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے اپنے نفس کی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور (اس کی حالت) سمجھ بوجھ کر خدا نے اسے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر علامت مقرر کر دی ہے (کہ یہ ایمان نہ لائے گا) اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے پھر خدا کے بعد اس کی ہدایت کون کر سکتا ہے تو کیا تم لوگ (اتنا بھی) غور نہیں کرتے۔ صدق اللہ العلی العظیم

میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں جن لوگوں کا عقیدہ ہے کہ رسولؐ خدا خواہشات کی پیروی کرتے تھے اور میلان نفس کی بنا پر حق سے عدول کر جاتے تھے اور خدا کے لئے قسم نہیں کھاتے تھے بلکہ اپنی خواہش وجذبات میں بہہ جاتے تھے۔ اور جو لوگ رسولؐ خدا کی بنائی ہوئی چیزوں سے اس لئے پرہیز کرتے تھے کہ وہ لوگ رسولؐ سے زیادہ متقی اور رسولؐ سے زیادہ عالم ہیں یہ تمام لوگ مسلمانوں کے نزدیک کسی بھی احترام کے لائق نہیں چہ جائیکہ ایسے لوگوں کو ملائکہ کی جگہ سمجھا جائے اور ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ رسولؐ خدا کے بعد پوری کائنات میں سب سے افضل یہی لوگ ہیں اور مسلمانوں کو ان کی پیروی اور سیرت پر چلنے کی دعوت دی جائے کہ یہ اصحاب رسولؐ ہیں۔ اور اہل سنت و الجماعت کے یہاں یہی سب سے بڑا تضاد ہے کہ وہ محمدؐ وآل محمدؐ پر جب درود بھیجتے ہیں تو ان کے ساتھ سارے صحابہ کو بھی شامل کر دیتے ہیں۔ (کہاں آل محمدؐ اور کہاں صحابہ؟ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے) اور جب خداوند عالم آل محمدؐ کی قدر و منزلت کو جانتا ہے اور لوگوں کی گردنوں کو جھکانے

کے لئے۔ اور ان کی قدر و منزلت کا اظہار کرنے کے لئے سب ہی کو حکم دیتا ہے کہ رسولؐ کے ساتھ ان کے اہلبیتؑ طاہرینؑ پر بھی درود بھیجا کریں تو بھلا ہم کو کہاں سے حق پہونچتا ہے کہ اصحاب کو آلِ محمدؐ سے بڑھا دیں یا اصحاب کو ان کے (اہلبیتؑ طاہرینؑ) برابر قرار دیدیں۔ اہلبیتؑ تو وہ ہیں جن کو خدا نے عالمین پر فضیلت دی ہے۔

مجھے اجازت دیجیے کہ میں یہ نتیجہ اخذ کروں کہ اموی اور عباسی لوگ چونکہ اہل بیتؑ کے فضل و منزلت کو جانتے تھے اس لئے انھوں نے اہل بیتؑ ہی کو ملک بدر کیا، دیس نکالا دیا۔ ان کو ان کے پیروکاروں کو ان کے چاہنے والوں کو قتل کر دیا۔ خود خدا کسی مسلمان کی نماز اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک وہ اہلبیتؑ پر درود نہ بھیج لے تو اہلبیتؑ سے دشمنی رکھنے والے، ان سے منحرف ہونے والے کیا جواز پیش کریں گے؟

چونکہ اہل بیتؑ کی فضیلت چھپائی نہیں جاسکتی تھی۔ اس لئے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے ان لوگوں یعنی امویوں اور عباسیوں نے صحابہ کو بھی اہلبیتؑ سے ملحق کر دیا اور کہنے لگے صحابہ اور اہلبیتؑ فضیلت میں برابر ہیں۔ کیونکہ انھیں امویوں اور عباسیوں کے بعض بزرگوں ہی نے رسولؐ کی صحبت یافتہ اور تابعین میں سے کچھ ناقص العقول افراد (بیوقوفوں) کو خرید لیا تھا۔ تاکہ وہ لوگ فضائل صحابہ میں جھوٹی و من گڑھت روایات نقل کیا کریں۔ خصوصاً ان اصحاب کے لئے جو سریر آرائے خلافت ہوئے ہیں اور یہی لوگ براہ راست امویوں اور عباسیوں کو تختِ خلافت تک پہونچانے والے اور مسلمانوں کی گردنوں پر حکومت کرنے کا سبب بنے ہیں۔ میری باتوں کی گواہ خود تاریخ ہے کیونکہ یہی حضرت عمر جو اپنے گورنروں کا محاسبہ کرنے میں بہت مشہور تھے اور معمولی سے شبہہ کی بنا پر معزول کر دیا کرتے تھے۔ معاویہ کے ساتھ اتنی نرمی برتتے تھے کہ جس کا حساب نہیں۔ معاویہ سے کبھی محاسبہ نہیں کرتے تھے۔ معاویہ کو ابوبکر نے اپنی حکومت میں گورنر معین کیا تھا۔ حضرت عمر نے اپنے پورے دور خلافت میں معاویہ کو اس کی جگہ پر برقرار رکھا اور کبھی معاویہ پر اعتراض تک نہیں کیا۔ انتہا یہ ہے کہ اظہار ناراضگی یا ملامت تک نہیں کی حالانکہ بکثرت لوگوں نے معاویہ کی شکایت کی مگر عمر اس کان سے سنکر اس کان سے اڑا دیتے

تھے. لوگ آ آ کر کہتے تھے. معاویہ سونے اور ریشم کا لباس پہنتا ہے اور رسولؐ خدا نے اس کو مردوں پر حرام قرار دیا تھا. تو عمر صرف یہ کہہ کر ٹال دیتے تھے چھوڑو وہ عرب کا کسریٰ ہے"

معاویہ بیس سال تک بلکہ اس سے بھی زیادہ حکومت کرتا رہا کسی کی مجال نہیں تھی جو اس پر اعتراض کرتا یا اس کو معزول کرتا. اور جب عثمان خلیفہ ہوئے (تب تو پوچھنا ہی کیا ہے "سیّاں بھئے کوتوال" والی مثال صادق آتی ہے مترجم). تو انھوں نے چند دیگر ولایات کو معاویہ کے زیر حکومت کر دیا. جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ پھر پورا اسلامی ثروت کا مالک بن بیٹھا. لشکر کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ کر لیا. عرب کے جتنے اوباش بدمعاش تھے سب کو اپنے ارد گرد اکٹھا کر لیا تاکہ وقت ضرورت امام امت کے خلاف انقلاب برپا کیا جا سکے اور کذب و زور، جبر و تشدد، طاقت و قوت کے بل بوتے پر حکومت پر قبضہ کیا جا سکے. اور مسلمانوں کی گردنوں پر بلا شرکت غیر حکومت کی جا سکے. اور مرنے سے پہلے اپنے فاسق، شراب خوار، زناکار، عیاش بیٹے یزید کے لئے زبردستی لوگوں سے بیعت لے سکے. بیعت یزید کا بھی ایک تفصیلی قصہ ہے جس کو اس کتاب میں بیان کرنا مقصود نہیں ہے. میرا مقصد یہ ہے کہ آپ ان صحابہ کے نفسیات کو سمجھ لیں جو تخت خلافت پر (ناحق) قابض ہوئے تھے اور جنھوں نے بنی امیہ کی حکومت کا راستہ ہموار کیا تھا. ایک مفروضہ کی بنا پر قریش کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ نبوت و خلافت دونوں بنی ہاشم ہی میں رہے [1]

حکومت بنی امیہ کا حق کیا بلکہ اس پر واجب تھا کہ جن لوگوں نے اس کی حکومت کے لئے راستہ ہموار کیا تھا ان کا شکریہ ادا کرے اور کم سے کم شکریہ یہ تھا کہ کچھ راویوں کو خرید لیا جائے جو ان کے آقاؤ مولیٰ کے فضائل میں جعلی حدیثیں بیان کریں جن کی شہرت قریہ قریہ، دیہات دیہات ہو جائے اور اسی کے ساتھ ان کے آقاؤں کو ان کے دشمنوں پر فضیلت بھی حاصل ہو جائے. یعنی اہلبیتؑ پر برتری حاصل ہو جائے ایسی ایسی فضیلت کی روایتیں جعل کی گئی ہیں کہ پناہ بخدا حالانکہ خدا شاہد ہے اگر ان روایات کو عقلی و منطقی و شرعی دلیلوں کی روشنی میں دیکھا جائے تو ھباءً منثوراً نظر آئیں گی۔

---

[1] خلافت و ملوکیت مودودی، یوم الاسلام احمد امین۔

اور کوئی آدمی ان کے ذکر کی ہمت بھی نہ کرے گا البتہ جس کے دماغ میں بھوسا بھرا ہو یا وہ تناقضات پر ایمان رکھتا ہو تو بات ہی اور ہے۔

میں بطور مثال (نہ بخاطر حصر) چند چیزوں کا ذکر کرتا ہوں۔ بچپنے سے عدالت عمر کی شہرت سنتے آئے ہیں۔ اور یہ بات اتنی مشہور ہے کہ لوگ کہتے ہیں: اے عمر تم عدل کرتے کرتے سو گئے بعض نے یہ کہہ دیا کہ حضرت عمر کو قبر کے اندر سیدھا قیام کی صورت میں دفن کیا گیا تاکہ کہیں ان کے مرنے سے عدل نہ مر جائے، از زبان زد خاص و عام ہے کہ عدالت عمر کے بارے میں جو چاہے بیان کریں کوئی حرج نہیں ہے ـــــ لیکن صحیح تاریخ کا کہنا ہے کہ ۲۰ھ میں حضرت عمر نے جب لوگوں میں عطایا کی رسم جاری کی تو نہ سنت رسولؐ کی پیروی کی اور نہ اس کی پرواہ کی۔ کیونکہ رسول اکرمؐ نے تمام مسلمانوں میں عطاء کے سلسلہ میں مساوات قائم کی تھی کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دی تھی خود ابوبکر اپنے دور خلافت میں رسول اکرمؐ کی پیروی کرتے رہے۔ لیکن حضرت عمر نے ایک نیا طریقہ ایجاد کیا انھوں نے سابقین کو دوسروں پر فوقیت دی۔ اور قریش کے مہاجرین کو دوسرے مہاجرین پر فضیلت دی اور تمام مہاجرین کو (خواہ قریشی ہوں یا غیر قریشی) تمام انصار پر مقدم کیا، عرب کو تمام غیر عربوں پر ترجیح دی۔ آقا کو غلام پر[1]، قبیلہ مضر کو قبیلہ ربیعہ پر اسطرح فوقیت دی کہ مضر کو تین سو[2] اور ربیعہ کے لیے دو سو[3] معین کیا[4] قبیلہ اوس کو قبیلہ خزرج پر مقدم کیا[5]۔

اے عقل والو مجھے بتاؤ یہ تفضیل کون سی عدالت ہے؟

اسی طرح حضرت عمر کے علم کا بڑا شہرہ سنا کرتے تھے یہاں تک کہ لوگوں نے یہ بھی کہا کہ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ عالم عمر ہیں۔ اور بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ قرآن میں بہت سی ایسی آیتیں موجود ہیں کہ جب رسولؐ اکرم اور عمر بن الخطاب میں اختلاف رائے ہوتا تھا تو قرآنی آیات حضرت عمر کی تائید کرتی ہوئی اترتی تھیں ـــ لیکن صحیح تاریخ کہتی ہے کہ حضرت عمر نزول قرآن سے پہلے تو درکنار نزول قرآن کے بعد بھی قرآن کی موافقت

---

[1] شرح ابن ابی الحدید ج ۸ ص ۱۱۱ [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۶ [3] فتوح البلدان ص ۴۳۷

نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ عمر کے زمانۂ خلافت میں کسی صحابی نے عمر سے پوچھا: اے امیر المومنین میں رات کو مجنب ہوگیا اور مجھے پانی نہ مل سکا تو میں کیا کروں؟ عمر نے فوراً کہا: نماز چھوڑ دو مت پڑھو۔ لیکن عمار یاسر جو اس وقت موجود تھے انھوں نے کہا ایسے موقع پر تیمم کر لیتے لیکن حضرت عمر مطمئن نہیں ہوئے اور عمار سے کہا: تم کو ہم اسی کام کی رائے دیتے ہیں جو تم نے اپنے لئے کیا ہے[1] بھلا مجھے بتاؤ قرآن میں موجود آیت تیمم کا علم حضرت عمر کو کہاں تھا؟ عمر کا سنت نبوی کے بارے میں علم کیا ہوا؟ آخر رسولؐ نے جس طرح وضو کرنا سکھایا تھا تیمم کرنا بھی تو بتایا تھا۔ اور (زندگی سنت گواہ چست کے مصداق) خود حضرت عمر متعدد واقعات کے بارے میں کہتے ہیں میں عالم نہیں ہوں بلکہ یہاں تک فرمایا: ہر آدمی عمر سے زیادہ علم فقہ جانتا ہے۔ یہاں تک کہ گھر میں بیٹھنے والی عورتیں بھی زیادہ جانتی ہیں۔ خود عمر نے متعدد مرتبہ کہا: لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ "اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔" بے چارے مرتے مرتے مر گئے لیکن کلالہ کا حکم نہیں جانتے تھے اسی لئے زندگی میں کلالہ کے متعدد و مختلف احکام بیان کر گئے جیسا کہ تاریخ شاہد ہے (مگر ہمارے علمائے کرام اسی پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں کہ حضرت عمر کو اعلم الصحابہ ثابت کریں)۔ اے صاحبانِ بصیرت حضرت عمر کا علم کیا ہوا؟

اسی طرح ہم حضرت عمر کی طاقت و قوت و شجاعت کے بارے میں بہت کچھ سنا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ بات کہی گئی کہ عمر کے اسلام لانے سے قریش خوفزدہ ہو گئے اور مسلمانوں کی شان و شوکت بڑھ گئی۔ یہ بھی کہا گیا خدا نے اسلام کی عزت عمر بن خطاب سے بڑھائی ہے۔ بعضوں نے تو مبالغہ آرائی کی حد کر دی کہ جب تک عمر اسلام نہیں لائے رسولؐ علی الاعلان اسلام کی طرف لوگوں کو دعوت نہیں دے سکتے تھے۔ لیکن تاریخ ان باتوں کی تردید کرتی ہے۔ تاریخ میں عمر کی کوئی شجاعت و بہادری نہیں ملتی۔ تاریخ یہ نہیں جانتی کہ عمر نے کسی مشہور کو کیا کسی معمولی آدمی کو بھی مقابلہ میں قتل کیا ہو یا بدر، احد، خندق جیسی جنگوں میں کسی بہادر سے نبرد آزمائی کی ہو۔ بلکہ تاریخ اس کے برخلاف بیان کرتی ہے کہ معرکۂ احد کے بھگوڑوں میں عمر بھی تھے۔ اسی طرح حنین میں بھاگنے والوں کی فہرست میں ان

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲

کا بھی نام نامی ہے۔ رسولؐ خدا نے ان کو خیبر فتح کرنے کے لئے بھیجا اور آپ شکست کھا کر واپس آ گئے۔ جتنی جنگوں میں آپ شریک ہوئے سب میں محکوم رہے کبھی سرداری نصیب نہیں ہوئی۔ رسولؐ کی زندگی میں آخری لشکر جو اسامہ بن زید کی سرکردگی میں بھیجا گیا اس میں بھی آپ محکوم ہی تھے۔ حالانکہ اسامہ محض ۱۸ سال کے جوان تھے۔

صاحبانِ عقل خدا کے لئے آپ ہی فیصلہ کیجئے ان حقائق کے ہوتے ہوئے کیسی شجاعت کیسی بہادری؟

اسی طرح عمر بن خطاب کے تقویٰ، پرہیزگاری، خوف خدا میں گریہ و زاری کے بارے میں بہت کچھ سنا کرتے تھے۔ بات یہاں تک مشہور ہے کہ عمر بن خطاب اپنے نفس کا محاسبہ اتنا کرتے تھے کہ وہ اس بات سے لرزہ براندام ہو جاتے تھے کہ خدانخواستہ اگر عراق میں کوئی خچر راستہ کی ناہمواری کی بنا پر ٹھوکر کھا جائے تو اس کی جوابدہی مجھے کرنی ہوگی کہ راستہ کیوں ناہموار تھا؟ (حالانکہ موصوف مدینہ میں قیام فرماتے تھے) لیکن تاریخ کا بیان ہے کہ ایسا کچھ بھی نہ تھا بلکہ اس کے برعکس آپ فظاً غلیظاً واقع ہوئے تھے۔ نہ رتی برابر خوف خدا تھا نہ ذرہ برابر ورع۔ تندمزاجی کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی نے قرآن مجید کی کسی آیت کے بارے میں سوال کر لیا تو مارے دُرّوں کے اس کو خون خون کر دیتے تھے۔ آپ کی تندمزاجی سے لوگ اتنا خائف رہتے تھے کہ محض آپ کو دیکھ کر عورتوں کا حمل ساقط ہو جاتا تھا۔ جب رسولؐ اکرم کا انتقال ہوا تو آپ ننگی تلوار لے کر مدینہ کی گلیوں میں گھوم رہے تھے اور لوگوں کو دھمکی دے رہے تھے کہ: جس نے کہا کہ محمدؐ مر گئے اس کی گردن اڑا دوں گا[1] اور قسمیں کھا کھا کر لوگوں کو یقین دلا رہے تھے کہ محمدؐ مرے نہیں ہیں وہ تو جناب موسیٰ کی طرح اپنے خدا سے مناجات کرنے گئے ہیں۔ آخر یہاں آپ کو خوف خدا کیوں نہیں آیا؟ اسی طرح جب حضرت فاطمہؑ کا گھر جلانے گئے تو کہا جو لوگ گھر میں ہیں، اگر وہ نکل کر بیعت ابوبکر نہیں کرتے تو اس گھر میں آگ لگا دوں گا۔[2]

---

[1] تاریخ طبری، وابن اثیر

[2] الامامیہ والسیاسۃ

لوگوں نے کہا ارے اس میں بی بی فاطمہؑ ہیں کہا: ہوا کریں۔ اس موقع پر آپ کو خوف خدا کیوں نہیں آیا؟ کتاب خدا اور سنت رسولؐ کی پرواہ نہیں کرتے تھے آپ کی جسارت کا عالم یہ تھا کہ اپنے دورِ خلافت میں متعدد ایسے احکام جاری فرمائے جو قرآن کے نصوصِ صریحہ اور سنت نبیؐ کے کھلم کھلا مخالف تھے۔[1] اے خدا کے نیک بندو! ان تلخ واقعات کے باوجود وہ ورع و تقویٰ کہاں ہے جس کا آثار یاد؟ ڈھنڈورہ پیٹا جاتا ہے؟

میں نے صرف عمر کی مثال اس لئے دی کہ یہ بہت بڑے مشہور صحابی ہیں اور بہت ہی اختصار کے ساتھ لکھا ہے کیونکہ طول دینا مقصود نہیں ہے اگر میں تفصیل سے لکھنے لگوں تو کئی کتابیں لکھ سکتا ہوں لیکن میرا مقصد حصر کرنا نہیں ہے بلکہ بطور مثال بیان کرنا ہے۔

اور یہی مختصر سی تحریر صحابہ کی نفسیات سمجھنے کے لئے کافی ہے اور اس سے علمائے اہلسنت کا تناقض بھی سامنے آجاتا ہے کیونکہ ایک طرف تو لوگوں کو اصحاب کے بارے میں نقد و تبصرہ کرنے بلکہ شک کرنے سے روکتے ہیں اور دوسری طرف ایسی ایسی روایات تحریر کرتے ہیں جس سے شک کا پیدا ہونا فطری بات ہے کاش علمائے اہل سنت نے اس قسم کی روایات ہی کو ذکر نہ کیا ہوتا جس سے عظمت صحابہ مجروح ہوتی ہے۔ ان کی عدالت مخدوش ہو جاتی ہے اگر ایسی روایات نہ لکھی گئی ہوتیں تو ہم بھی شک میں مبتلا نہ ہوتے۔

مجھے اب تک نجف اشرف کے عالم جناب اسد حیدر صاحب مولف کتاب "الامام الصادق و المذاہب الاربعۃ" کی ملاقات یاد ہے کہ ہم لوگ بیٹھے ہوئے شیعہ و سنی کے بارے میں باتیں کر رہے تھے انھوں نے مجھ سے اپنے والد کا قصہ بیان کیا کہ میرے والد کی ملاقات حج میں ایک ٹیونسی عالم سے ہوئی جو الزیتونہ یونیورسٹی کے علماء میں سے تھے اور یہ واقعہ تقریباً پچاس سال پہلے کا ہے۔ اسد حیدر صاحب اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں: میرے والد اور ٹیونسی عالم میں حضرت علیؑ کی امامت کے سلسلہ میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اور میرے والد حضرت علیؑ کے استحقاق پر دلیلیں پیش کر رہے تھے۔ چنانچہ انھوں نے

---

[1] النص والاجتہاد ملاحظہ فرمائیے جس میں مع حوالے کے تفصیل موجود ہے اور حوالے بھی ایسے ہیں جو تمام اسلامی فرقوں میں مقبول ہیں۔

چار یا پانچ دلیلیں پیش کیں، اور ڈیونسی عالم بڑے غور سے سن رہا تھا۔ جب میرے والد کی بات ختم ہوگئی تو ڈیونسی عالم نے پوچھا کچھ اور بھی دلیلیں ہیں یا بس اتنی ہی؟ والد نے کہا بس یہی دلیلیں ہیں۔ ڈیونسی عالم نے کہا اچھا اپنی تسبیح نکالو اور شمار کرنا شروع کردو پھر اس نے حضرت علیؑ کی امامت پر سو ایسی دلیلیں پیش کیں جن کو میرے والد نہیں جانتے تھے۔ شیخ اسد حیدر نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا: اگر اہلسنت والجماعت صرف اپنی کتابوں میں لکھی ہوئی دلیلوں کو پڑھ لیتے تو ہمارے ہم عقیدہ ہوجاتے اور آپسی اختلاف بہت پہلے ختم ہوجاتا۔ انتھیٰ۔

میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر انسان اندھی تقلید چھوڑ دے اور تعصب کو بالائے طاق رکھ کر صرف دلیل کا تابع ہوجائے تو اسد حیدر والی ہی بات حق ہے اس سے مفر کا کوئی راستہ نہیں ہے —

(۱)

اصحاب کے بارے میں قرآنی نظریہ

سب سے پہلے تو میں یہ عرض کروں کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں متعدد مواقع پر رسول اکرمؐ کے ان اصحاب کی مدح سرائی فرمائی ہے جنہوں نے رسولؐ سے محبت کی ان کی پیروی کی اور بغیر کسی لالچ یا معاوضہ یا استکبار و استعلاء کے ان کی اطاعت کی اور یہ اطاعت محض خدا و رسولؐ کی خوشنودی کے لئے کی ہیں وہ اصحاب ہیں جن سے خدا بھی راضی ہے اور یہ لوگ بھی ایسے خدا سے خوش ہیں۔

اصحاب کی اس قسم کو مسلمانوں نے ان کے کردار و افعال کے ذریعہ پہچانا ہے اور پہچان کر ان سے دل کھول کر محبت کی ہے ان کی عظمت کے قائل ہیں جب اس قسم کے اصحاب کا ذکر آتا ہے تو مسلمان فوراً رضی اللہ عنہم کہتے ہیں اور میری بحث بھی ان اصحاب سے نہیں ہے کیونکہ یہ حضرات سنی و شیعہ سب ہی کی نظر میں قابل احترام ہیں۔ اسی طرح میری بحث کا تعلق ان اصحاب سے بھی نہیں ہے جن کا نفاق طشت از بام ہے۔ اور سنی و شیعہ ہر ایک کی نظر میں قابل لعنت ہیں۔

بلکہ میں صرف ان اصحاب کے بارے میں بحث کروں گا جن کے بارے میں مسلمانوں کے اندر اختلاف رائے پایا جاتا ہے اور خود قرآن نے بھی بعض مواقع پر ان کی باقاعدہ توبیخ و تہدید کی ہے اور پیغمبر اسلامؐ نے بھی مناسب مواقع پر ان کی توبیخ کی ہے۔ اور لوگوں کو ان کے بارے میں ڈرایا ہے۔

جی ہاں! سنی و شیعہ کے درمیان زبردست اختلاف ایسے ہی اصحاب کے بارے میں ہے کیونکہ شیعہ ان حضرات کے اقوال و افعال سب ہی کو قابل نقد و تبصرہ سمجھتے ہی نہیں بلکہ نقد و تبصرہ کرتے بھی ہیں، اور ان کی عدالت کے بارے میں شک رکھتے ہیں جبکہ اہل سنت والجماعت ان کی تمام مخالفتوں اور رو گردانیوں و جبارتوں کے باوجود ان کا ضرورت سے زیادہ احترام کرتے ہیں۔ میں انھیں اصحاب کے

بارے میں اپنی بحث کو اس لئے محدود کرنا چاہتا ہوں تاکہ پوری حقیقت نہ سہی تھوڑی ہی حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔

میں یہ بات صرف اس لئے کہہ رہا ہوں تاکہ کوئی صاحب یہ نہ کہہ دیں کہ میں نے ان آیات سے چشم پوشی کرلی ہے جو مدح صحابہ پر دلالت کرتی ہیں اور محض ان آیات کو پیش کیا ہے جن سے قدح صحابہ ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ میں نے بحث کے درمیان ان آیات کو پیش کیا ہے جو بظاہر مدح پر دلالت کرتی ہیں لیکن ان سے ہی نتیجہ نکالا ہے کہ ان سے قدح ثابت ہوتی ہے۔ یا ایسی آیتوں کو پیش کیا جن سے بظاہر قدح ثابت ہوتی ہے لیکن ان سے مدح ثابت ہوتی ہے

اور اس سلسلہ میں گذشتہ تین سالوں کی طرح بہت زیادہ محنت و مشقت نہیں کروں گا۔ بلکہ بطور مثال بعض آیتوں کو ذکر کروں گا ایک تو اس لئے کہ یہی طریقہ معمول ہے اور دوسرے اس وجہ سے کہ میں اختصار سے کام لینا چاہتا ہوں۔ ہاں جو لوگ مزید اطلاع حاصل کرنا چاہیں وہ بحث و مباحثہ کریں حوالوں کو دیکھیں جیسا کہ میں نے کیا ہے تاکہ حقیقت تک رسائی عرق جبین و فکری تگ و دو کے بعد حاصل ہو جیسا کہ خدا ہر ایک سے یہی چاہتا بھی ہے کہ خود محنت کر کے نتیجہ تک پہونچو۔ اور وجدان کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ جو شخص زحمت بسیار کے بعد ہدایت تک پہونچے گا۔ اسے آندھیاں اس کے موقف سے ہٹا نہیں سکتیں۔ اور ظاہر سی بات ہے جو ہدایت زحمت کشی کے بعد حاصل ہوتی ہے وہ جذبات کے رو میں بہہ کر حاصل ہونے والی ہدایت سے بدرجہا بہتر ہوتی ہے۔ خدا اپنے نبی کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے: وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ[1] یعنی ہم نے تم کو پایا کہ حق کے لئے جستجو کرتے ہو اس لئے حق تک تمہاری ہدایت کردی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا[2] جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا انھیں ہم ضرور اپنی راہ کی ہدایت کریں گے۔

---

[1] پ ۳۰ س ۹۳ (والضحیٰ) آیت ۷

[2] پ ۲۱ س ۲۹ (العنکبوت) آیت ۶۹۔

۱۔ آیت انقلاب

ارشاد خداوند عالم ہے: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ [۱]

ترجمہ: اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو صرف رسول ہیں (خدا نہیں ہیں) ان سے پہلے اور بھی بہت سے پیغمبر گزر چکے ہیں پھر کیا اگر (محمد) اپنی موت سے مر جائیں یا مار ڈالے جائیں تو تم الٹے پاؤں (اپنے کفر کی طرف) پلٹ جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا (بھی) تو (سمجھ لو کہ) ہرگز خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ پائیگا اور عنقریب خدا شکر کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے گا۔

یہ آیۂ مبارکہ صریحی طور پر اس بات کو بتاتی ہے کہ اصحاب، وفات رسولؐ کے بعد فوراً الٹے پاؤں پھر جائیں گے صرف کچھ لوگ ہوں گے جو ثابت قدم رہیں گے جن کی تعبیر خدا نے "شاکرین" کے لفظ سے کی ہے کہ یہ لوگ ثابت قدم رہیں گے اور شاکرین کی تعداد بہت ہی کم ہے جیسا کہ ارشاد ہے: وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ [۲] اور میرے بندوں میں سے شکر کرنے والے (بندے) تھوڑے سے ہیں۔

اور خود پیغمبر اسلام کی وہ حدیثیں جو اس انقلاب کی تفسیر کرنے والی ہیں ان کی بھی دلالت اسی بات پر ہے کہ زیادہ تر لوگ مرتد ہو جائیں گے۔ بعض روایات کو آگے چل کر میں خود بھی نقل کروں گا اور جب خدا نے اس آیت میں مرتد ہونے والوں کے عقاب کا ذکر نہیں کیا ہے صرف ثابت قدم رہنے والوں کی تعریف کی ہے اور ان کی جزاء کا وعدہ کیا ہے تو ہمیں بھی اس چکر میں نہیں پڑنا ہے کہ ان کا عذاب

۱۔ پ ۴ س ۳ (آل عمران) آیت ۱۴۴۔ ۲۔ پ ۲۲ س ۳۴ (سبا) آیت ۱۳

کیا ہوگا۔ لیکن اتنی بات بہر حال معلوم ہے کہ یہ لوگ ثواب و مغفرت کے بہر حال مستحق نہیں ہیں جیسا کہ مرسل اعظمؐ نے خود متعدد مقامات پر اس کو بیان کر دیا ہے اور انشاء اللہ اعنقریب ہم بھی بحث کرینگے احترام صحابہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہنا کہ اس سے مراد طلیحہ، سجاح اور اسود العنسی ہیں اس لئے غلط ہے کہ یہ لوگ رسولؐ کی زندگی ہی میں مرتد ہو گئے تھے اور ادعائے نبوت کیا تھا اور پیغمبرؐ نے ان سے جنگ کی تھی۔ اور آنحضرتؐ غالب ہوئے تھے۔ اور آیت وفات رسولؐ کے بعد مرتد ہونے والوں کا ذکر کر رہی ہے اسی طرح اس آیت سے مراد متعدد اسباب کی بناپر مالک بن نویرہ اور ان کے پیروکار بھی نہیں ہو سکتے جنھوں نے ابوبکر کو زکوۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ کیونکہ یہ لوگ زکواۃ کے منکر نہیں تھے بلکہ ابوبکر کو دینے میں مردد تھے کہ جب تک حقیقت حال واضح نہ ہو جائے اس وقت تک ہم زکات نہ دیں گے۔ اور ان کے تردد کی وجہ بھی معقول تھی، کیونکہ یہ لوگ رسولؐ اللہ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک تھے۔ اور غدیر خم میں جب رسولؐ اکرم نے حضرت علیؑ کی خلافت کے لئے نص کر دی تو ان لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی تھی ۔۔۔ بیعت تو ابوبکر نے بھی کی تھی ۔۔۔ اب دفعۃً مدینہ سے آدمی رسولؐ خدا کی موت کی خبر کے ساتھ ابوبکر کے نام پر وصولی زکات کا پیغام لے کر جب پہونچا تو ان کو تردد ہونا ہی چاہیے کہ ہم نے بیعت علیؑ کی کی تھی یہ ابوبکر بیچ میں کہاں سے آ کودے؟ تاریخ نے عظمت صحابہ مجروح نہ ہو جائے۔ اس لئے اس واقعہ کی گہرائی میں جانا مناسب نہیں سمجھا اس کے علاوہ مالک اور ان کے تمام ساتھی مسلمان تھے جس کی گواہی خود عمرؓ و ابوبکر نے بھی دی تھی۔ اور اصحاب کی ایک جماعت نے بھی گواہی دی تھی جنھوں نے خالد کے اس فعل پر ۔۔۔ یعنی مالک کے قتل پر ۔۔۔ سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ ابوبکر نے مالک بن نویرہ کے بھائی متمم سے معافی مانگنے کے ساتھ بیت المال سے مالک کی دیت بھی متمم کو ادا کی۔ اگر مالک مرتد ہو گئے ہوتے تو ان کا قتل واجب تھا اور بیت المال سے دیت بھی نہیں دی جا سکتی تھی۔ اور نہ ان کے بھائی سے معذرت جائز تھی۔ پس ثابت ہوا کہ اس آیت سے مراد مالک اور ان کے ساتھی نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ مرتد نہیں تھے اور آیت مرتدوں کا ذکر کر رہی ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ آیت انقلاب کے مصداق صرف وہ صحابہ ہیں، جو مدینہ میں آنحضرت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور آپ کی وفات کے بعد ہی بلا فاصلہ مرتد ہو گئے۔ پیغمبرؐ کی حدیثیں اس مطلب کو اتنی وضاحت سے بیان کرتی ہیں کہ کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ عنقریب ہم ان کو بیان کریں گے۔ اور خود تاریخ بھی بہترین شاہد ہے کہ وفات رسول اعظمؐ کے بعد کون لوگ تھے جو مرتد ہو گئے تھے۔ اور بھلا کون ہے جو صحابہ کی آپسی چپقلش سے واقفیت نہیں رکھتا؟ صرف چند اصحاب ایسے تھے جو ان باتوں سے مبرا تھے۔ ورنہ سب ہی ایک حمام میں ننگے تھے۔

۲۔ آیت جہاد

ارشاد پروردگار عالم ہے: یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَیْئًا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[1]

ترجمہ: اے ایماندارو! تمہیں کیا ہو گیا ہے جب تم سے کہا جاتا ہے کہ خدا کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکلو تو تم لدھڑ ہو کے زمین کی طرف جھکے پڑتے ہو کیا تم آخرت کے بہ نسبت دنیا کی (چند روزہ) زندگی کو پسند کرتے ہو تو (سمجھ لو کہ) دنیاوی زندگی کا ساز و سامان آخرت کے (عیش و آرام کے) مقابلے میں بہت ہی تھوڑا ہے اگر اب بھی تم نہ نکلو گے تو خدا تم پر دردناک عذاب نازل فرمائے گا اور (خدا کچھ مجبور تو ہے نہیں) تمہارے بدلے کسی دوسری قوم کو لے آئے گا۔ اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں پاؤ گے۔ اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ آیت صریحی طور سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ جہاد میں سستی برتتے تھے اور

---

[1] پ۱۰ س ۹ (التوبہ) آیت ۳۸، ۳۹

عیش دنیا کی طرف مائل تھے۔ حالانکہ ان کو معلوم تھا۔ دنیاوی لذتیں مختصر سی پونجی ہیں۔ یہاں تک کہ خدا نے ان کو دردناک عذاب کی دھمکی دی اور کچھ دیا کہ تمہارے بدلے سچے اور ایماندار مومنین کو لائے گا۔ ان لوگوں کے بدلے میں دوسرے لوگوں کے لانے کی دھمکی کا ذکر کئی آیتوں میں آیا ہے جس سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ صحابہ نے ایک مرتبہ نہیں متعدد مرتبہ جہاد سے پہلو تہی کرنے کی کوشش کی ہے

چنانچہ ایک دوسری آیت میں آیا ہے: وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ[1] "اگر تم (خدا کے حکم سے) منہ پھیرو گے تو خدا (تمہارے سوا) دوسروں کو بدل دے گا۔ اور وہ تمہارے ایسے نہ ہوں گے۔"

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ[2]

ترجمہ: "اے ایماندارو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو (کچھ پرواہ نہیں پھر جائے) عنقریب ہی خدا ایسے لوگوں کو ظاہر کر دے گا جنہیں خدا دوست رکھتا ہوگا۔ اور وہ اس کو دوست رکھتے ہوں گے ایمانداروں کے ساتھ منکسر اور کافروں کے ساتھ کڑے۔ خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کچھ پرواہ نہ کریں گے۔ یہ خدا کا فضل و کرم ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور خدا تو بڑی گنجائش والا اور واقف کار ہے۔"

اگر ہم ان تمام آیات کو تلاش کریں جو اس مطلب پر دلالت کرتی ہیں اور بڑی وضاحت کے ساتھ اس تقسیم کی تائید کرتی ہیں جس کے شیعہ قائل ہیں خصوصاً صحابہ کے اس قسم کے بارے میں تو اس کے لئے ایک مخصوص کتاب کی ضرورت ہوگی قرآن مجید نے اسی بات کو بڑے بلیغ انداز میں اور بہت مختصر لفظوں میں بیان کیا ہے:

---

[1] پ ۲۶ س ۴۷، (محمد) آیت ۳۸ [2] پ ۶ س ۵ (مائدہ) آیت ۵۴

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ [1]

ترجمہ: اور تم میں سے ایک گروہ (ایسے لوگوں کا بھی) تو ہونا چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور اچھے کام کا حکم دیں۔ اور بُرے کاموں سے روکیں اور ایسے ہی لوگ (آخرت میں) اپنی دلی مراد پائیں گے اور تم کہیں ان لوگوں کے ایسے نہ ہو جانا جو آپس میں پھوٹ ڈال کر بیٹھ رہے اور روشن دلیلیں آنے کے بعد بھی ایک منہ ایک زبان نہ رہے ایسے ہی لوگوں کے واسطے بڑا (بھاری) عذاب ہے (اس دن سے ڈرو) جس دن کچھ لوگوں کے چہرے تو سفید نورانی ہوں گے اور کچھ (لوگوں) کے چہرے سیاہ، پس جن لوگوں کے منہ میں کالک ہوگی (ان سے کہا جائے گا) ہائیں کیوں؟ تم تو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے۔ اچھا تو (لو اب) اپنے کفر کی سزا میں عذاب (کے مزے) چکھو اور جن کے چہرے پر نور برستا ہوگا وہ تو خدا کی رحمت (بہشت) میں ہوں گے۔ اور اسی میں سدا رہیں (بسیں) گے۔

ہر حقیقت کا متلاشی اس بات کو سمجھتا ہے کہ یہ آیات اصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے ان کو تہدید کر رہی ہیں کہ خبردار روشن دلیلوں کے آجانے کے بعد تفرقہ اندازی اور اختلاف سے بچنا ورنہ عذاب عظیم کے مستحق ہو گے۔ اور یہ آیتیں اصحاب کو دو قسموں پر بانٹ رہی ہیں، ایک قسم ان اصحاب کی ہوگی جو قیامت میں روشن رو اٹھیں گے اور یہ وہی شاکر بندے ہوں گے جو رحمت الٰہی کے مستحق ہوں گے اور کچھ اصحاب سیاہ رو اٹھیں گے یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے انھیں کے لئے خدا نے عذاب عظیم کی دھمکی دی ہے۔

ہر اسلامی تاریخ کا طالب علم جانتا ہے کہ رسولؐ اکرم کے بعد صحابہ میں زبردست اختلاف ہو گیا تھا اور

---

[1] پ ۴ س ۳ (آل عمران) آیت ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶۔

یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے شدید مخالف تھے، فتنہ کی آگ بھڑک اٹھی تھی، اور نوبت قتال و جدال کی پہنچ گئی تھی جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی ذلت و رسوائی ہوئی اور دشمنان اسلام کو خوب موقع ملا۔ اس آیت کی نہ تو تاویل ممکن ہے اور نہ ذہن میں فوراً آجانے والے معانی سے کسی اور طرف پلٹنا ممکن ہے۔

۳۔ آیت خشوع

ارشاد خداوند عالم ہے: اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ [1]

ترجمہ: کیا (ایمانداروں کے لئے) ابھی تک اس کا وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد اور قرآن کے لئے جو (خدا کی طرف سے) نازل ہوا ہے، ان کے دل نرم ہوں۔ اور وہ ان لوگوں کے سے نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب (توریت و انجیل) دی گئی تھی تو (جب) ایک زمانہ دراز ہو گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہتیرے بدکار ہیں۔

سیوطی نے درمنثور میں لکھا ہے: جب اصحاب رسولؐ مدینہ آئے تو سختیوں کے بعد ان کو اچھی زندگی نصیب ہوئی۔ لہٰذا بعض ان چیزوں سے جن کے یہ عادی تھے ان سے سستی برتنے لگے۔ تو ان پر خدا کی طرف سے پھٹکار پڑی اور یہ آیت (الم یان للذین آمنوا) بطور عتاب نازل ہوئی۔ ایک دوسری روایت میں آنحضرتؐ سے منقول ہے کہ نزول قرآن کے سترہ سال بعد خدا نے مہاجرین کے دلوں کی سستی پر یہ آیۃ نازل کی۔ الم یان الخ۔

ذرا سوچئے جب بقول اہل سنت والجماعت صحابہ خیر الخلق بعد رسولؐ اللہ ہیں۔ اور ان کا دل سترہ سال

---

[1] پ ۲۷ س ۵۷ (حدید) آیت ۱۶۔

تک نرم نہیں ہوا۔ اور ذکر خدا و قرآن کے لئے ان کے دلوں میں نرمی نہیں پیدا ہوئی، یہانتک کہ خدا نے اس قسیٰ القلبی پر جو فسوق تک منجر ہوتی ہے۔ اصحاب کو باقاعدہ ڈانٹ پلائی اور شدید عتاب کیا۔ تو وہ سرداران قریش جو ہجرت کے ساتویں سال فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے اگر ان کے دل نہیں نرم ہوئے تو جائے ملامت نہیں ہے۔

بطور نمونہ "مشتے از خروارے" یہ چند مثالیں میں نے قرآن مجید سے پیش کی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سارے صحابہ عدول نہیں تھے۔ یہ تو صرف اہل سنت والجماعت کا پروپگنڈہ ہے کہ تمام صحابہ عدول ہیں۔

اور اگر کہیں ہم احادیث رسولؐ میں تلاش کرنے لگیں تو دس گنا مثالیں مل جائیں گی۔ لیکن اختصار کے پیش نظر میں چند حدیثوں کو ذکر کروں گا۔ اگر کسی کو مزید اطلاع درکار ہو تو وہ خود احادیث کے انبار سے ایسی بکثرت مثالیں تلاش کر سکتا ہے۔

(۲)

اصحاب کے بارے میں رسولؐ کا نظریہ

۱۔ حدیث حوض

رسولؐ خدا فرماتے ہیں: میں کھڑا ہوں گا کہ دفعتہً میرے سامنے لوگوں کا ایک گروہ ہوگا۔ اور جب میں ان لوگوں کو اچھی طرح پہچان لوں گا، تو میرے اور ان لوگوں کے درمیان سے ایک شخص نکل کر کہے گا آؤ! میں پوچھوں گا، ان کو کہاں لیجا رہے ہو؟ وہ کہے گا جہنم میں! میں پوچھوں گا ان کی کیا خطا ہے؟ وہ کہے گا: آپ کے بعد یہ لوگ مرتد ہو گئے تھے، پچھلے پاؤں (اپنے دین کی طرف پلٹ گئے تھے) میں دیکھوں گا کہ سوائے چند مختصر لوگوں کے جو آزاد جانوروں کی طرح پھر رہے ہوں گے، سب ہی کو جہنم کی طرف لیجایا جائے گا۔[1]

رسولؐ اکرم کا ارشاد ہے: میں تم میں سے پہلے حوض پر ہوں گا جو میرے پاس سے گزریگا وہ سیراب ہو جائیگا اور جو پی لے گا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ وہیں حوض پر میرے پاس کچھ لوگ آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا۔ اور وہ بھی مجھے پہچانتے ہوں گے۔ پھر میرے اور ان کے درمیان ایک حائل پیدا کر دیا جائے گا۔ میں کہوں گا (ارے یہ تو) میرے اصحاب ہیں! پھر جواب میں کہا جائے گا آپ کو نہیں معلوم انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا کیا ہے تو میں کہوں گا وائے ہو وائے ان لوگوں پر جنھوں نے میرے بعد (دین میں) تغیر و تبدل کر دیا ہے۔[2]

---

[1] و [2] صحیح البخاری ج ۴ ص ۹۴، ص ۱۵۶ و ج ۲ ص ۳۲؛ صحیح مسلم ج ۷ ص ۶۶ حدیث الحوض،

جو بھی شخص ان حدیثوں کو غور سے پڑھے گا جس کو علمائے اہل سنّت نے اپنی صحاح اور مسانید میں لکھا ہے اس کو اس میں کوئی شک نہیں رہے گا کہ اکثر صحابہؓ نے تبدیلی کر دی ہے بلکہ آنحضرتؐ کے بعد اکثر مرتد ہو گئے ہیں سوائے ان مختصر لوگوں کے جو آزاد جانوروں کی طرح پھر رہے ہوں گے۔ ان احادیث کو کسی بھی طرح صحابہ کی تیسری قسم یعنی منافقین پر حمل کرنا درست ہی نہیں ہے کیونکہ روایت میں ہے حضورؐ کہیں گے یہ میرے اصحاب ہیں! بلکہ یہ حدیثیں درحقیقت ان آیتوں کی تفسیر و انکی مصداق ہیں جن کو ہم پہلے بیان کر چکے کہ آیت نے صراحۃً کہا ہے یہ لوگ مرتد ہو جائیں گے اور ان کو عذابِ عظیم کی دھمکی بھی دی گئی ہے

۲۔ حدیثِ دنیا طلبی

رسولؐ خدا نے فرمایا: میں تم سے پہلے جاؤں گا۔ اور تم سب پر گواہ ہوں۔ خدا کی قسم میں اس وقت بھی اپنی حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی (یا زمین کی) کنجیاں دی گئی ہیں۔ اور میں خدا کی قسم اس بات سے نہیں ڈرتا کہ میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے۔ لیکن میں اس سے ضرور ڈرتا ہوں کہ تم میرے بعد دنیا طلبی میں ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگو گے [۱]

رسولؐ خدا نے بہت سچ فرمایا تھا آپ کے بعد صحابہ دنیا کی طرف اتنے راغب ہو گئے تھے کہ نیام سے تلواریں نکل آئی تھیں، خوب خوب آپس میں لڑے، ایک نے دوسرے کو کافر کہا۔ بعض مشہور ترین صحابہ سونے وچاندی کا ذخیرہ جمع کرنے پر لگ گئے۔ مؤرخین کہتے ہیں مثلاً مسعودی نے مروج الذہب میں اور طبری وغیرہ نے لکھا ہے کہ صرف زبیر کے پاس پچاس ہزار دینار، ایک ہزار گھوڑے، ایک ہزار غلام، بصرہ، کوفہ، مصر وغیرہ میں بہت زیادہ کاشت کی زمینیں تھیں [۲]

اسی طرح طلحہ کا عالم یہ تھا کہ صرف عراق کی زمین سے اتنا غلہ پیدا ہوتا تھا کہ روزآنہ ایک ہزار دینار کے برابر کا غلہ ہوتا تھا بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے بھی زیادہ کا ہوتا تھا [۳]

---

[۱] صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۰۰، ۱۰۱، [۲]، [۳] مروج الذہب مسعودی ج ۲۔ ص ۲۴۱۔

عبدالرحمان بن عوف کے پاس سو گھوڑے ایک ہزار اونٹ ایکہزار دینار، دس ہزار بھیڑ بکریاں تھیں ان کے مرنے کے بعد ترکہ کا آٹھواں حصہ جو بیویوں کا حق ہوتا ہے اس آٹھویں حصہ کو چار بیویوں پر تقسیم کیا گیا تو ہر بیوی کے حصہ میں چوراسی چوراسی ہزار آئے تھے [1]

اور سیٹھ عثمان نے اپنے مرنے کے بعد ڈیڑھ لاکھ دینار چھوڑا۔ جانوروں، قابل کاشت زمینوں اور غیر قابل کاشت زمینوں کا تو شمار ہی ممکن نہیں ہے۔ زید بن ثابت نے سونے چاندی کی اتنی بڑی بڑی اینٹیں چھوڑی تھیں جن کو کلہاڑی سے کاٹنا پڑتا تھا، کاٹتے کاٹتے لوگوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ یہ علاوہ ان اموال اور قابل کاشت زمینوں کے ہے جن کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی [2]

دنیا پرستی کی یہ چند مثالیں ہیں۔ تاریخ میں تو اس کے شواہد بہت زیادہ ہیں۔ لیکن ہم سر دست اس کی بحث میں نہیں پڑنا چاہتے۔ اپنی بات کے ثبوت میں ہم اسی قدر کو کافی سمجھتے ہیں اور اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ کس قدر دنیا پرست تھے۔

---

[1] [2] مروج الذہب مسعودی ج ۲ ص ۳۴۱

صحابہ کے بارے میں صحابہ کے نظریات

۱۔ سنت رسولؐ کے بدلنے پر خود صحابہ کی گواہی

جناب ابوسعید خدری کا بیان ہے: جناب رسولؐ خدا نماز عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے لئے جب بھی نکلتے تھے تو پہلے نماز پڑھاتے تھے پھر ان لوگوں کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے تھے اور لوگ بیٹھے ہی رہتے تھے۔ اور وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔ امر و نہی کرتے تھے۔ اگر کسی بحث کو قطع کرنا چاہتے تھے یا کسی چیز کے لئے حکم دینا چاہتے تھے تو حکم دیتے تھے پھر واپس تشریف لاتے تھے۔ ابوسعید کہتے ہیں یہی صورت آنحضرتؐ کے بعد بھی رہی۔ لیکن ایک مرتبہ جب مروان مدینہ کا گورنر تھا میں بھی اس کے ساتھ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کی نماز کے لئے چلا جب ہم لوگ مصلیٰ (نماز پڑھنے کی جگہ) پر پہونچے تو دیکھا کثیر بن صلت نے ایک منبر بنا رکھا ہے اور مروان نماز سے پہلے منبر پر جانا چاہتا تھا کہ میں نے اس کا کپڑا پکڑ کر کھینچا لیکن اس نے کھینچ کر اپنے کو چھڑا لیا اور منبر پر جا کر نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ میں نے مروان سے کہا: خدا کی قسم تم نے (طریقۂ) رسولؐ کو بدل دیا۔ مروان نے کہا: ابوسعید جو تم جانتے ہو وہ دور چلا گیا۔ میں نے کہا: خدا کی قسم جو میں جانتا ہوں۔ وہ اس سے بہتر ہے جو نہیں جانتا۔ اس پر مروان نے کہا: نماز کے بعد لوگ ہمارے لئے نہیں بیٹھے رہیں گے۔ اس لئے میں نے خطبہ کو مقدم کر دیا۔[۱]

میں نے ان اسباب کو تلاش کرنے کی بہت کوشش کی جس کی بنا پر اصحاب سنت رسولؐ کو بدل دیا کرتے

---

[۱] صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۲۲ کتاب العیدین باب الخروج الی المصلی بغیر منبر

تھے۔ آخر میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ تمام اموی حضرات جن میں اکثریت صحابہ رسولؐ کی تھی اور ان سب (اموی حضرات) کے راس و رئیس معاویہ بن ابی سفیان تھے۔ جن کو اہل سنت والجماعت کاتب وحی کہتے ہیں۔ لوگوں کو آمادہ ہی نہیں بلکہ مجبور کیا کرتے تھے کہ لوگ تمام مسجدوں کے منبروں سے حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ پر لعن اور سب و شتم کیا کریں جیسا کہ مورخین نے لکھا بھی ہے اور صحیح مسلم میں باب فضائل علیؑ ابن ابیطالبؑ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور معاویہ نے اپنے تمام گورنروں کو یہ احکام جاری کر دیئے تھے، علی پر لعنت کرنے کو ہر خطیب اپنے منبر سے اپنا فریضہ قرار دے لے۔ اور جب صحابہ نے اس کو ناپسند کیا تو معاویہ نے ان کو قتل کرنے اور ان کے گھر بار کو جلانے کا حکم دیدیا۔ مشہور ترین صحابی جناب حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کو معاویہ نے صرف اسی جرم میں قتل کرا دیا، اور بعضوں کو زندہ دفن کرا دیا کہ انھوں نے حضرت علیؑ پر لعنت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اپنی کتاب "خلافت و ملوکیت" میں حسن بصری کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں: چار باتیں معاویہ میں ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی ہوتی تو معاویہ کی ہلاکت کے لئے کافی ہوتی۔ اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ صحابہ کے ہوتے ہوئے کسی سے مشورہ کئے بغیر حکومت پر قبضہ کرنا۔

۲۔ اپنے بعد شرابی کبابی بیٹے یزید کو خلیفہ نامزد کرنا جو ریشمی لباس پہنتا تھا اور طنبور بجایا کرتا تھا۔

۳۔ زیاد کو اپنا بھائی قرار دے لینا۔ حالانکہ رسولؐ کی حدیث ہے اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ (لڑکا شوہر کا ہے زانی کے لئے پتھر ہے)

۴۔ حجر و اصحاب حجر کو قتل کرنا۔ وائے ہو معاویہ پر حجر کے قتل پر وائے ہو وائے معاویہ پہ حجر و اصحاب حجر کے قتل کرنے پر [1]

بعض ایماندار صحابہ نماز کے بعد مسجد سے فوراً چلے جاتے تھے تاکہ ان کو وہ خطبہ نہ سنا پڑے جو علی و اہل بیت کی لعنت پر ختم ہوتا تھا جب بنی امیہ کو اس کا احساس ہوا کہ لوگ نماز کے بعد ہی نے

---

[1] خلافت و ملوکیت ص ۱۰۶،

چلے جاتے ہیں تو انھوں نے سنت رسولؐ کو بدل دیا اور خطبہ کو نماز سے مقدم کر دیا تاکہ لوگ مجبوراً سنیں۔

اسی طرح پورا ایک دوران صحابہ کا گزر گیا جو اپنے ذلیل و پست مقاصد کے لئے اپنے چھپے ہوئے کینہ کا بدلہ لینے کے لئے سنت رسولؐ تو در کنار احکام الٰہی کو بدل دیا کرتے تھے اور ایسے شخص پر لعنت بھیجتے تھے جس کو خدا نے پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے جس پر درود و سلام اسی طرح واجب قرار دیا ہے جس طرح اپنے رسولؐ پر، جس کی محبت و مودت اس نے اور اس کے رسولؐ نے واجب قرار دیا ہے نبی اکرمؐ فرماتے ہیں: علیؑ کی محبت ایمان اور ان سے بغض رکھنا نفاق ہے [1]

لیکن یہ صحابہ سنت رسولؐ بدلتے رہے، اس میں تغیر و تبدل کرتے رہے اور زبانِ حال سے کہتے رہے: ہم نے آپ کی بات سنی اور نافرمانی کی۔ علیؑ سے محبت کرنے ان پر درود بھیجنے اور ان کی اطاعت کرنے کے بجائے ساٹھ (۶۰) سال تک ان پر سب و شتم کرتے رہے۔ منبروں سے لعنت کرتے رہے۔

اگر موسیٰ کے اصحاب نے مشورہ کر کے ہارون کو قتل کر دینا چاہا تھا تو اصحاب محمدؐ نے محمدؐ کے ہارون کو قتل کر دیا۔ اس کی اولاد کو اس کے شیعوں کو پتھروں کے نیچے سے نکال نکال کر قتل کیا، ان کو دیس نکالا دیا۔ دفتروں سے ان کے نام کاٹ دیئے گئے، لوگوں پر پابندی لگادی گئی کہ ان کے نام پر نام نہ رکھیں۔ اتنے ہی پر اکتفا نہیں کیا، ان سے خلوص رکھنے والے صحابہ کو مجبور کر کے ان پر لعنت کرائی۔ اور ظلم و جبر سے قتل بھی کیا۔

خدا کی قسم جب میں اپنی صحاح کو پڑھتا ہوں، اور اس میں یہ پڑھتا ہوں کہ رسول اکرمؐ اپنے بھائی اور ابن عم علیؑ سے بہت محبت کرتے تھے، علیؑ کو تمام صحابہ پر مقدم کرتے تھے۔ علیؑ کے بارے میں فرمایا اے علیؑ تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی، بس فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا [2]

---

[1] صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۱۔ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۰۵، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۰، مستدرک الحاکم ج ۲ ص ۱۰۹

اور علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ تم مجھ سے ہو میں تم سے ہوں[1] ایک جگہ فرمایا: علی کی محبت ایمان اور ان سے بغض رکھنا نفاق ہے[2]۔ ایک جگہ اور فرمایا: میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں[3] ایک جگہ اور فرمایا: میرے بعد علیؑ ہر مومن کے ولی (آقا و مولا) ہیں[4] ایک اور جگہ فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علیؑ مولیٰ ہیں۔ خداوندا جو علیؑ کو دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھ اور جو علیؑ کو دشمن رکھے تو بھی اس کو دشمن رکھ[5]۔۔۔ تو مبہوت و متحیر رہ جاتا ہوں اور اگر میں صرف ان فضائل کو ذکر کروں، جن کو نبیؐ نے علیؑ کے لئے فرمایا ہے اور ہمارے علماء نے ان کو صحیح سمجھ کر اور صحیح ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا ہے تو اس کے لئے مستقل ایک کتاب کی ضرورت ہے پھر آپ تھوڑی دیر کے لئے سوچئے کہ کیا صحابہ ان تمام نصوص سے جاہل تھے؟ اور اگر جانتے تھے تو منبروں سے کیونکر لعنت کرتے تھے؟ اور کیوں علیؑ و آل علیؑ کے دشمن تھے؟ اور کیسے ان سے جنگ کرتے تھے اور قتل کرتے تھے؟

میں بلا وجہ ان لوگوں کے لئے مجوز تلاش کرتا ہوں، سوائے حب دنیا، طلب دنیا، نفاق، ارتداد، الٹے پاؤں جاہلیت کی طرف پلٹ جانے کے اور کوئی معقول توجیہ ہو ہی نہیں سکتی کہ یہ لوگ کیوں سنت نبیؐ کو بدل دیتے تھے، اسی طرح میری یہ کوشش بھی رائیگاں ہو گئی کہ میں اس الزام کو معمولی اصحاب کے سر تھوپ کر اور منافقین کے سر منڈھ کر اکابر و افاضل صحابہ کو بچا لے جاؤں۔ لیکن بڑے افسوس کے ساتھ مجھے اس کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ سب کارستانیاں انھیں حضرات کی تھیں۔ کیونکہ سب سے پہلے بیت فاطمہؑ کو تمام ان لوگوں سمیت جو اس میں ہیں جلا دینے کی دھمکی عمر بن خطاب ہی نے دی تھی اور سب سے پہلے جنھوں نے علیؑ سے جنگ کی ہے وہ:

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶، صحیح ترمذی ج ۵ ص ۳۰۰، سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۴۴
[2] صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۱، سنن النسائی ج ۶ ص ۱۱۷، صحیح ترمذی ج ۸ ص ۳۰۶
[3] صحیح ترمذی ج ۵ ص ۲۰۱، مستدرک الحاکم ج ۳ ص ۱۲۶
[4] مسند امام احمد ج ۵ ص ۲۵، مستدرک الحاکم ج ۳ ص ۱۲۴، صحیح ترمذی ج ۵ ص ۲۹۶
[5] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۲، مستدرک الحاکم ج ۳ ص ۱۰۹، مسند امام احمد ج ۴ ص ۲۸۱

طلحہ، زبیر ام المومنین عائشہ بنت ابوبکر، معاویہ بن ابوسفیان، عمرو عاص وغیرہ کے ہی لوگ تھے۔

مجھے سب سے زیادہ تعجب اس بات پر ہے کہ آخر علمائے اہل سنت والجماعت نے کس طرح تمام صحابہ کے عادل ہونے پر اجماع کر لیا ہے اور سب ہی کے نام کے آگے رضی اللہ عنہ کا دم چھلہ لگاتے ہیں بلکہ سب ہی پر بغیر کسی استثناء کے درود و سلام بھیجتے ہیں اور بعض نے تو یہاں تک کہدیا: "اِلْعَنْ یَزِیْدَ وَلَا تَزِیْدُ" (صرف یزید پر لعنت کرو باقی سب کو چھوڑ دو) بھلا ان مدعتوں سے یزید کو کیا واسطہ ہے جن کو نہ عقل تسلیم کرتی ہے نہ دین قبول کرتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں میرا یہ تعجب کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے اور ہر آزاد فکر مفکر و عاقل شخص میرا ساتھ دے گا۔

میں اہل سنت والجماعت سے خواہش کرتا ہوں کہ اگر وہ واقعاً سنت رسولؐ کے پیرو ہیں۔ تو قرآن و سنت نے جس کے فسق و ارتداد و کفر کا حکم دیا ہے وہ بھی انصاف کے ساتھ اس کے فسق و ارتداد کا حکم دیں کیونکہ رسول اعظم نے فرمایا ہے: جس نے علیؑ پر سب و شتم کی اس نے مجھ پر سب و شتم کیا اور جس نے مجھ پر سب و شتم کیا اس نے خدا پر سب و شتم کیا اور جس نے خدا پر سب و شتم کیا خدا اس کو منہ کے بھل جہنم میں ڈال دے گا۔[1]

یہ تو اس شخص کی سزا ہے جو حضرت علیؑ پر سب و شتم کرے اب آپ خود فیصلہ کیجئے جو حضرت علیؑ پر لعنت کرے ان سے قتال و محاربہ کرے اس کا کیا حشر ہوگا؟ آخر علمائے اہل سنت ان حقائق سے کیوں غافل ہیں؟ کیا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں؟ رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَ اَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔

---

[1] مستدرک الحاکم ج ۳ ص ۱۲۱، خصائص نسائی ص ۲۴، مسند امام احمد ج ۶ ص ۳۲، مناقب خوارزمی ص ۸۱، الریاض النضرۃ، طبری ج ۲ ص ۲۱۹، تاریخ سیوطی ص ۲،

۲۔ صحابہ نے نماز تک بدل دی

انس بن مالک کا بیان ہے: مرسل اعظم کے زمانہ میں جو چیزیں رائج تھیں ان میں سب سے پہلی چیز نماز ہے جس کو میں نہیں پہچان سکا. انس کہتے ہیں: جن چیزوں کو تم لوگوں نے ضائع کر دیا اس میں سے نماز نہیں ہے کہ جس کو تم نے ضائع کر دیا ہے، زہری کہتے ہیں: میں دمشق میں انس بن مالک کے پاس گیا تو دیکھا وہ رو رہے ہیں! میں نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کہنے لگے: اپنی زندگی میں میں نے اسی نماز کی معرفت حاصل کی تھی اور وہ بھی برباد کر دی گئی۔[۱]

کسی صاحب کو یہ شبہ نہ ہو جائے کہ مسلمانوں کی آپسی جنگوں اور فتنوں کے بعد تابعین نے تبدیلی کی ہے. اس لئے میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ سنت رسولؐ میں جس نے سب سے پہلے تبدیلی کی ہے وہ مسلمانوں کے خلیفہ عثمان بن عفان اور ام المومنین عائشہ ہیں. چنانچہ بخاری و مسلم دونوں میں ہے: منیٰ میں مرسل اعظم نے دو رکعت نماز پڑھی تھی. آپ کے بعد ابوبکر اور ان کے بعد عمر بھی دو ہی رکعت پڑھتے رہے اور خود عثمان بھی اپنی خلافت کے ابتدائی ادوار میں دو ہی رکعت پڑھتے رہے پھر اس کے بعد چار رکعت پڑھنے لگے۔[۲]

صحیح مسلم میں یہ بھی ہے: زہری کہتے ہیں: میں نے عروہ سے پوچھا کیا بات ہے عائشہ سفر میں بھی چار رکعت نماز پڑھتی ہیں؟ عروہ نے کہا: انھوں نے بھی عثمان کی طرح تاویل کر لی ہے۔[۳]

حضرت عمر بھی سنن نبویہؐ کی نصوص صریحہ کے مقابلہ میں اجتہاد کرتے تھے اور تاویل کرتے تھے بلکہ وہ تو قرآن مجید کے نصوص صریحہ کے مقابلہ میں بھی اپنی رائے کے مطابق حکم دیتے تھے. مثلاً عمر کا مشہور مقولہ ہے: دو متعہ (متعۃ النساء اور متعۃ الحج) رسولؐ خدا کے زمانہ میں رائج تھے لیکن میں ان سے روکتا ہوں،

۱۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۴. ۲۔ بخاری ج ۲ ص ۱۵۴، مسلم ج ۱ ص ۲۶۰.

۳۔ مسلم ج ۲ ص ۱۴۳ کتاب صلوۃ المسافرین

اور (اگر کوئی میری مخالفت کرے گا) تو اس کو سزا دوں گا۔ اسی طرح حضرت عمر نے اس صحابی کو نماز پڑھنے سے روک دیا جو رات کو مجنب ہو گیا تھا۔ اور غسل کے لئے پانی اسکو نہیں ملا تھا۔ حالانکہ قرآن کا حکم ہے: فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا " اگر تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی پر تیمم کر لیا کرو ۔۔۔ مگر نماز کو نہ چھوڑو،

بخاری نے (اگر مجنب کو اپنی ذات کے لئے خطرہ ہو) کے باب میں روایت کی ہے کہ راوی کہتا ہے: میں نے شقیق بن سلمہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے، ایک مرتبہ میں عبداللہ اور ابوموسیٰ کے پاس تھا کہ ابوموسیٰ نے کہا: اے اباعبدالرحمان اگر کوئی مجنب ہو جائے اور غسل کے لئے پانی نہ ملے تو وہ کیا کرے؟ عبداللہ (اباعبدالرحمان) نے کہا جب تک پانی نہ ملے نماز ترک کر دے۔ اس پر ابوموسیٰ نے کہا پھر عمار کے قول کو کیا کرو گے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا، عمار بس یہ کافی ہے۔ عبداللہ نے کہا: مگر عمر اس بات سے مطمئن نہیں ہو پائے تھے اس پر ابوموسیٰ نے کہا: خیر عمار کے قول کو جانے دو اس آیہ (ان لم تجدوا الخ) کے بارے میں کیا کہو گے؟ یہ بات سن کر عبداللہ کوئی جواب تو نہیں دے سکے مگر اتنا کہا: اگر پانی نہ ملنے کی صورت میں ہم تیمم کی اجازت دیدیں تو خطرہ یہ ہے کہ اگر کسی کو سردی محسوس ہو رہی ہے تو وہ بھی پانی چھوڑ کر تیمم کر لیا کرے گا اس پر میں نے شقیق سے کہا: تو پھر اسی وجہ سے عبداللہ نے کراہت کی تھی، کہا ہاں! [1]

۳۔ صحابہ کی اپنے خلاف گواہی

انس بن مالک کہتے ہیں: رسولؐ اکرم نے انصار سے فرمایا: میرے بعد تم لوگ زبردست مالداری دیکھو گے۔ مگر اس پر اس وقت تک صبر کرنا جب تک حوض (کوثر) پر خدا اور اس کے رسولؐ سے ملاقات نہ کر لو۔ انس کہتے ہیں لیکن ہم لوگ صبر نہ کر پائے [2]

---

[1] بخاری ج ۱ ص ۵۴ [2] بخاری ج ۲ ص ۱۲۵

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ لَاتَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (پ ۱۱ س ۱۰ (یونس) آیت ۶۲، ۶۳، ۶۴)

ترجمہ: آگاہ رہو اس میں کوئی شک نہیں کہ دوستانِ خدا پر (قیامت میں) نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ وہ آزردہ خاطر ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (خدا سے) ڈرتے تھے ان ہی لوگوں کیلئے دنیوی زندگی میں (بھی) اور آخرت میں (بھی) خوشخبری ہے خدا کی باتوں میں ادل بدل نہیں ہوا کرتا یہی تو بڑی کامیابی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِىْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (پ ۲۴ س ۴۱ (فصلت) آیت ۳۰، ۳۱، ۳۲)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِيْمُ

ترجمہ: جن لوگوں نے (سچے دل سے) کہا کہ ہمارا پروردگار تو (بس) خدا ہے پھر وہ اسی پر قائم رہے ان پر موت کے وقت (رحمت کے) فرشتے نازل ہوں گے (اور کہیں گے) کہ کچھ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور جس بہشت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اس کی خوشیاں مناؤ، ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (رفیق) ہیں اور جس چیز کو بھی تمہارا جی چاہے بہشت میں تمہارے واسطے موجود ہے اور جو چیز طلب کروگے وہاں تمہارے لئے حاضر ہوگی (یہ) بخشنے والے مہربان (خدا) کی طرف سے (تمہاری) مہمانی ہے۔

اب آپ فیصلہ کیجئے خدا کے اس وعدے کے بعد ابوبکر و عمر کی تمنا یہ کیوں ہے کہ کاش بشر نہ ہوتے؟ حالانکہ خدا نے بشر کو اپنی مخلوقات پر فضیلت دی ہے، اور جب عام مومن جو اپنی زندگی سیدھی طرح سے گزارتا ہے تو مرتے وقت اس پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور اس کو جنت میں اس کی جگہ کی خوشخبری دیتے

ہیں اور وہ پھر عذاب سے ڈرتا ہے اور نہ جو کچھ دنیا میں اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہے اس پر رنجیدہ ہوتا ہے آخرت کی زندگی سے پہلے ہی اس کو زندگانی دنیا ہی میں بشارت دیدی جاتی ہے تو پھر ان بزرگ صحابہ کو کیا ہو گیا ہے جو رسولؐ کے بعد خیر خلق ہیں (جیسا کہ ہم کو بچپنے سے یہی تعلیم دی جاتی ہے) کہ یہ تمنا کرتے ہیں کاش ہم پاخانہ ہوتے، ہم مینگنی ہوتے، بال ہوتے، بھوسا ہوتے، اب سب کچھ ہوتے مگر انسان نہ ہوتے)

اگر ملائکہ نے ان کو بشارت جنت دے دی ہوتی تو یہ عذاب خدا سے بچنے کے لئے زمین پر واقع ہونے والے پہاڑوں کے برابر سونا راہِ خدا میں صدقہ دے کر عذاب خدا سے بچنے کی تمنا کرتے۔

ایک اور جگہ ارشاد خدا ہے: وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ[۱]

ترجمہ:۔ اور (دنیا میں) جس جس نے (ہماری نافرمانی کر کے) ظلم کیا ہے (قیامت کے دن) اگر تمام خزانے جو زمین میں ہیں اسے مل جائیں تو اپنے گناہ کے بدلہ ضرور فدیہ دے نکلے اور جب وہ لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو اظہار ندامت کریں گے اور ان میں باہم انصاف کے ساتھ حکم کیا جائے گا۔ اور ان پر ذرہ برابر ظلم نہ کیا جائے گا۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ مِنْ سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ[۲]

ترجمہ:۔ اور اگر نافرمانوں کے پاس روئے زمین کی پوری کائنات مل جائے بلکہ اس کے ساتھ اتنی ہی اور بھی ہو تو قیامت کے دن یہ لوگ یقیناً سخت عذاب کا فدیہ دے نکلیں (اور اپنا چھٹکارا کرانا چاہیں) اور (اس وقت) ان کے سامنے خدا کی طرف سے وہ بات پیش آئے گی جس کا انھیں وہم و گمان بھی نہ تھا اور جو بدکرداریاں ان لوگوں نے کی تھیں (وہ سب) ان کے سامنے کھل جائیں گی اور جس (عذاب) پر یہ لوگ قہقہے لگاتے تھے وہ انھیں گھیر لے گا۔

---

۱ (پ ۱۱ س ۱۰ (یونس) آیت ۵۴۔ ۲ پ ۲۴ س ۳۹ (زمر) آیت ۴۷، ۴۸

میں اپنے پورے دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں کہ یہ آیتیں صحابہ کبار جیسے ابوبکر و عمر کو شامل نہ ہوں لیکن جب ان نصوص کو پڑھتا ہوں تو ان اصحاب کے رسول اللہ سے زبردست قسم کے تعلقات اور پھر ان روابط کے باوجود آں حضرت کے احکام سے انحراف اور انتہا یہ ہے کہ آنحضرت کی آخری عمر میں ان کی ایسی نافرمانی جس سے حضور کو غصہ آجائے اور ان لوگوں کو اپنے گھر سے باہر نکال دیا۔ ان (دونوں) کو سوچتا ہوں تو بہت دیر تک مجھ پر سکوت طاری ہو جاتا ہے اور میری نظروں کے سامنے فلم کی طرح تمام واقعات کے بعد دیگرے آنے لگتے ہیں جو رسول خدا کے بعد پیش آئے جیسے ان کی لخت جگر فاطمہ زہرا کو لوگوں نے اذیت دی ان کی توہین کی حالانکہ خود حضور فرما گئے تھے: فاطمہ میرے دل کا ایک ٹکڑا ہے جس نے اس کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا [1]

جناب فاطمہ نے ابوبکر و عمر سے فرمایا:

میں تم دونوں کو خدا کی قسم دیتی ہوں کیا تم نے رسول خدا کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا؟ فاطمہ کی خوشنودی میری خوشنودی ہے اور فاطمہ کی ناراضگی میری ناراضگی ہے جس نے میری بیٹی فاطمہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے فاطمہ کو راضی رکھا اس نے مجھ کو راضی رکھا اور جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا؟ دونوں نے کہا: ہاں ہم نے رسول اللہ سے سنا ہے تب جناب فاطمہ نے فرمایا: میں خدا اور اس کے ملائکہ کو گواہ بناتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے ناراض کیا اور مجھے راضی نہیں کیا اور جب میں رسول خدا سے ملاقات کروں گی تو تم دونوں کی ضرور شکایت کروں گی۔ [2]

خیر اس روایت کو چھوڑیئے جس سے دل زخمی ہو جاتے ہیں۔ ابن قتیبہ جو علمائے اہلسنت میں سے تھے اور بہت سے فنون میں بے مثال تھے۔ تفسیر، حدیث، لغت، نحو، تاریخ وغیرہ میں ان کی بہت ہی اہم تالیفات ہیں ہو سکتا ہے یہ بھی شیعہ ہو گئے ہوں کیونکہ ایک مرتبہ ایک شخص کو میں نے تاریخ الخلفا

---

[1] بخاری ج ۲ ص ۲۰۶ باب مناقب قرابۃ رسول اللہ [2] امامۃ و سیاسۃ (ابن قتیبہ) ج ۱ ص ۲۰، فدک فی التاریخ ص ۹۲

دکھائی تو اس نے برجستہ کہا، یہ تو شیعہ تھے، اور ہمارے علماء جب کسی سوال کا جواب نہیں دے پاتے تو ان کے پاس آخری حیلہ یہی رہتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف شیعہ ہے چنانچہ ان کے نزدیک طبری شیعہ ہے' امام نسائی - جنہوں نے حضرت علیؑ کے خصائص میں کتاب لکھی - شیعہ تھے' ابن قتیبہ بھی شیعہ تھے' موجودہ معاصرین میں ڈاکٹر طہٰ حسین مصری نے جب اپنی شہرۂ آفاق کتاب "الفتنة الکبریٰ" لکھی اور اس میں حدیث غدیر کا ذکر کیا اور دیگر حقائق کا اعتراف کیا تو یہ بھی شیعہ ہو گئے۔

واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی شیعہ نہیں تھا لیکن ہمارے علماء کی عادت ہے جب بھی شیعوں کا ذکر کرتے ہیں۔ تو ان کو شیعوں میں کوئی اچھائی نہیں نظر آتی صرف برائی کا تذکرہ کرتے ہیں، اور اپنا سارا زور علمی صحابہ کی عدالت پر صرف کرتے ہیں، اور کسی نہ کسی طرح ان کو عادل ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں۔

لیکن اگر کسی نے حضرت علیؑ کے فضائل کا ذکر کر دیا اور یہ اعتراف کر لیا کہ بڑے بڑے صحابہ بھی غلطی ہوتی ہے تو فوراً اس پر تشیع کا الزام لگا دیتے ہیں صرف اتنی سی بات کافی ہے کہ اگر آپ کسی کے سامنے نبی کریمؐ کا ذکر کر کے صلی اللہ علیہ وآلہ کہہ دیجئے یا حضرت علیؑ کا نام لے کر علیہ السلام کہہ دیجئے تو وہ فوراً کہہ دے گا تم شیعہ ہو۔ اسی بنیاد پر ایک دن میں نے ایک (سنی) عالم سے بات کرتے ہوئے بولا: آپ کی رائے بخاری کے بارے میں کیا ہے؟ فرمایا: ارے وہ تو ائمہ حدیث میں سے ہیں ان کی کتاب قرآن کے بعد سب سے زیادہ صحیح ہے اور اس پر ہمارے تمام علماء کا اجماع ہے، میں نے کہا، وہ تو شیعہ تھے۔ اس پر وہ عالم میرا مذاق اڑانے کے انداز میں بہت زور سے ٹھٹھا مار کے ہنسے اور بولے: حاشا وکلا بھلا امام بخاری شیعہ ہوں گے؟ میں نے عرض کیا ابھی آپ نے فرمایا جو حضرت علیؑ کا نام لے کر علیہ السلام کہے وہ شیعہ ہے۔ بولے ہاں! ہاں! یہ تو واقعہ ہے! تب میں نے ان کو اور ان کے ساتھ جو لوگ تھے سب کو بخاری میں متعدد مقامات دکھائے جہاں حضرت علیؑ کے بعد علیہ السلام اور حضرت فاطمہؑ کے بعد علیہا السلام اور حسنؑ و حسینؑ ابن علیؑ کے بعد علیہما السلام لکھا تھا۔[1]

---

[1] بخاری ج ۱ ص ۱۲۷، ۱۳۰ اور ج ۲ ص ۱۲۶، ۲۰۵

تو یہ دیکھ کر مبہوت ہو گئے اور چپ ہو گئے کوئی جواب نہ دے سکے۔

اب میں پھر اسی روایت کی طرف واپس آتا ہوں جس میں ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ جناب فاطمہ ابوبکر و عمر پر بہت غضبناک تھیں، ہو سکتا ہے آپ کو شک ہو، لیکن میں کم از کم بخاری کے بارے میں شک نہیں کر سکتا جو ہمارے یہاں قرآن کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے اور ہم نے اپنے لئے لازم قرار دے لیا ہے یہ واقعاً صحیح ہے اور شیعوں کو حق ہے کہ اس کتاب سے ہم کو ملزم قرار دیں، جس طرح خود ہم نے اپنے کو ملزم قرار دے لیا ہے اور عقلمند لوگوں کے لئے انصاف کا طریقہ بھی یہی ہے لیجئے بخاری کا باب مناقب قرابۃ رسولؐ اللہ مطالعہ فرمائیے اس میں ہے: فاطمہؑ میرے دل کا ایک ٹکڑا ہے جس نے فاطمہؑ کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔ اور باب غزوۂ خیبر میں ہے: عائشہ بیان کرتی ہیں فاطمہ بنت النبی (علیہا السلام) نے ابوبکر کے پاس آدمی بھیجا کہ رسولؐ خدا کی میراث مجھے دو۔ لیکن ابوبکر نے اس میں سے ایک حبہ بھی دینے سے انکار کر دیا۔ تو فاطمہؑ اس وجہ سے ابوبکر پر غضبناک ہو گئیں، اور ان کا بائیکاٹ کر دیا۔ مرتے دم تک ان سے بات نہیں کی۔۔۔

دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہے۔ بخاری نے اس واقعہ کو اختصار کے ساتھ اور ابن قتیبہ نے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور دونوں کا نتیجہ یہ ہے: رسولؐ اللہ فاطمہؑ کی ناراضگی سے ناراض ہوتے تھے اور فاطمہؑ کی خوشی سے خوش ہوتے تھے اور فاطمہؑ مر گئیں مگر ابوبکر سے راضی نہیں ہوئیں۔۔۔

اب اگر بخاری یہ کہتے ہیں: فاطمہؑ ابوبکر پر ناراضگی کے عالم میں مری ہیں اور مرتے دم تک بات نہیں کی تو اس کا بھی مطلب وہی ہے جو ابن قتیبہ نے لکھا ہے ۔۔۔ اور بقول جناب بخاری ۔۔۔ کتاب الاستئذان باب من ناجی بین الناس ۔۔۔ جب فاطمہؑ تمام دنیا کی عورتوں کی سردار ہیں اور پوری امت مسلمہ میں اکیلی وہ عورت ہیں جو آیت تطہیر کی رو سے معصومہ ہیں تو ان کا غضبناک ہونا کسی ناحق بات پر تو ہو ہی نہیں سکتا اسی لئے خدا اور رسولؐ فاطمہؑ کے غضبناک ہونے سے غضبناک ہو جاتے ہیں اور اسی لئے ابوبکر نے بھی کہا تھا: اے فاطمہؑ میں خدا اور آپ کی ناراضگی سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ یہ کہہ کر ابوبکر باآواز بلند رونے لگے اور قریب تھا کہ ان کی روح جسم سے مفارقت کر جائے مگر فاطمہؑ یہی کہتی رہیں: خدا کی قسم میں ہر نماز کے

بعد تم دونوں کے لئے بد دعا کرتی رہوں گی۔ اس واقعہ کے بعد ابوبکر روتے ہوئے نکلے اور کہتے جاتے تھے: مجھے تمہاری بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھ سے اپنی (اپنی) بیعت توڑ دو۔[1]

ویسے تو ہمارے بہت سے مورخین وعلماء نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ عطیہ، میراث، سہم ذی القربیٰ کے سلسلے میں جناب فاطمہؑ نے ابوبکر سے نزاع کی لیکن ابوبکر نے آپ کا دعویٰ رد کر دیا اور آپؑ مرتے دم تک ابوبکر سے ناراض رہیں۔ لیکن یہ حضرات اس قسم کے واقعات کو پڑھ کر اس طرح گزر جاتے ہیں، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اور اس قسم کے واقعات پر جن سے قریب سے یا دور سے صحابہ کی بزرگی پر دھبہ آتا ہو" اپنی حسب عادت زبان ہی نہیں کھولتے۔ اس سلسلہ میں سب سے عجیب بات میں نے ایک بزرگوار کی پڑھی جو واقعہ کو ذرا تفصیل سے تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: میں نہیں تسلیم کر سکتا کہ جناب فاطمہؑ نے ناحق چیز کا مطالبہ کیا ہو جیسے کہ میں یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ ابوبکر نے فاطمہؑ کے جائز حق کو روک دیا ہو۔ اس سفسطہ سے اس عالم کو شاید یہ خیال پیدا ہوا ہو کہ اس نے مسئلہ کو حل کر دیا اور بحث کرنے والوں کو قانع کر دیا۔ حالانکہ یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی کہے: میں تسلیم نہیں کر سکتا کہ قرآن ناحق بات کہے جیسے کہ میں یہ بات تسلیم نہیں کر سکتا کہ بنی اسرائیل نے گوسالہ پرستی کی ہو۔ ہمارے لئے سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہمارے علماء ایسی بات کہتے ہیں جس کو وہ خود نہیں سمجھتے اور نقیضین پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جناب فاطمہؑ نے دعویٰ کیا اور ابوبکر نے اس کو رد کر دیا۔ اب یا تو (معاذ اللہ) جناب فاطمہؑ جھوٹی تھیں یا پھر ابوبکر ظالم تھے یہاں کوئی تیسری صورت نہیں ہے جیسا کہ ہمارے بعض علماء کہنا چاہتے ہیں۔

اور چونکہ عقلی و نقلی دلیلوں سے ثابت ہے کہ سیدہ عالمیان جھوٹی نہیں ہو سکتیں کیونکہ ان کے باپ کی صحیح حدیث ہے فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو اذیت پہونچائی اس نے مجھ کو اذیت پہونچائی اور واضح سی بات ہے کہ رسولؐ کی طرف سے یہ سند کسی جھوٹے کو نہیں دی جا سکتی ہے۔ پس یہ حدیث تو بذات خود اس بات کی دلیل ہے کہ نہ جناب فاطمہؑ جھوٹ بول سکتی ہیں اور نہ کسی دیگر بری چیز کا ارتکاب

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ (لابن قتیبہ) ج ۱ ص ۲۰

کرسکتی ہیں، جس طرح آیت تطہیران کی عصمت پر دلیل [1] ہے۔ جو حضرت عائشہ کی گواہی کی بناپر فاطمہ ان کے شوہر ان کے بچوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لہذا اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ صاحبانِ عقل اس بات کو تسلیم کرلیں کہ وہ معصومہ مظلومہ تھیں، فاطمہ کا جھوٹا ہونا انھیں لوگوں کے لئے ممکن ہے جو یہ دھمکی دے سکتے ہوں کہ اگر بیعت سے انکار کرنے والے فاطمہ کے گھر سے نکلے تو ہم فاطمہ کے گھر کو آگ لگادیں گے [2]

انھیں اسباب کی بنا پر جناب فاطمہ نے ابوبکر و عمر کو اپنے گھر میں اجازت مانگنے پر داخل ہونے کی اجازت نہیں دی اور جب حضرت علیؑ ان دونوں کو گھر میں لائے تو جناب فاطمہ نے اپنا منہ دیوار کی طرف کرلیا۔ اور ان کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا [3]

جناب فاطمہ کی وصیت کے مطابق ان کو راتوں رات دفن کیا گیا تاکہ ان میں سے کوئی جنازہ میں شریک نہ ہوجائے [4]

اور بنت رسولؐ کی قبر آج تک لوگوں کے لئے مجہول ہے۔ میں اپنے علماء سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ ان حقائق پر کیوں خاموش ہیں؟ کیوں اس کے بارے میں بحث نہیں کرتے؟ بلکہ اس کا ذکر تک نہیں کرتے؟ اور ہمارے سامنے صحابہ رسولؐ کو ملائکہ بناکر پیش کرتے ہیں کہ وہ لوگ نہ گناہ کرتے تھے نہ ان سے غلطی ہوتی تھی آخر ایسا کیوں ہے؟

جب میں کسی عالم سے پوچھتا ہوں: خلیفۃ المسلمین سیدنا عثمان بن عفان ذی النورین کو کیسے قتل کردیا گیا؟ تو صرف یہ جواب ملتا ہے کہ مصریوں ۔۔ جو سب کافر تھے ۔۔ نے آکر قتل کردیا صرف دو جملوں میں بات تمام کردی جاتی تھی، لیکن جب مجھے فرصت ملی اور میں نے تاریخ کا مطالعہ کیا تو پتہ چلا کہ عثمان کے قاتل نمبر ایک کے صحابہ تھے اور ان میں بھی سب سے آگے آگے ام المومنین عائشہ تھیں جو چلا چلا کر لوگوں کو عثمان کے قتل پر ورغلاتی تھیں اور ان کے خون کو مباح بتاتی تھیں اور کہتی تھیں:

---

[1] صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۲۱، ۱۳۰ [2] تاریخ الخلفاء ج ۱ ص ۲۰ [3] صحیح بخاری ج ۳ ص ۳۹

"اقتلوا نعثلاً فقد کفر" نعثل کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا ہے [1] ۔۔۔ نعثل ایک یہودی تھا عثمان کی ڈاڑھی اس کی ڈاڑھی سے بہت مشابہ تھی اس لئے عائشہ عثمان کو نعثل کہا کرتی تھیں، مترجم ۔۔۔

اسی طرح طلحہ، زبیر، محمد ابن ابی بکر، وغیرہ جیسے مشہور صحابی نے عثمان کا محاصرہ کر لیا تھا اور ان کے اوپر پانی بند کر دیا تھا تاکہ وہ مجبور ہو کر خلافت سے مستعفی ہو جائیں۔ مورخین کا بیان ہے کہ یہی صحابہ کرام تھے جنھوں نے عثمان کے لاشہ کو مسلمانوں کے مقبرہ میں دفن نہیں ہونے دیا۔ اور ان کو غسل و کفن کے بغیر حش کوکب میں دفن کیا گیا، سبحان اللہ ہم کو تو یہ بتایا جاتا ہے کہ عثمان کے قاتل مسلمان ہی نہ تھے اور ان کو مظلوم قتل کیا گیا ہے۔ جناب فاطمہ ع اور ابوبکر کی طرح یہ دوسرا قصہ ہے کہ یا تو عثمان مظلوم تھے تو پھر جتنے صحابہ نے ان کو قتل کیا یا ان کے قتل میں شریک رہے وہ سب کے سب مجرم ہیں کیونکہ انہیں نے خلیفہ کو ظلماً و عدواناً قتل کیا اور ان کے جنازے کے پیچھے پیچھے جنازے پر پتھر مارتے ہوئے لے گئے۔ زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی انکی توہین کی ۔۔۔ اور یا پھر یہ تمام صحابہ حق پر تھے جنھوں نے عثمان کو قتل کیا کیونکہ عثمان نے اسلام مخالف بہت سے اعمال کا ارتکاب کیا تھا، جیسا کہ تاریخوں میں ہے، دونوں میں سے ایک کو باطل ماننا ہوگا۔ یہاں کوئی تیسری صورت نہیں ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ ہم تاریخ ہی کو جھٹلا دیں اور لوگوں کو دھوکہ دیں کہ جن مصریوں نے عثمان کو قتل کیا تھا وہ کافر تھے بہرحال دونوں صورتوں خواہ عثمان کو مظلوم مانیں یا مجرم" میں "الصحابۃ کلھم عدول" سارے صحابہ عادل ہیں کا طلسم ٹوٹ جاتا ہے یا تو یہ مانئے کہ عثمان عادل نہیں تھے یا یہ مانئے کہ ان کے قاتل عادل نہیں تھے، دونوں ہی صحابہ۔ اس طرح ہم اہل سنت کا دعویٰ تو باطل ہو جاتا ہے البتہ شیعوں کا دعویٰ ثابت ہو جاتا ہے کہ بعض صحابہ عادل تھے بعض عادل نہیں تھے۔

اسی طرح میں جنگ جمل کے بارے میں سوال کرتا ہوں جس کے شعلے ام المومنین عائشہ نے بھڑکائے تھے اور خود ہی لشکر کی قیادت کر رہی تھیں۔ آخر جب ان کو خدا نے حکم دیا تھا کہ :

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ ص ۴۷۷، تاریخ ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰۶، لسان العرب ج ۱۴ ص ۱۹۳، تاج العروس ج ۸ ص ۱۴۱، العقد الفرید ج ۴ ص ۲۹۰

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی (پ ۲۲ س ۲ (الاحزاب) آیہ ۳۳)

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں نچلی بیٹھی رہو اور اگلے زمانہ جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگار نہ دکھاتی پھرو! اپنے گھروں میں بیٹھی رہو تو ام المومنین عائشہ کیوں نکلی ؟

اسی طرح دوسرا سوال کرتا ہوں کہ ام المومنین نے حضرت علیؑ کے خلاف کس دلیل کی بنا پر جنگ کی ؟ جب کہ حضرت علیؑ تمام مومنین و مومنات کے ولی تھے۔ لیکن حسب معمول ہمارے علماء بڑی سادگی سے جواب دیدیتے ہیں کہ ام المومنین حضرت علیؑ سے دشمنی رکھتی تھیں کیونکہ "واقعہ افک" میں حضرت علیؑ نے (اگر یہ صحیح ہو) رسول خدا کو مشورہ دیا تھا کہ انکو طلاق دیدیجئے ہمارے علماء ہم کو اس طرح مطمئن کرنا چاہتے ہیں کہ چونکہ "واقعہ افک" میں حضرت علیؑ نے (بشرطیکہ یہ صحیح ہو) طلاق کا مشورہ دیا تھا اس لئے ام المومنین نے مخالفت کی تھی مگر آپ سوچئے تو کیا صرف اتنی سی بات پر حضرت عائشہ کے لئے جائز تھا کہ حکم قرآن کی مخالفت کریں؟ اور وہ پردہ جو رسولؐ نے ان پر ڈال رکھا تھا اس کو چاک کر دیں؟ اور اونٹ کی سواری کریں جب کہ رسولؐ نے پہلے ہی روک دیا اور ان کو ڈرا دیا تھا کہ حوأب کے کتے بھونکیں گے [1] اور بی بی عائشہ اتنی لمبی مسافت طے کریں یعنی مدینے سے مکہ اور پھر مکہ سے بصرہ جائیں، بے گناہ لوگوں کو قتل کریں؟ حضرت علیؑ اور جن صحابہ نے علیؑ کی بیعت کی تھی ان سے جنگ کریں؟ اور ہزاروں مسلمان قتل کئے جائیں جیسا کہ مورخین نے لکھا ہے [2] ان سب جرائم کا ارتکاب صرف اس لئے جائز ہے کہ ام المومنین حضرت علیؑ کو نہیں چاہتی تھی، اس لئے کہ حضرت علیؑ نے طلاق کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن نبیؐ نے طلاق تو نہیں دیا تو پھر اتنی نفرت کیوں؟ مورخین نے دشمنی کے وہ وہ واقعات تحریر کئے جن کی تفسیر ممکن ہی نہیں ہے (مثلاً) جب آپ مکہ سے واپس آرہی تھیں تو لوگوں نے بتایا کہ عثمان قتل کر دیئے گئے اس خبر کو سن کر آپ پھولے نہیں سمارہی تھیں، لیکن جب لوگوں نے یہ خبر دی کہ مدینہ والوں نے علیؑ کی بیعت کرلی تھی اس کو سنتے ہی آپ آگ بگولہ ہو گئیں اور فرمانے لگیں، مجھے یہ بات زیادہ پسند تھی کہ علیؑ

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ

[2] طبری، ابن اثیر، مدائنی وغیرہ جنھوں نے ۳۶ھ کے حالات تحریر کئے ہیں۔

کو خلافت ملنے سے پہلے آسمان پھٹ پڑتا ، اور فوراً حکم دیا کہ مجھے واپس لے چلو۔ اور آتے ہی حضرت علیؑ کے خلاف آتش فتنہ بھڑکا دی، وہ علیؑ بقول مورخین جن کا نام لینا بھی پسند نہیں کرتی تھیں، کیا ام المومنین نے رسولؐ خدا کا یہ قول نہیں سنا تھا: علیؑ کی محبت ایمان اور علیؑ سے بغض رکھنا نفاق ہے[1] اور اسی لئے بعض اصحاب کا یہ قول مشہور ہے کہ ہم منافقین کو حضرت علیؑ سے بغض رکھنے پر پہچان لیا کرتے تھے۔ اور کیا ام المومنین نے رسولؐ اسلام کا یہ قول نہیں سنا تھا جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں .... حتماً سب کچھ سنا تھا لیکن نہ وہ علیؑ کو چاہتی تھیں نہ ان کا نام لینا پسند کرتی تھیں بلکہ جب علیؑ کے مرنے کی خبر سنی ہے تو فوراً سجدۂ شکر کیا ہے[2]

ان باتوں کو جانے دیجئے میں ام المومنین عائشہ کی تاریخ سے بحث نہیں کر رہا ہوں میں تو صرف یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ بہت سے صحابہ نے مبادی اسلام کی مخالفت کی ہے اور رسولؐ خدا کے احکام کی نافرمانی کرتے رہے ہیں۔ رہا ام المومنین کا فتنہ تو اس سلسلہ میں صرف ایک ایسی دلیل کافی ہے جس پر تمام مورخین نے اجماع کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب ام المومنین عائشہ کا گزر چشمہ حواب سے ہوا تو وہاں کے کتوں نے بھونکنا شروع کیا اس پر بی بی کو رسولؐ خدا کی تحذیر یاد آئی اور یہ یاد آیا کہ پیغمبرؐ نے کہا تھا۔ اے عائشہ کہیں وہ اونٹ والی تمہیں نہ ہو یہ یاد آتے ہی عائشہ رونے لگیں اور کہنے لگیں مجھے واپس کرو، مجھے واپس کرو،

لیکن طلحہ و زبیر نے پچاس آدمی کو دے دلا کر تیار کر لیا اور ان سبھوں نے آکر عائشہ کے سامنے اللہ کی جھوٹی قسم کھائی کہ یہ چشمہ حواب نہیں ہے بس پھر کیا تھا عائشہ نے اپنا سفر جاری رکھا اور بصرہ آگئیں۔ مورخین کا بیان ہے کہ اسلام میں یہ سب سے پہلی جھوٹی گواہی ہے[3]

اے مسلمانو! اے روشن عقل رکھنے والو، اس مشکل کا حل بتاؤ! کیا یہ وہی بزرگ صحابہؓ ہیں جن کو ہم رسولؐ کے بعد سب سے بہتر مانتے ہیں اور جن کی عدالت کے ہم قائل ہیں جو جھوٹی گواہی دیتے ہیں حالانکہ جھوٹی گواہی کو رسولؐ خدا نے ان گناہان کبیرہ میں شمار کیا ہے جو انسان کو جہنم میں پہونچا دیتے ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸، [2] طبری، ابن اثیر، الفتنۃ الکبریٰ، تمام وہ مورخین جنھوں نے ۴۰ھ ہجری کے حالات لکھے ہیں [3] طبری، ابن اثیر، مدائنی اور دیگر وہ مورخین جنھوں نے ۳۶ھ کے حالات لکھے ہیں

وہی سوال پھر دہرانا پڑتا ہے اور ہمیشہ دہرانا ہوگا کہ کون حق پہ ہے؟ اور کون باطل پر؟ یا تو عائشہ اور ان کے ہمنوا طلحہ و زبیر اور ان کے ساتھی سب ظالم اور باطل پر ہیں اور یا پھر علیؑ اور ان کے ساتھی ظالم اور باطل پر ہیں۔ یہاں کوئی تیسرا احتمال نہیں ہے۔ منصف مزاج اور حق کا متلاشی علیؑ کی حقانیت کو تسلیم کرے گا کیونکہ بقول مرسلِ اعظمؐ کے حق ادھر ہی مڑتا ہے جدھر علیؑ مڑتے ہیں اور ام المومنین عائشہ اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ دے گا۔ کیونکہ انھیں لوگوں نے آتش فتنہ بھڑکائی تھی اور اس کو بجھانے کی کوشش بھی نہیں کی یہاں تک کہ اس نے ہر رطب و یابس کو جلا کر راکھ کر دیا اور اس کے آثار آج تک باقی ہیں۔

مزید بحث اور اپنے اطمینان قلب کے لئے عرض کرتا ہوں کہ بخاری کی کتاب الفتن "باب الفتنة التی تموج کموج البحر" میں تحریر ہے: جب طلحہ و زبیر و عائشہ بصرہ پہونچے تو حضرت علیؑ نے عمار یاسر اور اپنے بیٹے حسنؑ کو بھیجا یہ دونوں کوفہ آئے اور منبر پر گئے، حسنؑ بن علیؑ منبر کے سب سے اونچے زینہ پر تھے اور عمار حسنؑ سے ایک زینہ نیچے تھے، ہم لوگ دونوں کی باتیں سننے کے لئے جمع ہوئے تو میں نے عمار کو یہ کہتے ہوئے سنا: عائشہ بصرہ گئی ہیں۔ خدا کی قسم وہ دنیا و آخرت میں تمہارے نبیؐ کی بیوی ہیں لیکن خدا نے تمہارا امتحان لینا چاہا ہے کہ تم خدا کی اطاعت کرتے ہو یا عائشہ کی[1]

اسی طرح بخاری کی کتاب الشروط باب ماجاء فی بیوت ازواج النبیؐ" میں ہے: رسول خدا خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور عائشہ کے مسکن کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: یہیں فتنہ ہے یہیں فتنہ ہے یہیں فتنہ ہے، فتنہ یہاں سے شیطان کی سینگ کی طرح نکلے گا[2]

اسی طرح امام بخاری نے اپنی صحیح میں عائشہ کا رسولؐ کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آنا جس پر ابو بکر کا اتنا عائشہ کو مارنا کہ عائشہ کے جسم سے خون بہنے لگا، اور عائشہ کا رسولؐ کے خلاف مظاہرہ کرنا جس پر خدا کی طرف سے طلاق کی دھمکی کا ملنا اور یہ دھمکی دینا کہ خدا تم سے بہتر بیوی نبیؐ کو دے گا اور اسی قسم کی عجیب و غریب باتیں عائشہ کے لئے نقل کیا ہے ان قصوں کو دہرانا کتاب کو طول دینا ہے۔

---

[1] بخاری ج ۴ ص ۱۶۱ [2] بخاری ج ۲ ص ۱۲۸

ان تمام باتوں کے باوجود میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک صرف عائشہ ہی کا کیوں اتنا احترام واکرام ہے؟ کیا اس لئے کہ یہ نبیؐ کی بیوی تھیں؟ تو نبیؐ کی بیویاں تو اور بھی تھیں، بلکہ عائشہ سے افضل بھی تھیں جب کہ خود نبیؐ نے فرمایا ہے [1] تو عائشہ میں کیا خصوصیت ہے؟
یا ان کا احترام اس لئے زیادہ ہے کہ آ ابوبکر کی بیٹی تھیں؟ یا اس لئے ان کا احترام زیادہ ہے کہ رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کے لئے جو وصیت کی تھی اس کو کالعدم بنانے میں سب سے اہم رول ان کا ہے؟ جیسا کہ روایت میں ہے جب عائشہ کے سامنے ذکر آیا کہ نبیؐ نے علیؑ کے لئے وصیت کی تھی تو آپ جھٹ سے بولیں یہ کس نے کہا ہے؟ رسولؐ میرے سینہ پر تکیہ لگائے لیٹے تھے مجھ سے طشت مانگا میں طشت کے جھکی اور نبیؐ کا انتقال ہو گیا۔ مجھے پتہ بھی نہ چلا پس علیؑ کے لئے کیسے وصیت کر دی [2]
یا پھر ان کا احترام اس لئے زیادہ ہے کہ انھوں نے حضرت علیؑ سے ایسی جنگ کی جس میں نرمی کی گنجائش نہ تھی، اور ان کے بعد ان کی اولاد سے لڑیں، انتہا یہ کر دی کہ جب امام حسنؑ کا جنازہ چلا تو آپ نے روکا اور یہ کہا جس کو میں دوست نہیں رکھتی اس کو میرے گھر میں داخل نہ کرو۔ نہ معلوم رسولؐ خدا نے جو امام حسنؑ وامام حسینؑ کے لئے فرمایا تھا، حسنؑ وحسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں یا دوسری جگہ فرمایا تھا: جو ان دونوں کو دوست رکھے خدا اس کو دوست رکھے گا، اور جو ان سے بغض رکھے گا خدا اس سے بغض رکھے گا۔ یا ایک جگہ اور فرمایا تھا: جو ان سے جنگ کرے میں اس سے جنگ کروں گا جو ان سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا ام المومنین ان تمام حدیثوں کو ام المومنین بھول گئی تھیں یا تجاہل عارفانہ سے کام لے رہی تھیں؟ اور اس میں کوئی تعجب بھی نہیں کرنا چاہئے کیونکہ حضرت علیؑ کے بارے میں تو اس سے کہیں زیادہ سنا تھا، لیکن نبیؐ کی ممانعت کے باوجود حضرت علیؑ سے جنگ کرکے رہیں اور لوگوں کو ان کے خلاف اکسا ہی کے مانا، ان کے فضائل کا انکار کرکے رہیں ــــ (در اصل) یہ وجہ تھی جس کی بنا پر بنی امیہ نے ان سے محبت کا اظہار کیا، اور ان کو اس درجہ تک پہونچا دیا جہاں تک کسی کی رسائی نہیں ہے اور ان کے فضائل میں ایسی ایسی (جعلی) روایات نقل کیں جس سے کتابیں بھر گئیں، شہروں شہروں، دیہاتوں دیہاتوں ان کا چرچا ہو گیا

[1] ترمذی، استیعاب در حالات صفیہ، اصابہ حالات صفیہ ام المومنین [2] بخاری ج ۳ ص ۶۸ باب مرض النبیؐ ووفاتہ

اور آخر کار ان کو امت اسلامیہ کا مرجع اکبر بنا دیا کیونکہ آدھا دین تو صرف تنہا عائشہ کے پاس تھا،

اور شاید دوسرا آدھا دین ابوہریرہ کے پاس تھا جس نے بنی امیہ کے حسب منشا خوب خوب روایات جعل کی تھیں اسی لئے انھوں نے ابوہریرہ کو اپنا مقرب بنالیا، مدینہ کی گورنری ابوہریرہ کے حوالہ کردی، ابوہریرہ کے لئے "قصر عقیق" بنوایا گیا، جب کہ یہ بیچارے ایک مفلس وقلاش آدمی تھے ان کو راویۃ الاسلام کا لقب دیا گیا، اسی طرح بنی امیہ کے پاس ایک نیا پورا دین آگیا ـــــ آدھا عائشہ کے ذریعہ آدھا ابوہریرہ کے ذریعہ ـــــ جس میں کتاب خدا اور سنت رسولؐ نام کی صرف وہ چیزیں تھیں جن کو یہ لوگ پسند کرتے تھے اور جس کے ذریعہ ان کی سلطنت مضبوط ہو سکتی تھی ظاہر ہے کہ یہ دین تناقضات خرافات کا مجموعہ ہوگا۔ اس طرح حقائق کو ختم کر کے ان کی جگہ تاریکیوں کو دیدی گئی اور بنی امیہ نے لوگوں کو اسی نئے دین پر چلانا شروع کر دیا اور اسی پر لوگوں کو ابھارا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین خدا ایک مضحکہ خیز چیز بن کے رہ گیا، جس کی کوئی قدر و قیمت ہی نہ رہی اور لوگ معاویہ سے اتنا ڈرنے لگے جتنا خدا سے نہیں ڈرتے تھے۔

ہم جب اپنے علماء سے پوچھتے ہیں کہ علی ابن ابیطالبؑ جنکی بیعت مہاجرین وانصار نے کی تھی ان سے معاویہ کا جنگ کرنا کیا ہے؟ اور جنگ بھی ایسی کہ جس نے مسلمانوں کو شیعہ سنی دو فرقے میں بانٹ دیا اور اسلام میں اس کی وجہ سے ایسا رخنہ پڑ گیا جو آج تک نہ بھر سکا، تو وہ لوگ بڑی سادگی سے حسب عادت جواب دیتے ہیں: علیؑ و معاویہ دونوں ہی بڑے جلیل القدر صحابی ہیں دونوں نے اجتہاد کیا علیؑ کا اجتہاد مطابق واقع تھا لہٰذا ان کو دو اجر ملے گا لیکن معاویہ نے اپنے اجتہاد میں غلطی کی اس لئے ان کو صرف ایک اجر ملے گا۔ ہمارے لئے جائز نہیں ہے کہ ان کے حق میں یا ان کے برخلاف کچھ کہیں، خود خداوند عالم کا ارشاد ہے: تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (پ ۱ س ۲ (البقرۃ) آیت ۱۳۴)

ترجمہ: (اے یہودیو) وہ لوگ تھے جو چل بسے جو انھوں نے کمایا ان کے آگے آیا اور جو تم کماؤ گے تمہارے آگے آئیگا اور جو کچھ وہ کرتے تھے اس کی پوچھ گچھ تم سے نہیں ہوگی ـــــ

افسوس کی بات یہی ہے کہ ہمارے علماء کے جوابات اسی قسم کے ہوتے ہیں جو سفسطہ ہوتے ہیں جن کو نہ عقل قبول کرتی ہے نہ دین نہ شریعت ۔ میرے معبود میں رای کی غلطی، خواہش کی لغزش، شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں ،

بھلاوہ کون سی عقل سلیم ہے جو معاویہ کے اس اجتہاد پر اس کے لئے اجر کی قائل ہوگی جس کی بنا پر اس نے امام المسلمین سے جنگ کی بے گناہ مومنین کو قتل کیا، ایسے ایسے جرائم کا ارتکاب کیا جس کا شمار صرف خدا ہی کرسکتا ہے ۔ مؤرخین کے نزدیک مشہور ہے کہ معاویہ اپنے دشمنوں کو قتل کرنے کے لئے اور ان کو راستہ سے ہٹانے کے لئے اپنے مشہور طریقہ پر عمل کرتا تھا یعنی زہر آلود شہد کھلا دیتا تھا اور کہا کرتا تھا : خدا کا شکر تو شہد میں ہے ۔

نہ معلوم یہ لوگ کیسے اس کو مجتہد مانتے ہیں اور اس کو اجر دینے کے لئے تیار ہیں حالانکہ وہ باغی گروہ "کا سردار تھا چنانچہ مشہور حدیث میں جس کو تمام محدثین نے لکھا ہے" آیا ہے : افسوس عمار یاسر پر ہے ، جس کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا ۔ اور معاویہ واس کے اصحاب نے جناب عمار کو قتل کیا ہے اس کو کیونکر مجتہد کہتے ہیں جس نے حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کو بڑی بے دردی سے قتل کیا اور صحرائے شام میں مرج عذرا " میں دفن کر دیا کیونکہ ان لوگوں نے حضرت علیؑ پر لعنت کرنے سے انکار کر دیا تھا ۔ جس شخص نے سردار جوانان جنت جناب امام حسنؑ کو زہر دے کر قتل کرا دیا کیسے اس کو عادل صحابی ملتے ہیں ؟ جس شخص نے امت مسلمہ سے جبر و زبردستی سے پہلے تو اپنے لئے پھر اپنے بدکار بیٹے یزید لعین کے لئے بیعت لی جس نے شوریٰ کے نظام کو بدل کر قیصری حکومت قائم کی لہ

اس کو اہل سنت والجماعت تمام برائیوں سے کیونکر مبرا و منزہ ملتے ہیں ؟

جس نے لوگوں کو حضرت علیؑ اور ان کے اہل بیت پر منبروں سے لعنت کرنے کیلئے مجبور کیا اور جن لوگوں نے انکار کیا ان کو قتل کر دیا اور یہ لعنت ایسی سنت بن گئی جس پر جوان بوڑھے ہو گئے بچے جوان ہو گئے بھلا ایسے شخص کو کیوں کر مجتہد کہا جاسکتا ہے ؟ اور اس کو مستحق اجر قرار دیا جاسکتا ہے ؟

لہ خلافت و ملوکیت (مودودی) یوم الاسلام (احمد امین)

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ ۔

پھر یہی سوال اٹھتا ہے کہ دونوں میں سے کون حق پر تھا اور کون باطل پر تھا؟ یا تو علیؑ اور ان کے شیعہ ظالم تھے اور باطل پر تھے اور یا معاویہ اور اس کے ساتھی ظالم تھے اور باطل پر تھے۔ حالانکہ رسول اللہؐ نے سب چیز کو واضح کر دیا تھا۔ جو بھی ہو ہر صورت میں تمام صحابہ کی عدالت بہر حال ثابت نہیں ہوتی۔ اور نہ یہ منطق عقل سلیم پر پوری اترتی ہے، ہر ہر چیز کی متعدد مثالیں ہیں جن کو خدا کے علاوہ کوئی احصاء نہیں کر سکتا۔

اگر میں تفصیل میں جاؤں اور ہر واقعہ کے بارے میں ہر پہلو سے بحث کروں تو کئی ضخیم جلدوں کی ضرورت ہوگی۔ مگر چونکہ میں نے اختصار کا ارادہ کر لیا ہے اور اس بحث میں صرف بعض مثالوں پر اکتفا کی ہے۔ اور یہ الحمد للہ ہماری قوم کے مزعومات کو باطل کرنے کے لئے کافی ہے۔ ہماری قوم کا عالم یہ ہے کہ مدتوں سے ہماری فکروں کو جامد بنا دیا ہے اور یہ پابندی لگا دی ہے کہ میں حدیث سمجھنے کی کوشش نہ کروں۔ عقل و شریعت کے معیار پر تاریخی واقعات کی تحلیل نہ کروں۔ جب کہ قرآن کریم اور سنت رسولؐ ہم کو میزان عقل پر تولنے کا حکم دیتی ہے۔

اس لئے میں نے طے کر لیا ہے کہ میں سرکشی کروں گا اور تعصب کے جس غلاف میں مجھے لپیٹا گیا ہے، اس سے باہر نکلوں گا۔ بیس سال سے جن بیڑیوں میں مجھے جکڑا گیا ہے اس سے آزادی حاصل کر کے رہوں گا۔ میری زبانِ حال ان سے کہہ رہی ہے: اے کاش میری قوم یہ جان لیتی کہ میرے خدا نے مجھے کیوں بخش دیا اور میرا اکرام کیوں کیا۔ کاش میری قوم بھی اس نئی دنیا کا انکشاف کر لیتی جس کی وہ جہالت کے باوجود شدت سے مخالفت کرتی ہے۔

تبدیلی کا آغاز

میں مہینے تک میں بہت پریشان رہا۔ عالم یہ تھا کہ خواب میں بھی افکار مجھے پریشان کرے۔ مختلف قسم کے وہم وگمان افکار و وسواس میں گھرا رہتا تھا۔ خصوصاً بعض اصحاب سے تو مجھے اپنی جان کا خوف تھا کیونکہ تاریخی واقعات جو مجھے بتائے گئے وہ حیرتناک حد تک ڈراونے تھے۔ اس لئے کہ پوری زندگی بھر مجھے جو تربیت دی گئی تھی وہ اولیاء اللہ اور اس کے نیک بندوں کا احترام کرنا تھا ورنہ اگر کوئی ان کے حق میں بے ادبی کر دے یا جسارت کر دے چاہے ان کی عدم موجودگی میں یا ان کے مرنے کے بعد بھی تو وہ لوگ بے ادبی کرنے والوں کو ضرور سزا دیتے تھے اس لئے میں بہت ڈرتا تھا۔ چنانچہ حیاۃ الحیوان الکبریٰ میں خود میں نے پڑھا تھا کہ ایک شخص عمر بن خطاب کو گالیاں دیا کرتا تھا، قافلہ والے اس کو روکتے تھے مگر وہ نہیں مانتا تھا آخر ایک دن وہ پیشاب کر رہا تھا کہ بہت ہی زہریلے سانپ نے اس کو ڈس لیا اور وہ وہیں کا وہیں مر گیا۔ پھر لوگوں نے اس کے لئے قبر کھودی تو دیکھا وہاں بھی کالا زہریلا ناگ موجود ہے۔ پھر لوگوں نے دوسری قبر کھودی وہاں بھی وہ ناگ تھا ایسا کئی مرتبہ ہوا تو بعض عارفین نے کہا اس کو جہاں چاہے دفن کرو اگر تم پوری زمین بھی کھود ڈالو گے تو ہر جگہ یہ کالا سانپ ملے گا۔ کیونکہ خدا اس کو آخرت سے پہلے دنیا میں عذاب دینا چاہتا ہے اس لئے کہ اس نے سیدنا عمر کو گالیاں دی تھیں۔[1]

اس لئے میں خوفزدہ اور متحیر ہو کر اس مشکل بحث میں پڑنے سے کتراتا تھا خصوصاً جب کہ میں نے "الزیتونہ یونیورسٹی" کی ایک فرع میں پڑھا تھا "افضل الخلفاء علی التحقیق سیدنا ابوبکر الصدیق ہیں اس کے بعد حضرت عمر فاروق ہیں جو حق و باطل میں فرق کرتے تھے۔ اس کے بعد سیدنا عثمان بن عفان

---

[1] یہ واقعہ الاسود السالخ کے حالات میں دمیری نے حیات الحیوان کے اندر لکھا ہے۔

ذوالنورین ہیں جن سے ملائکہ رحمان بھی شرماتے تھے. اس کے بعد سیدنا علیؑ باب مدینۂ علم نبیؐ ہیں ان چاروں کے بعد عشرہ مبشرہ کے باقی چھ افراد طلحہ، زبیر، سعد، سعید، عبدالرحمان، ابی عبیدہ ہیں، اس کے بعد تمام صحابہ کا نمبر آتا ہے. ہمارے علماء زیادہ تر اس آیت سے استدلال ہم کو سکھاتے ہیں: "لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ" کہ تمام صحابہ کو ایک آنکھ سے دیکھنا چاہئے کسی پر کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہئے.

اسی لئے میں کئی مرتبہ ڈرا اور کئی مرتبہ استغفار پڑھا، اس بحث کو ختم کرنا چاہا کیونکہ اس سے صحابہ کے بارے میں شک ہونے لگتا ہے اور اس کا نتیجہ اپنے دین میں شک کرنا ہوتا ہے لیکن اس تمام مدت میں اپنے علماء سے بات کرنے پہ مجھے بہت سے ایسے تناقضات ملے جن کو عقل قبول ہی نہیں کرتی اور علماء نے مجھے ڈرانا شروع کر دیا کہ اگر صحابہ کے بارے میں میں ایسی ہی بحث کرتا رہا تو خدا اپنی نعمت مجھ سے سلب کرلے گا. اور مجھے ہلاک کر دے گا لیکن ان تمام دشمنیوں اور تکذیب کے بعد بھی تلاش حقیقت کی خواہش نے ہر مرتبہ مجھے نئی طرح سے بحث کرنے پر ابھارا اور میں اپنے اندر ایک ایسی قوت پا رہا تھا جو مجھے بحث جاری رکھنے پر مجبور کر رہی تھی،

ایک مولانا سے گفتگو

میں نے اپنے ایک عالم سے کہا جب معاویہ بے گناہوں کو قتل کر کے، لوگوں کی عزت آبرو لوٹ کر کے آپ کے نزدیک مجتہد ہے۔ اور ایک اجر کا مستحق ہے اور یزیدؑ فرزند رسولؐ کو قتل کر کے، مدینہ کو اپنے لشکر کے لئے مباح کر کے خطا کار مجتہد ہو سکتا ہے اور ایک اجر کا مستحق ہے یہاں تک کہ آپ میں سے بعض نے یہاں تک کہہ دیا: حسینؑ تو اپنے نانا کی تلوار سے قتل کئے گئے۔ اس سے صرف فعل یزیدؑ کو جائز کرنا مقصود ہے تو پھر اگر میں اجتہاد کروں اور بعض صحابہ کے بارے میں مشکوک ہو جاؤں اور بعض کے بارے میں مشکوک نہ ہوں تو اگر میرا اجتہاد صحیح ہے تو مجھے بھی دو اجر اور غلط ہے تو ایک اجر تو ملنا ہی چاہئے۔ جب کہ میرے اجتہاد کا قیاس معاویہ و یزیدؑ کے افعال پر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ قاتل اولاد پیغمبرؐ ہیں اور میں تو صرف شک و عدم شک کی بحث میں ہوں اس کے علاوہ بعض صحابہ میں عیب نکالنے کا مطلب ان پر سب و شتم اور لعن کرنا نہیں ہے بلکہ میرا مقصد تمام گمراہ فرقوں میں نجات پانے والے فرقہ" کی تلاش ہے۔ اور یہ صرف میرا ہی فریضہ نہیں ہے بلکہ ہر مسلمان کا فریضہ ہے تو آخر ایسا کرنے پر میں کیوں گردن زدنی کے قابل ہوں؟ اور خدا دلوں کے بھید سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ میرا ارادہ کیا ہے؟

مولانا: اے بیٹا باب اجتہاد تو مدتوں پہلے سے بند ہو چکا ہے

میں: کس نے بند کیا ہے؟

مولانا: ائمہ اربعہ نے (یعنی امام ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل نے)

میں: (بڑی بے باکی سے) اگر خدا اور رسولؐ اور خلفائے راشدین (جن کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے) نے نہیں بند کیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسے ان لوگوں نے اجتہاد کیا تھا، میں بھی اجتہاد

کروں گا۔

مولانا : جب تک تم کو ،ا علوم میں مہارت نہ ہو جائے اجتہاد کر ہی نہیں کر سکتے ان میں اہم علوم مثلاً یہ ہیں تفسیر، لغت، نحو، صرف، بلاغت، حدیث، تاریخ وغیرہ وغیرہ

میں : نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا: میں اس لئے اجتہاد کرنا نہیں چاہتا کہ لوگوں کو قرآن وسنت کے احکام بتاؤں یا اسلام کے اندر میں بھی کوئی صاحب مذہب بن جاؤں۔ ہرگز نہیں! میں تو صرف حق و باطل کو پہچاننے اور یہ سمجھنے کے لئے کہ حضرت علیؑ حق پر تھے یا حضرت معاویہ؟ اجتہاد کرنا چاہتا ہوں۔ اور اس کے لئے ،ا علوم میں مہارت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ دونوں کی زندگی کا مطالعہ اور یہ دیکھنا کہ کس نے کیا کیا ہے؟ حقیقت کو پہچاننے کے لئے کافی ہے۔

مولانا : تم کو اس کی کیا ضرورت ہے؟ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (پ سورہ بقرہ آیت ۱۳۴)

ترجمہ: (اے یہودیو) وہ لوگ تھے جو چل بسے جو انھوں نے کیا ان کے آگے آیا اور جو تم کرو گے وہ تمہارے آگے آئے گا۔ اور وہ جو کچھ بھی کرتے تھے اس کی پوچھ گچھ تم سے (تو) نہیں ہوگی۔

میں : آپ تُسئلون کی (ت) کو پیش پڑھ رہے ہیں یا زبر؟

مولانا : میں پیش پڑھ رہا ہوں (تُسْئَلُونَ)

میں : شکر خدا کا۔ اگر آپ زبر پڑھتے تو بحث کی گنجائش ہی نہیں تھی — زبر سے مطلب ہوگا کہ تم کو سوال کرنے کا حق نہیں ہے — ہاں پیش پڑھنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کے افعال کا سوال ہم سے نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک اور جگہ ارشاد ہے ہر انسان اپنے اعمال کا گروی ہوگا۔ یا مثلاً انسان کو اتنا ہی ملے گا جتنی وہ کوشش کریگا، قرآن نے ہم کو امم سابقہ کے حالات معلوم کرنے پر ابھارا ہے اور کہا ہے کہ ہم اس

سے عبرت حاصل کریں۔ اسی لئے خدا نے فرعون، ہامان، نمرود، قارون کا جہاں قصہ بیان کیا ہے وہیں انبیائے سابقین کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ تسلی و تشفی کے لئے ذکر نہیں کیا ہے بلکہ حق و باطل کی معرفت کے لئے ان واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ اب رہی آپ کی یہ بات کہ مجھے بحث سے کیا فائدہ؟ تو عرض ہے کہ مجھے اس سے فائدہ ہے۔ اولاً تو اس لئے کہ ولی خدا کو پہچان کر اس سے محبت کروں اور دشمن خدا کو پہچان کر اس سے دشمنی کروں۔ اور قرآن یہی بات چاہتا ہے۔ بلکہ اس کو واجب قرار دیتا ہے اور دوسرا اہم فائدہ یہ ہے کہ مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میں اس کی عبادت کس طرح کروں؟ اور جو فرائض اس نے واجب کئے ہیں ان کو کس طرح ادا کروں تاکہ اس کے ارادہ و منشاء کے مطابق ہو۔ نہ یہ کہ میں فرائض کو اس طرح ادا کروں جس طرح ابوحنیفہ یا دوسرے مجتہدین چاہتے ہیں۔ کیونکہ امام مالک نماز میں بسم اللہ کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ابوحنیفہ واجب جانتے ہیں، اور دوسرے لوگ بغیر بسم اللہ کے نماز ہی باطل سمجھتے ہیں۔ اور چونکہ نماز ستون دین ہے اور تمام فرعی اعمال کی قبولیت کا دارومدار نماز پہ ہے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ میری نماز باطل ہو۔ اسی طرح شلاً شیعہ کہتے ہیں: وضو میں پیروں کا مسح کرنا واجب ہے اور اہل سنت کہتے ہیں پیروں کا دھونا واجب ہے۔ اور قرآنی آیت اسطرح ہے: وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ یہ صریحی طور سے مسح کو بتاتی ہے۔ مولانا اب آپ ہی بتائیے ایک عقلمند مسلمان بغیر بحث و دلیل کے کس ایک کو قبول کرے اور دوسرے کو رد کر دے؟

مولانا: تم یہ بھی کر سکتے ہو تمام مذاہب سے اچھی اچھی باتیں لے لو کیونکہ یہ سب ہی اسلامی فرقے ہیں اور سب ہی کا مدرک رسولؐ ہیں۔

میں: مجھے ڈر ہے کہیں میں اس آیت کا مصداق نہ بن جاؤں: أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (پ ۲۵ س الجاثیہ آیہ ۲۳)

ترجمہ: بھلا تم نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور(اس کی حالت) سمجھ بوجھ کر خدا نے اسے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر علامت مقرر کر دی ہے (کہ یہ ایمان نہ لائے گا) اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے پھر خدا کے بعد اس کی ہدایت کون کر سکتا ہے تو کیا تم لوگ (اتنا بھی) غور نہیں کرتے۔

مولانا جب تک ایک شئی کو ایک مذہب حلال اور دوسرا حرام کرتا رہے گا اس وقت تک میں یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ سارے کے سارے مذاہب حق ہیں کیونکہ یہ محال ہے کہ ایک ہی شئی ایک ہی وقت میں حلال بھی ہو اور حرام بھی ہو۔ جب کہ رسولؐ کے احکام میں کوئی تناقض نہیں تھا۔ کیونکہ وہ سب وحی قرآنی کے مطابق تھے۔ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (سورہ نساء) آیت ۸۲)

اگر یہ (قرآن) غیر خدا کے پاس سے (آیا) ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔ اور چونکہ مذاہب اربعہ میں بہت اختلاف ہے اس لئے یہ نہ خدا کی طرف سے ہے نہ رسولؐ کی طرف سے ہے، کیونکہ رسولؐ قرآن کے خلاف نہیں کہہ سکتے۔

مولانا: نے جب محسوس کیا کہ میرا کلام منطقی ہے اور میری دلیلیں مضبوط ہیں تو بولے: میاں میں تم کو قربۃ الی اللہ ایک نصیحت کرتا ہوں۔ تم چاہے جس چیز میں شک کرنا لیکن (خبردار) خلفائے راشدین کے بارے میں کبھی شک نہ کرنا کیونکہ یہ چاروں اسلام کے ستون ہیں اگر ان میں سے ایک ستون بھی گر گیا تو عمارت گر جائے گی۔

میں: مولانا استغفر اللہ اگر یہ چاروں ستون ہیں تو پھر رسولؐ خدا کہاں گئے۔

مولانا: وہ تو خود ہی عمارت ہیں۔ پورا اسلام تو حضور ہی ہیں۔

میں: مولانا کی اس تحلیل سے مسکرایا اور بولا دوبارہ استغفر اللہ کہتا ہوں۔ مولانا آپ بغیر سوچے فرما دیتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان چاروں کے بغیر رسولؐ بذات خود کچھ بھی نہیں ہیں۔ حالانکہ خدا کہتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا (پ ۲۶ س (الفتح) آیت ۲۸)

ترجمہ :۔ وہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب رکھے اور گواہی کے لئے بس خدا کافی ہے۔

خدا نے صرف محمدؐ کو رسول بنا کر بھیجا ان کی رسالت میں ان چاروں میں سے کسی ایک کو نہیں شریک قرار دیا اور نہ ان کے علاوہ کسی دوسرے کو شریک قرار دیا۔ اسی سلسلہ میں خدا فرماتا ہے:

کَمَا اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (پ س (البقرہ) آیت ۱۵۱)

ترجمہ :(مسلمانو یہ احسان بھی ویسا ہی ہے) جیسے ہم نے تم میں تم ہی میں کا ایک رسولؐ بھیجا جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے اور تمہارے نفس کو پاکیزہ کرے اور تمہیں کتاب (قرآن) اور عقل کی باتیں سکھائے جن کی تمہیں (پہلے سے) خبر نہ تھی۔

مولانا : ہم نے تو اپنے بزرگوں اور ائمہ سے یہی سیکھا تھا۔ اور ہم لوگ اپنے زمانہ میں نہ علماء سے مناقشہ کرتے تھے اور نہ ہی مجادلہ کرتے تھے جس طرح آج کی آپ لوگوں کی طرح کی نئی نسل کرتی ہے۔ آپ لوگ تو ہر چیز میں شک کرنے لگے حد یہ ہے کہ اب دین میں بھی شک کرنے لگے۔ اب قیامت کے آثار ہیں۔ کیونکہ رسولؐ نے فرمایا ہے: قیامت برے لوگوں ہی کی وجہ سے آئے گی۔

میں : مولانا آپ مجھے کیوں خوفزدہ کر رہے ہیں۔ میں خود دین میں شک کروں یا دوسرے کو مبتلا کروں اس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں، میں اس خدائے واحد پر ایمان لایا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کے ملائکہ اس کی نازل کردہ کتابوں، بھیجے ہوئے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں خدا کے بندے اور اس کے رسولؐ سیدنا محمدؐ پر ایمان رکھتا ہوں، اور یہ تسلیم کرتا ہوں کہ وہ انبیاء و مرسلین میں سب سے افضل تھے اور میں ایک مسلمان ہوں،

پھر آپ مجھ پر کیوں اتہام لگارہے ہیں ؟

مولانا: میں تو تم پر اس سے بھی بڑا الزام لگاتا ہوں۔ تم سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر کے بارے میں شک کرتے ہو حالانکہ رسولؐ خدا نے فرمایا ہے: اگر میری پوری امت کے ایمان کو ابوبکر کے ایمان سے تولا جائے تو ایمان ابوبکر کا پلّہ بھاری ہوگا۔ اور سیدنا عمر کے بارے میں فرمایا ہے: میری امت میرے اوپر پیش کی گئی تو وہ ایسی قمیص پہنے تھی جو سینہ تک بھی نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ پھر میرے سامنے عمر کو پیش کیا گیا ان کی قمیص زمین کو خط دے رہی تھی لوگوں نے کہا حضور آپ نے اس کی کیا تاویل فرمائی ؟ فرمایا دین! اور تم آج چودھویں صدی ہجری میں آئے ہو عدالت صحابہ میں شک کرتے ہو۔ خصوصاً ابوبکر و عمر کی عدالت میں کیا تم نہیں جانتے اہل عراق سب کے سب اہل شقاق ہیں، اہل کفر و نفاق ہیں۔

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں اس شخص کے بارے میں کیا کہوں جو ادعائے علم کرتا ہے اور گناہوں پر فخر کرتا ہے۔ اب وہ احسن طریقۂ جدال سے جھوٹ، افترا، اور ایسے لوگوں کے سامنے جو آنکھ بند کر کے دین کو پسند کرتے ہیں جھوٹے الزامات لگانے لگا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ لوگوں کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ اور بعضوں کے گردن کی رگیں پھول گئیں، اور میں نے ان کے چہروں سے شر کا اندازہ کرلیا۔ لہٰذا فوراً دوڑ کر گیا اور امام مالک کی کتاب مؤطا اور صحیح بخاری اٹھا لایا۔ اور عرض کیا مولانا صاحب مجھے جس چیز نے ابوبکر کے بارے میں شک پر ابھارا وہ خود رسولؐ خدا کی ذات ہے۔ لیجئے موطا پڑھئے: مالک نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے احد کے شہیدوں کے لئے فرمایا: میں ان لوگوں کی گواہی دیتا ہوں! اس پر ابوبکر صدیق نے کہا: اے رسولؐ اللہ کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں؟ ہم بھی اسی طرح اسلام لائے جیسے وہ لائے تھے۔ ہم نے بھی اسی طرح جہاد کیا جس طرح انھوں نے جہاد کیا تھا۔ رسولؐ خدا نے فرمایا: ہاں! لیکن مجھے نہیں معلوم کہ تم لوگ میرے بعد کیا احداث (ایجاد بدعت) کرو گے۔ اس پر ابوبکر رونے پھر اور روئے اور کہا (کیا) ہم آپ کے بعد

باقی رہیں گے[1]

اس کے بعد میں نے صحیح بخاری کھولی اس میں ہے: عمر بن خطاب حفصہ کے پاس آئے حفصہ کے پاس اسماء بنت عمیس بھی موجود تھیں۔ عمر نے اسماء کو دیکھ کر پوچھا یہ کون ہے؟ حفصہ نے کہا اسماء بنت عمیس! عمر نے کہا یہی حبشیہ ہے، یہی بحریہ ہے، اسماء نے کہا: ہاں! اس پر عمر بولے: ہماری ہجرت تم سے پہلے ہے اس لئے ہم رسولؐ خدا سے بہ نسبت تمہارے زیادہ احق ہیں! اسماء کو یہ سن کر غصہ آگیا، بولیں ہرگز نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا۔ تم رسولؐ اللہ کے ساتھ تھے، آپؐ تمہارے بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے، جاہلوں کو وعظ کرتے تھے، اور ہم لوگ ایسی (جگہ) یا زمین میں تھے جو اجنبیوں کی اور دشمنوں کی تھی حبشہ میں ہم نے جو کچھ کیا وہ خدا اور اس کے رسولؐ کے لئے کیا، خدا کی قسم ہم لوگ جب بھی کھانا کھاتے یا پانی پیتے تھے رسولؐ خدا کا ذکر ضرور کرتے تھے، ہم کو اذیت پہونچتی تھی، ہم ہر وقت خوفزدہ رہتے تھے، (لہٰذا تم لوگ ہمارے برابر کیسے ہو سکتے ہو؟) میں اس واقعہ کا ذکر رسولؐ سے ضرور کروں گی۔ خدا کی قسم ان سے پوچھوں گی نہ جھوٹ بولوں گی نہ (کمی) وزیادتی کروں گی، پھر جب رسول خدا آگئے تو اسماء نے کہا یا رسولؐ اللہ عمر نے یہ کہا تھا آنحضرت نے پوچھا تم نے کیا کہا؟ اسماء نے کہا میں نے یہ یہ کہا! آنحضرت نے فرمایا: تم سے زیادہ وہ احق نہیں ہے۔ ان کی اور ان کے ساتھیوں کی صرف ایک ہجرت ہے اور تم اہل سفینہ کی دو، دو ہجرت ہے۔ اسماء بیان کرتی ہیں (اس واقعہ کے بعد) ابو موسیٰ اور دیگر اصحاب سفینہ برابر میرے پاس آتے تھے اور اس حدیث کے بارے میں پوچھتے تھے۔ دنیا میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے جو ان لوگوں کے دلوں کو اس حدیث سے زیادہ فرحت بخشتی ہو اور نہ ہی کوئی چیز ان کے نزدیک اس سے بھی زیادہ اہم تھی[2]

---

[1] موطاء امام مالک ج ۱ ص ۲۰۷، المغازی للواقدی ص ۳۱۱، [2] صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۸۷ باب غزوہ خیبر

جب شیخ (مولانا) نے اور ان کے ساتھ لوگوں نے اس کو پڑھا تو ان کے چہرے بدل گئے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، اور سب اس کا انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں مغلوب مولانا صاحب کیا جواب دیتے ہیں۔ لیکن مولانا نے بڑے تعجب سے پلکوں کو اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: رَبِّ زِدْنِي عِلْماً (خدایا میرے علم میں اضافہ کر)

میں: جب سب سے پہلے خود رسولؐ اللہ نے ابوبکر کے بارے میں شک کیا اور ابوبکر کیلئے گواہی نہیں دی، اس لئے کہ حضورؐ کو معلوم نہیں تھا کہ یہ لوگ آنحضرتؐ کے بعد کیا کیا کریں گے؟ اور جب خود رسولؐ خدا نے اسماء بنت عمیس پر عمر بن خطاب کی فضیلت کو قبول نہیں کیا، بلکہ اسماء کو عمر پر فضیلت دی تو مجھے یہ حق ہے کہ میں شک کروں اور جب تک ثابت نہ ہو جائے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہ دوں، اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں حدیثیں تمام ان حدیثوں سے متعارض ہیں جو ابوبکر و عمر کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں بلکہ یہ دونوں حدیثیں واقع سے بہت قریب ہیں اور سمجھ میں آنے والی ہیں بہ نسبت ان فرضی حدیثوں کے جو فضائل میں آئی ہیں بلکہ یہ دونوں تمام فضائل والی حدیثوں کو باطل کر دیتی ہیں، حاضرین نے کہا یہ کیسے؟

میں: رسولؐ خدا نے ابوبکر کی گواہی نہیں دی اور فرمایا: نہ معلوم میرے بعد تم کیا کیا کرو گے؟ اور یہ بات معقول ہے اور قرآن نے اس کا اثبات کیا ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ ان لوگوں نے رسولؐ کے بعد بہت سی تبدیلی کر دی۔ اسی لئے ابوبکر روئے تھے کیونکہ انھوں نے تبدیلی بھی کی تھی اور حضرت فاطمہؑ کو غضبناک بھی کیا تھا (جیسا کہ گزر چکا) اور اسی تبدیلی کی وجہ سے مرنے کے پہلے بہت پشیمان تھے اور یہ تمنا کرتے تھے کاش میں بشر نہ ہوتا۔

اب رہی ایمان ابوبکر والی حدیث کہ تمام امت سے اس کا وزن زیادہ تھا تو یہ باطل بھی ہے اور عقل میں نہ آنے والی بھی ہے اس لئے کہ جو شخص چالیس سال تک مشرک رہا ہو، بتوں کی پرستش کرتا رہا ہو وہ پوری امت محمدیؐ کے ایمان سے زیادہ ایمان رکھتا ہو ناممکن ہے، کیونکہ امت محمدیؐ کے اندر اولیا واللہ شہداء اور وہ ائمہ بھی ہیں جنھوں نے اپنی پوری عمریں جہاد فی

سبیل اللہ میں گزار دیں، پھر ابوبکر اس حدیث کے مصداق کیسے ہو سکتے ہیں؟ اگر واقعاً یہی مصداق ہوتے تو عمر کے آخری حصہ میں یہ تمنا نہ کرتے کہ کاش میں بشر نہ ہوتا۔ اگر ان کا ایمان پوری امت سے زیادہ ہوتا تو سیدۃ النساء فاطمہؑ بنت رسولؐ ان پر غضبناک نہ ہوتیں اور ہر نماز کے بعد ابوبکر پر بد دعا نہ کرتیں۔

مولانا صاحب تو چپ رہے کچھ بولے ہی نہیں لیکن بعض موجود لوگوں نے کہا: خدا کی قسم اس حدیث نے ہم کو شک میں ڈال دیا۔ اس وقت مولانا صاحب بولے: آپ یہی چاہتے تھے نا! آپ نے سب کو شک میں مبتلا کر دیا۔ میرے جواب دینے کے بجائے انھیں میں سے ایک بول اٹھا: جی نہیں! حق انھیں کے ساتھ ہے، ہم نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی کتاب مکمل نہیں پڑھی۔ ہم لوگ تو آپ حضرات کی اندھی تقلید کرتے تھے جو کہتے تھے بے چون وچرا مان لیتے تھے، اب ہم پر حقیقت ظاہر ہوئی کہ حاجی جو کہہ رہے ہیں وہی صحیح ہے اب ہمارا فریضہ ہے کہ پڑھیں اور بحث کریں بعض اور حاضرین نے بھی اس شخص کی تائید کی اور درحقیقت یہ حق و صداقت کی فتح تھی یہ جبر وقہر کا غلبہ نہیں تھا البتہ عقل ودلیل وبرہان کی کامیابی تھی۔ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو!

اس واقعہ نے میری ہمت بڑھا دی اور میں نے بحث کے دروازوں کو پاٹوں پاٹ کھول دیا۔ اور بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ کہہ کر اس میں کود پڑا۔ پروردگار عالم سے ہدایت وتوفیق کی امید رکھتے ہوئے کیونکہ اس نے وعدہ کیا ہے جو حق کو تلاش کرے گا۔ وہ اس کی ہدایت کرے گا اور خدا وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

بڑی دقت کے ساتھ مسلسل تین سال تک میں بحث وتحقیق کرتا رہا کیونکہ جو پڑھتا تھا اس کو دہراتا تھا۔ اور بعض اوقات تو بار بار ایک کتاب کو پہلے صفحہ سے آخری صفحہ تک پڑھتا تھا۔

چنانچہ میں نے علامہ شرف الدین الموسوی کی "المراجعات" پڑھی اور کئی کئی بار پڑھا اس کتاب نے میرے سامنے ایسے نئے آفاق کھول دیئے جو میری ہدایت کا سبب بنے اور میرے دل میں

پیش کش کوئی بھی چیز سات صدی تک ائمہ اہلبیتؑ کی پیروی سے نہیں ہٹا سکی، حالانکہ ان سات صدیوں میں شیعوں کو دربدر کیا گیا، دفتر عطا سے ان کے نام کاٹ دیئے گئے، ان کو چن چن کر جبال و کوہ میں تلاش کر کر کے قتل کیا گیا۔ ان کے خلاف ایسے ایسے جھوٹے پروپیگنڈے کئے گئے جس سے لوگ ان سے نفرت کرنے لگے، اور اس کے آثار آج تک شیعوں پر باقی ہیں۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ائمہ اہلبیتؑ کو چھوڑ کر کسی اور کی پیروی نہیں کی۔

لیکن ان تمام مصائب کا بڑے صبر و سکون و ثبات قدم سے مقابلہ کرتے ہوئے شیعوں نے حق کا دامن نہیں چھوڑا اور نہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ کی۔ میں آج بھی اپنے بڑے سے بڑے عالم کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ شیعہ علماء کے پاس بیٹھ کر ان سے بحث کرے تو شیعہ ہوئے بغیر واپس نہیں ہوگا۔

اس خدا کا شکر ہے جس نے ہماری اس بات کی ہدایت کی اور اگر خدا ہدایت نہ کرتا تو ہدایت ناممکن تھی۔ خدا کی حمد اور اس کا شکر ہے کہ اس نے فرقۂ ناجیہ تک میری رہبری کر دی جس کی مدتوں سے تلاش تھی، اور اب مجھے یقین ہے کہ حضرت علیؑ و اہل بیتؑ سے تمسک عروۃ الوثقیٰ سے تمسک ہے اور احادیث رسولؐ بھی بکثرت اس پر موجود ہیں اور مسلمانوں نے ان پر اجماع کیا ہے اور جو بھی گوش شنوا رکھتا ہوگا صرف عقل ہی اس کے لئے بہترین دلیل ہے۔ علی الاطلاق حضرت علیؑ تمام صحابہ سے علم اور سب سے زیادہ شجاع تھے اور امت کا اس پر اجماع ہے۔ صرف یہی اجماع حضرت علیؑ کے مستحق خلافت ہونے پر مضبوط دلیل ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (پ ۲ سورۃ البقرہ آیت ۲۴۷)

ترجمہ:۔ اور ان کے نبیؑ نے ان سے کہا کہ بیشک خدا نے تمہاری درخواست کے مطابق

طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کیا۔ تب کہنے لگے۔ اس کی حکومت ہم پر کیوں کر ہو سکتی ہے۔ حالانکہ سلطنت کے حقدار اس سے زیادہ تو ہم ہیں۔ کیونکہ اسے تو مال کے اعتبار سے بھی فارغ البالی نکل نصیب نہیں (نبی نے کہا) خدا نے اسے تم پر فضیلت دی ہے۔ اور (مال میں نہ سہی) علم اور جسم کا پھیلاؤ تو اسی خدا نے زیادہ فرمایا ہے اور خدا اپنا ملک جسے چاہے دے اور خدا بڑا گنجائش والا ہے اور واقف کار ہے۔

اور رسولؐ نے فرمایا: اِنَّ عَلِیّاً مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ وَھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِیْ[1]
یقیناً علیؑ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ اور علیؑ میرے بعد تمام مومنین کے ولی ہیں۔
زمخشری نے چند اشعار حضرت علیؑ کے لئے کہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

کَثُرَ الشَّکُّ وَالْخِلَافُ وَکُلٌّ — یَدَّعِیْ اَنَّہُ الصِّرَاطُ السَّوِیْ
فَتَمَسَّکْتُ بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ — وَحُبِّیْ لِاَحْمَدَ وَعَلِیْ
فَازَ کَلْبٌ بِحُبِّ اَصْحَابِ کَھْفٍ — کَیْفَ اَشْقٰی بِحُبِّ آلِ عَلِیْ

اختلاف اور شک بہت زیادہ ہو گیا ہے اور ہر شخص یہی دعویٰ کرتا ہے کہ وہ سیدھے راستہ پر ہے لہٰذا میں نے لا الٰہ الا اللہ سے تمسک کیا اور احمدؐ و علیؑ کی محبت سے، اصحاب کہف کا کتا ان سے محبت کرنے کی وجہ سے کامیاب ہو گیا پھر بھلا میں آل علیؑ سے محبت کر کے کیوں نہ کامیاب ہوں گا۔

ہاں الحمد للہ میں نے بدل پا لیا۔ اور رسولؐ خدا کے بعد امیر المومنین سید الوصیین، قائد الغر المحجلین اسد اللہ الغالب الامام علیؑ بن ابیطالبؑ اور سیدی شباب اہل الجنۃ ریحانتین رسولؐ۔ ابی محمد الحسنؑ الزکی اور الامام ابی عبد اللہ الحسینؑ اور بضعۃ المصطفیٰ، سلالۃ النبوۃ وام الائمہؑ، معدن رسالت جن کا غضب پر موقوف ہو غضب رب العزت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؑ کی پیروی کرنے لگا۔
امام مالک کے بدلے استاذ الائمہ معلم الامہ الامام جعفر الصادقؑ کو اختیار کر لیا امام حسینؑ کی ذریت

---

[1] صحیح ترمذی ج ۵ ص ۲۹۶، خصائص نسائی ص ۸۷، مستدرک الحاکم ج ۳ ص ۱۱۰

سے لو معصومینؑ جو ائمۃ المسلمین ہیں اور اولیاء اللہ الصالحین ہیں ان سے تمسک کرنے لگا۔

الٹے پاؤں کفر کی طرف پلٹ جانے والے صحابہ جیسے معاویہ، عمر و عاص، مغیرہ بن شعبہ، ابی ہریرہ، عکرمہ، کعب الاحبار کے بدلے میں ان صحابہ کو اختیار کر لیا جنھوں نے پیغمبرؐ سے کئے ہوئے معاہدے کو توڑا نہیں، جیسے عمار یاسر، سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد بن الاسود، خزیمہ بن ثابت ذو الشہادتین، ابی بن کعب وغیرہ اور اہل بصیرت افروز تبدیلی پر خدا کی حمد کرتا ہوں

اور اپنی قوم کے ان علماء کے عوض جنھوں نے ہماری عقلوں کو جامد کر دیا اور جن کی اکثریت نے ہر زمانہ میں حکام و سلاطین کی جی حضوری کی، ان شیعہ علماء کو اختیار کیا جنھوں نے کبھی اجتہاد کا دروازہ بند نہیں کیا اور نہ کبھی دینی معاملات میں سستی دکھائی۔ اور نہ کبھی ظالم و جابر امراء و سلاطین کی چوکھٹ پر جبہ سائی کی۔

ہاں متعصب و پتھر جیسے سخت افکار "جو تناقضات پر عقیدہ رکھتے ہوں" کے بدلے آزاد، روشن، کھلے ذہن و دماغ والے، افکار کو اختیار کر لیا جو حجت و دلیل و برہان پر ایمان رکھتے ہیں، اور جیسا کہ آج کل کہا جاتا ہے۔ ہم نے اپنے ذہن پر تیس سال کے پڑے ہوئے گرد و غبار کو دور کر کے اپنے دماغ کو دھو ڈالا یعنی بنی امیہ کی گمراہیوں کے بدلے میں معصومینؑ پر عقیدہ رکھ کر اپنی باقی زندگی کو پاک کر لیا۔

خداوندا محمدؐ و آل محمدؐ کی ملت پر زندہ رکھ اور ان کی سنت پر موت دے انھیں کے ساتھ میرا حشر کر کیونکہ تیرے نبیؐ کا قول ہے: انسان جس کو دوست رکھتا ہے اسی کے ساتھ محشور ہوتا ہے۔

۔ شیعہ ہو کر میں اپنی اصل کی طرف پلٹ آیا کیونکہ میرے باپ اور چچا شجرۂ نسب کے اعتبار سے بتایا کرتے تھے کہ ہم ان سادات میں ہیں جو عباسی حکومت کی ناقابل برداشت سختیوں سے مجبور ہو کر عراق سے فرار کر کے شمالی افریقہ میں پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ اور آج تک ہمارے آثار وہاں باقی ہیں، اور شمالی افریقہ میں ہم جیسے بہت سے ہیں جو اشراف کہلاتے ہیں کیونکہ وہ نسل سادات سے ہیں، لیکن وہ لوگ بنی امیہ و بنی عباس کی بدعتوں میں سرگرداں ہو گئے۔ اور اب ان کے پاس سوائے اس احترام کے جو لوگوں کے دلوں میں اب تک موجود رہے کچھ نہیں۔ خدا کی حمد ہدایت دینے پر ہے۔ شیعہ ہونے پر ہے اور بصارت و بصیرت کے حاصل ہونے پر ہے۔

جن اسباب کی بنا پر میں شیعہ ہوا ہوں وہ تو بہت ہیں، اس مختصر سے رسالہ میں ان سب کے تحریر کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ صرف بعض اسباب کا ذکر کرتا ہوں۔

(۱) خلافت پر نص

چونکہ اس بحث کو شروع کرنے سے پہلے میں نے قسم کھائی تھی کہ انھیں چیزوں پر اعتماد کروں گا جو فریقین (سنی و شیعہ) کے نزدیک معتمد ہوں اور جس کو کسی ایک فرقہ نے لکھا ہے اس کو چھوڑ دوں گا۔ اسی اصول پر میں نے ابوبکر اور علیؑ میں سے کس کو کس پر فضیلت ہے؟ کے مسئلہ پر بحث کی اور یہ کہ خلافت علیؑ کے لئے نص موجود ہے جیسا کہ شیعہ حضرات کا دعویٰ ہے یا خلافت کا مسئلہ انتخاب و شوریٰ پر موقوف ہے جیسا کہ اہلسنت و الجماعت کا دعویٰ ہے۔

جویائے حق اگر اپنے کو تمام تعصبات سے الگ کر کے صرف حقیقت کو تلاش کریگا تو اس کو حضرت علیؑ کی خلافت پر نص مل جائے گی، جیسے نبی کریمؐ کا ارشاد ہے: "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ" جب آنحضرتؐ حجۃ الوداع سے واپس آ رہے تھے تو اس حدیث کو ارشاد فرمایا تھا اور اس ارشاد کے بعد باقاعدہ مبارکبادی کی رسم ادا کی گئی اور خود ابوبکر و عمر نے حضرت علیؑ کو ان الفاظ سے تہنئت پیش کی: ابوطالب کے فرزند مبارک ہو مبارک تم تمام مومنین و مومنات کے مولا ہو گئے۔[۱]

---

[۱] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۸۱، سر العالمین للغزالی ص ۱۲، تذکرۃ الخواص (ابن جوزی) ص ۲۹ (بقیہ اگلے صفحہ)

اس حدیث پر سنی شیعہ سب کا اجماع ہے اس بحث میں میں صرف اہل سنت کی کتابوں کا حوالہ دے رہا ہوں وہ بھی سب نہیں بلکہ جتنا میں نے ذکر کیا ہے اس کا کئی گنا چھوڑ دیا ہے۔ اگر کوئی مزید تفصیل چاہتا ہے تو وہ علامہ امینی کی "الغدیر" کا مطالعہ کرے جس کی اب تک ۱۲ جلدیں چھپ چکی ہیں۔ اس کتاب میں مصنف نے صرف ان راویوں کا ذکر کیا ہے جو اہل سنت والجماعت کے یہاں ثابت ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ سقیفہ میں ابوبکر کے انتخاب پر اجماع ہو گیا تھا اور اس کے بعد مسجد میں ان کی بیعت کی گئی تو یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے اس پر دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ جب حضرت علیؑ، حضرت عباسؓ، تمام بنی ہاشم، اسامہ بن زید، زبیر، سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ، مقداد بن اسود، عمار یاسر، حذیفہ یمانی، خزیمہ بن ثابت، ابوبریدة الاسلمی، البراء بن عازب، ابی ابن کعب، سہل بن حنیف، سعد بن عبادہ، ابو ایوب انصاری، جابر بن عبداللہ، خالد بن سعید، اور ان کے علاوہ بہت سے صحابہ نے بیعت سے انکار کر دیا[1]۔ تو خدا کے بندو! اب اجماع کہاں رہا؟ حالانکہ اگر صرف حضرت علیؑ ہی بیعت نہ کرتے تو بھی بات اجماع پر طعن کے لئے کافی تھی، کیونکہ بالفرض اگر رسولؐ اکرم کی طرف سے علیؑ کے لئے نص نہیں تھی تو خلافت کے تنہا کنڈیڈیٹ تو بہر حال وہ تھے،

حضرت ابوبکر کی بیعت بغیر کسی مشورہ کے ہوئی ہے بلکہ لوگ متوجہ ہی نہیں تھے خصوصاً اہل حل وعقد کو پتہ ہی نہیں چلا کہ بیعت ہو گئی جیسا کہ علمائے مسلمین کہتے ہیں کیونکہ لوگ تو رسولؐ کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے۔ صورت حال یہ ہوئی کہ مدینہ والوں کو دفعۃً اپنے نبیؐ کے مرنے کی اطلاع ہوئی اور رد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) الریاض النضرة (طبری) ج ۲ ص ۱۶۹، کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۷، البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ج ۵ ص ۲۱۲، تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۵۰، تفسیر رازی ج ۲ ص ۶۳، الحاوی للفتاوی (سیوطی) ج ۱ ص ۱۱۲

[1] طبری، ابن اثیر، تاریخ الخلفاء، تاریخ الخمیس، استیعاب، بلکہ جن لوگوں نے بھی ابوبکر کی بیعت کا ذکر کیا ہے۔

لوگ ابھی رونے پیٹنے ہی میں تھے، کہ لوگوں سے زبردستی بیعت لے لی گئی[1] اور اس زبردستی کا ثبوت اس واقعے سے بھی ملتا ہے کہ لوگوں نے حضرت فاطمہؑ کے گھر کو جلا دینے کی دھمکی بھی دی کہ بیعت نہ کرنے والے نہ نکلے تو ہم اس گھر کو آگ لگا دیں گے۔ پھر آپ ہی بتائیے ایسی صورت میں یہ بات کیسے کہی جا سکتی ہے کہ ابوبکر کی بیعت لوگوں کے مشورہ اور اجماع سے ہوئی ہے؟

خود حضرت عمر کا فرمان ہے: ابوبکر کی بیعت بغیر سوچے سمجھے عمل میں آگئی ہے خدا نے مسلمانوں کو اس کے شر سے بچالیا اب اگر کوئی ایسا کرے تو اس کو قتل کر دو۔ (دوسری روایت میں ہے) جو اس قسم کی بیعت کے لئے دعوت دے اس کو قتل کر دو! پس معلوم ہوا کہ نہ تو ابوبکر کی بیعت (صحیح) ہوئی ہے اور نہ ان لوگوں کی جنھوں نے ان کی بیعت کی ہے[2]

اسی بیعت کے لئے حضرت علیؑ فرماتے ہیں: خدا کی قسم ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکر) نے زبردستی کھینچ تان کر خلافت کی قمیص پہنی ہے حالانکہ ابوبکر جانتے ہیں خلافت کیلئے میں ایسا ہی ہوں جیسے وہ لوہا جس کے چاروں طرف چکی کا پاٹ گھومتا رہتا ہے، مجھ سے سیلاب (علم) جاری ہوتا ہے اور میری بلندی (مرتبہ) تک پرندے پرواز نہیں کر سکتے۔[3]

قبیلۂ انصار کے سردار سعد بن عبادہ بیان کرتے ہیں، سقیفہ کے دن ابوبکر و عمر نے انصار پر ہجوم کر لیا، میں نے بڑی کوشش کی کہ ان کو خلافت سے روک دوں اور دور رکھوں لیکن مریض ہونے کی وجہ سے میں ان کا مقابلہ نہ کر سکا! اور جب انصار نے ابوبکر کی بیعت کر لی تو سعد نے کہا: خدا کی قسم میں کبھی تمہاری بیعت نہ کروں گا، یہاں تک کہ میرے ترکش میں جتنے تیر ہیں سب تم پر نہ چلا دوں اور لمبے نیزوں کی انیوں کو تمہارے خون سے خضاب نہ کر دوں اور جب تک میرے ہاتھوں کی طاقت باقی ہے اس وقت تک تم پر تلوار سے حملے نہ کروں اور اپنے خاندان و قبیلے کے ساتھ تم سے جنگ نہ کروں۔ خدا کی قسم اگر انسانوں کے ساتھ جن بھی تمہارے شریک ہو جائیں تب بھی تمہاری بیعت نہ کروں گا۔ یہاں تک کہ اپنے خدا کے سامنے پیش ہوں۔

---

[1] تاریخ الخلفاء (ابن قتیبہ) ج ۱ ص ۔ [2] صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۲ [3] شرح نہج البلاغہ (محمد عبدہ) ج ۱ ص ۲ خطبۂ شقشقیہ

چنانچہ جناب سعد نہ تو ان کی جماعت میں شریک ہوتے تھے نہ ان کے ساتھ جمعہ پڑھتے تھے نہ ان کے ساتھ حج کرتے تھے (یہ بھی احتمال عبارت ہے کہ نہ ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے مترجم) اور سعد کو کچھ مددگار مل گئے ہوتے تو ان سے جنگ سے پیچھے نہ ہٹتے اور اگر کوئی ان سے ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے پر بیعت کرتا تو یہ باقاعدہ جنگ کرتے جناب سعد اپنے اسی حال پر باقی رہے یہاں تک کہ شام میں زمانہ خلافت عمر میں وفات پائی [1]

- جب خود بقول عمر جنھوں نے اس بیعت کے ارکان مضبوط کئے تھے "یہ ایک ناگہانی بیعت تھی جس کے شر سے خدا نے مسلمانوں کو بچایا۔ اور اس بیعت کی وجہ سے مسلمانوں کا کیا حال ہوگیا۔
- جب یہ خلافت بقول حضرت علیؑ جو اس کے شرعی مالک تھے "قمیص تھی یعنی ابوبکر نے اپنے جسم پر اس قمیص کو کھینچ تان کر فٹ کرلیا تھا۔
- جب یہ خلافت بقول سعد بن عبادہ جنھوں نے مرتے دم تک ان لوگوں کے ساتھ جمعہ وجماعت چھوڑ دی تھی "ظلم تھی۔
- جب یہ خلافت کی بیعت غیر شرعی تھی کیونکہ اکابر صحابہ اور خصوصاً نبیؐ کے چچا نے اس سے کنارہ کشی کی تھی، تو پھر ابوبکر کی خلافت کی صحت پر کون سی دلیل ہے؟ ــ صحیح جواب تو یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے ــ لہٰذا اس سلسلہ میں شیعوں ہی کا قول درست ہے کیونکہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک بھی حضرت علیؑ کی خلافت پر نص موجود ہے۔ البتہ انھوں نے صحابہ کی عزت وآبرو بچانے کے لیے اس نص کی تاویل کی ہے۔ اس لئے انصاف پسند عادل شخص کے لئے نص کو قبول کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ خصوصاً اگر اسے واقعہ کے متعلقات کا علم ہوجائے۔ [2]

(۲) فاطمہؑ کا ابوبکر سے اختلاف

---

[1] تاریخ الخلفاء، ج ۱ ص ۱۷۱ [2] ملاحظہ فرمائیے، السقیفہ والخلافہ (عبدالفتاح) سقیفہ (محمد رضا مظفر)

فریقین کے یہاں یہ موضوع بھی متفق علیہ ہے! اگرچہ کوئی منصف و عاقل اس کا اعتراف نہ بھی کرے کہ ابوبکر نے جناب سیّدہ پر ظلم کیا ہے. تب بھی ابوبکر کی غلطی ماننے بغیر چارہ نہیں ہے، کیونکہ جو شخص بھی اس المناک داستان کو پڑھیگا اس کو علم الیقین ہو جائے گا کہ ابوبکر نے جان بوجھ کر جناب زہراؑ کو اذیت دی ہے اور ان کو جھٹلایا ہے. تاکہ جناب معصومہؑ حدیث غدیر وغیرہ سے اپنے شوہر کے استحقاق خلافت پر استدلال نہ کر سکیں، (کیونکہ اگر آج ابوبکر فدک میں جناب معصومہؑ کو سچا مان لیتے تو کل شوہر کی خلافت کے دعویٰ پر بھی سچا ماننا پڑتا اس لئے جان بوجھ کر بنت رسولؐ کو جھوٹا کہا گیا ہے. مترجم) اور اس بات پر بہت سے قرائن بھی موجود ہیں. مثلاً مورخین نے لکھا ہے: جناب فاطمہؑ خود انصار کی مجلسوں میں جاکر اپنے ابن عم کی نصرت و بیعت کے لئے لوگوں کو بلاتی تھیں اور لوگ کہدیا کرتے تھے: بنت رسولؐ اب تو ہم نے اس شخص (ابوبکر) کی بیعت کر لی ہے. اگر آپ کے شوہر ابوبکر سے پہلے ہمارے پاس آجاتے تو ہم علیؑ کے علاوہ کسی کی بھی بیعت نہ کرتے! اور حضرت علیؑ فرماتے تھے: کیا میں رسولؐ کے جنازہ کو گھر میں چھوڑ دیتا. کفن و دفن نہ کرتا؟ لوگوں سے اپنی سلطنت و حکومت کی خواہش کرتا؟ اور جناب فاطمہؑ ان لوگوں کے جواب میں کہتی تھیں: ابوالحسنؑ نے وہی کیا جو ان کو کرنا چاہئے تھا! ان لوگوں نے جو کچھ کیا ان سے خدا سمجھے گا۔[1]

اگر ابوبکر نے یہ سب غلطی یا اشتباہ کی وجہ سے کیا ہوتا تو جناب فاطمہؑ سمجھا کر مطمئن کر دیتیں۔ لیکن وہ اتنا ناراض تھیں کہ مرتے مرتے مر گئیں مگر ان دونوں سے بات بھی نہیں کی کیونکہ ابوبکر نے ہر مرتبہ آپ کے دعویٰ کو رد کر دیا تھا. نہ آپ کی نہ حضرت علیؑ کی کسی کی بھی گواہی قبول نہیں کی ان تمام باتوں کی وجہ سے جناب معصومہؑ اتنا ناراض تھیں کہ اپنے شوہر کو وصیت کر دیا تھا. مجھے رات کو چپکے سے دفن کر دینا اور ان لوگوں کو میرے جنازے پر نہ آنے دینا۔[2]

اب جب کہ رات کو دفن کرنے کی آگئی ہے تو عرض کرتا چلوں کہ میں جب بھی مدینہ گیا تو بڑی

---

[1] تاریخ الخلفا، (ابن قتیبہ) ج ۱ ص ۱۹، شرح نہج البلاغہ (معتزلی) بیعت ابی بکر۔

[2] بخاری ج ۳ ص ۳۶، مسلم ج ۲ ص ۲، باب لا نورث ما ترکناہ صدقۃ۔

کوشش اس بات کے لئے کی کہ کچھ حقیقتوں کا پتہ چلا سکوں چنانچہ میں نے درج ذیل نتائج کا انکشاف کیا ملاحظہ فرمائیے:

(۱) جناب فاطمہؑ کی قبر مجہول ہے کوئی نہیں جانتا کہاں ہے؟ بعض کا خیال ہے "حجرہ نبویہ میں ہے" بعض کا نظریہ ہے کہ حجرہ نبیؐ کے مقابلہ میں جو آپ کا گھر تھا۔ اسی میں دفن ہیں کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جنت البقیع میں اہل بیتؑ کی قبروں کے بیچ میں ہے لیکن صحیح جگہ کی تشخیص یہ لوگ بھی نہیں کر سکے۔ اس سے میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ جناب فاطمہؑ کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کی ہر نسل یہ سوال کرے آخر کیا بات ہے کہ جناب فاطمہؑ نے اپنے شوہر کو وصیت کی کہ ان کو رات کی تاریکی میں چپکے سے دفن کر دیا جائے اور ان لوگوں میں سے کوئی آپ کے جنازے پر نہ آئے! اس طرح ممکن ہے کہ تاریخ کا مطالعہ کرنے والے مسلمان کو بعض چونکا دینے والے حقائق کا پتہ چل جائے۔

(۲) دوسرا نتیجہ میں نے یہ نکالا کہ عثمان بن عفان کی قبر کی زیارت کرنے والے کو کافی مسافت طے کرنے کے بعد بقیع کے آخر میں ایک دیوار کے نیچے جاکر قبر ملتی ہے اس کے برخلاف اغلب صحابہ بقیع میں داخل ہونے کے بعد ہی ان کی قبریں مل جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ مالک بن انس جو تبع تابعین سے ہیں۔ اور ایک مشہور مذہب (مالکی) کے سربراہ ہیں ان کی بھی قبر ازواج رسولؐ کے قریب ہی ہے اور اس سے مؤرخین کی یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ عثمان "حش کوکب" میں دفن کیا گیا ہے۔ حش کوکب یہودیوں کی زمین ہے جب مسلمانوں نے عثمان کو بقیع رسولؐ میں دفن نہیں ہونے دیا تو ان کے ورثا نے مجبوراً حش کوکب میں دفن کیا (سے پہونچی وہیں یہ خاک جہاں کا خمیر تھا)۔

پھر جب معاویہ تخت خلافت پر بیٹھا تو اس نے یہودیوں سے اس زمین کو خرید کر بقیع میں شامل کر دیا تاکہ عثمان کی قبر بھی بقیع میں کہی جانے لگے۔ جو شخص بھی بقیع کی زیارت کرے گا اس پر یہ حقیقت واضح ہو جائیگی۔

مجھے تو سب سے زیادہ تعجب اس بات پر ہے کہ جناب رسولؐ خدا سے ملحق ہونے والی سب سے پہلی شخصیت جناب فاطمہؑ کی ہے کیونکہ سب سے زیادہ فاصلہ جو بتایا جاتا ہے وہ چھ مہینہ کا ہے لیکن وہ اپنے باپ کے پہلو میں دفن نہیں ہو سکیں لیکن جناب فاطمہؑ اپنے باپ کے پہلو میں دفن نہ ہو سکیں حالانکہ آپ نے وصیت کر دی تھی کہ

مجھے چپکے سے دفن کر دیا جائے تو اگر امام حسنؑ اپنے جد کے پہلو میں دفن نہ ہو سکیں تو تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ جب امام حسینؑ اپنے بھائی امام حسنؑ کا جنازہ لے کر آئے کہ پہلوئے رسولؐ میں دفن کر دیا جائے تو ام المومنین عائشہ اس کو روکنے کے لئے خچر پر سوار ہو کر آئیں اور چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں! میرے گھر میں اس کو دفن نہ کرو جس کو میں دوست نہیں رکھتی۔ اس منع کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی امیہ اور بنی ہاشم صف باندھ کر کھڑے ہو گئے اور ایک دوسرے پر حملے کیلئے آمادہ ہو گئے۔ لیکن امام حسینؑ نے عائشہ سے کہا میں اپنے بھائی کے جنازہ کو طواف کرا کے بقیع میں دفن کروں گا۔ کیونکہ امام حسنؑ نے وصیت کر دی تھی کہ میرے سلسلہ میں ذرہ برابر بھی خون نہ بہایا جائے اسی موقع پر ابن عباس نے اپنے مشہور اشعار کہے ہے

تَجَمَّلْتِ تَبَغَّلْتِ ، وَلَوْ عِشْتِ تَفَيَّلْتِ + لَكِ التُّسْعُ مِنَ الثُّمْنِ + وَفِي الْكُلِّ تَصَرَّفْتِ

تم اونٹ پر بیٹھ چکی ہو (جنگ جمل کیطرف اشارہ ہے) اور (آج) خچر پر بیٹھی ہو (امام حسنؑ کا جنازہ روکنے کے لئے عائشہ خچر پر بیٹھ کر آئی تھیں) اگر تم زندہ رہ گئیں تو ہاتھی پر بھی بیٹھو گی۔ تمہارا حصہ تو ۱/۹ میں سے ۱/۸ ہے۔ مگر تم نے پورے میں تصرف کر لیا[۱] خوفناک حقائق میں سے ایک تلخ حقیقت یہ بھی ہے اس گھر میں ۱/۸ بیوی کا حصہ ہے۔ پھر پورے گھر پر عائشہ کو کیا حق تھا کہ وہ منع کریں؟

اور جب نبیؐ کا کوئی وارث ہی نہیں ہوتا جیسا کہ ابوبکر نے کہا اور اسی بنیاد پر جناب فاطمہؑ کا حق نہیں دیا تو پھر ابوبکر کی بیٹی کو نبیؐ کی میراث کیسے مل رہی ہے؟ کیا قرآن میں ایسی کوئی آیت ہے جو یہ بتاتی ہو کہ بیٹی کو میراث نہیں ملتی مگر بیوی کو ملتی ہے؟ یا سیاست نے ہر چیز کو الٹ پلٹ دیا تھا بیٹی کو کچھ نہ دے کر بیوی کو سب کچھ دیدیا گیا؟

بعض مورخین نے یہاں پر ایک دلچسپ قصہ لکھا ہے اور چونکہ وہ میراث سے متعلق ہے اس لئے اس کا ذکر کر دینا مناسب ہے۔ ابن ابی الحدید معتزلی نہج البلاغہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

---

[۱] شوہر کے ترکہ میں سے بیوی کو آٹھواں حصہ ملتا ہے جب شوہر صاحب اولاد ہو اور رسولؐ خدا کی نو بیویاں تھیں تو ترکہ سے جو آٹھواں حصہ ملتا اس میں تمام بیویاں شریک ہوتیں یعنی آٹھویں حصہ کا ہر ایک کو ۱/۹، ۱/۸ ملتا (بقیہ اگلے صفحہ)

حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں عائشہ و حفصہ عثمان کے پاس آئیں اور ان سے کہا رسولؐ خدا کی میراث ہم دونوں میں تقسیم کر دیجئے۔ عثمان ٹیک لگائے بیٹھے تھے یہ سنتے ہی ٹھیک سے بیٹھ گئے اور عائشہ کو مخاطب کرتے ہوئے بولے: تم اور یہ جو بیٹھی ہیں دونوں ایک اعرابی کو لے کر آئیں جو اپنے پیشاب سے طہارت کرتا ہے اور تم دونوں نے گواہی دی کہ رسولؐ خدا نے فرمایا ہم گروہ انبیا کسی کو وارث نہیں بناتے! اب اگر واقعاً رسولؐ کسی کو وارث نہیں بناتے (یعنی رسولؐ کا کوئی وارث نہیں ہوتا) تو تم دونوں رسول کے بعد کیا مانگنے آئی ہو؟ اگر رسولؐ کا وارث ہوتا ہے تو تم لوگوں نے فاطمہؑ کو ان کے حق سے کیوں روکا، عائشہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئیں اور وہاں سے غصہ کی حالت میں نکلیں۔ اور فرمایا نعثل کو قتل کر دو یہ تو کافر ہو گیا ہے [1]

(۳) علیؑ کی پیروی اولیٰ ہے۔

میرے شیعہ ہونے اور آباؤاجداد کے مذہب کو چھوڑ دینے کا ایک سبب حضرت علیؑ اور ابوبکر کے درمیان عقلی و نقلی دلیلوں سے موازنہ کرنا ہے۔ میں اس سے پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ میں صرف اسی اجماع کو قابل بھروسہ سمجھتا ہوں جس پر سنی و شیعہ دونوں متفق ہوں۔ اس اعتبار سے جب میں نے فریقین کی کتابوں کی کھنگالا تو یہ دیکھا کہ صرف علیؑ بن ابیطالب کی خلافت پر اجماع ہے سنی و شیعہ دونوں ان مصادر کی بنا پر جو دونوں کے یہاں ہیں حضرت علیؑ کی امامت پر متفق ہیں اور حضرت ابوبکر کی خلافت کو صرف سنی مسلمان ہی تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر کی خلافت کے بارے میں حضرت عمر کا قول ہم پہلے بھی نقل کر آئے ہیں۔

بہت سے حضرت علیؑ کے فضائل و مناقب جنکو شیعہ ذکر کرتے ہیں ان کی سند ہے ان کا حقیقی وجود ہے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) تو عائشہ کا حق صرف ۱/۸ ہے مگر انھوں نے پورے پر قبضہ جما لیا۔ مترجم [1] شرح ابن ابی الحدید ج ۱۶ ص ۲۲۰-۲۲۳

اور اہل سنت کی معتبر کتابوں سے ثابت ہے اور اتنے زیادہ طریقوں سے ثابت ہے کہ شک کی وہاں تک رسائی ہی نہیں ہے۔ حضرت علیؑ کے فضائل کو صحابہ کی ایک جم غفیر نے نقل کیا ہے۔ احمد بن حنبل تو کہتے ہیں ہے جتنے فضائل حضرت علیؑ کے آئے ہیں کسی صحابی کے لئے نہیں آئے ہیں[1] قاضی اسماعیل نسائی۔ ابو علی نیشاپوری کہتے ہیں، جتنی اچھی سندوں کے ساتھ حضرت علیؑ کے مناقب وارد ہوئے ہیں کسی بھی صحابی کے لئے نہیں وارد ہوئے ہیں[2]

آپ اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ بنی امیہ نے مشرق سے لے کر مغرب تک لوگوں کو حضرت پر لعنت کرنے ان پر سب وشتم کرنے ان کی فضیلت کا ذکر نہ کرنے پر مجبور کر رکھا تھا، حد یہ تھی کہ کسی کو اجازت نہ تھی کہ علیؑ نام رکھے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود حضرت علیؑ کے اتنے فضائل و مناقب مذکور ہیں، اسی لئے امام شافعی لکھتے ہیں ہے مجھے اس شخص پر بہت زیادہ تعجب ہے جس کے فضائل دشمنوں نے حسد کی وجہ سے دوستوں نے خوف کی وجہ سے چھپائے۔ لیکن پھر بھی اتنے زیادہ فضائل مذکور ہیں جن سے مشرق ومغرب پُر ہیں،

اسی طرح میں نے حضرت ابوبکر کے سلسلہ میں بھی فریقین کی کتابوں کو چھان مارا لیکن خود اہلسنت والجماعت جو حضرت ابوبکر کو حضرت علیؑ پر ترجیح دیتے ہیں ان کے یہاں بھی حضرت علیؑ کے فضائل کے برابر فضیلت والی حدیثیں نہیں ملیں، اس کے علاوہ ابوبکر کے فضائل کی جو روایتیں موجود بھی ہیں وہ تاریخی کتابوں میں یا تو ان کی بیٹی عائشہ سے ہیں جن کا موقف حضرت علیؑ کے ساتھ کیا تھا؟ دنیا جانتی ہے اس لئے انھوں نے اپنے باپ کو اونچا ثابت کرنے کے لئے اپنی زندگی صرف کر دی اور فرضی روایتوں سے فضیلت ثابت کرنی چاہی ہے اور یا ابوبکر کی فضیلت کی روایات عبد اللہ بن عمر سے منقول ہیں؛ یہ حضرت بھی حضرت علیؑ کے جانی دشمنوں میں تھے ان کا عالم یہ تھا کہ ساری دنیا نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی تھی مگر آپ نے حضرت

---

[1] المستدرک علی الصحیحین (حاکم) ج ۳ ص ۱۰۷، مناقب خوارزمی ص ۳ و ۱۹، تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص ۱۶۸، الصواعق المحرقہ لابن حجر الہیثمی ص ۷۲، تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۶۳، شواہد التنزیل (حسکانی) ج ۱ ص ۱۹

[2] الریاض النضرۃ (طبری) ج ۲ ص ۲۸۲، صواعق محرقہ (ابن حجر) ص ۱۱۸، ۷۲

علیؑ کی بیعت نہیں کی ــــ اس کے برخلاف آپ نے یزید ملعون کی بیعت اس کے ہاتھوں پر نہیں بلکہ پاؤں پکڑ کے کی ہے تفصیل کے لئے تاریخی کتابیں پڑھئے مترجم ــــ اور آپ (عبداللہ بن عمر) فرمایا کرتے تھے رسول خداؐ کے بعد افضل الناس ابوبکر تھے ان کے بعد عمر ان کے بعد عثمان تھے اس کے بعد کسی کو فضیلت نہیں ہے سب ہی برابر کے ہیں [1]

آپ نے توجہ فرمائی اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت علیؑ بازاری لوگوں کے برابر تھے حضرت علیؑ کے لئے نہ کوئی فضل تھا، نہ فضیلت! آخر یہ عبداللہ کس دنیا میں رہتے تھے ان کو تو ان حقائق کا پتہ ہی نہیں جن کو اعلام امت اور ائمہ امت نے تحریر کیا ہے کہ حسن سندوں کے ساتھ جتنی فضیلت کی روایات علیؑ کے لئے ہیں کسی صحابی کے لئے نہیں ہیں۔ کیا عبداللہ بن عمر نے حضرت علیؑ کی ایک بھی فضیلت نہیں سنی تھی؟ اجی سنی بھی تھی اور یاد بھی تھی لیکن سیاست کی دنیا عجیب ہوتی ہے ؎

(خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد + جو چاہے آپ کا حُسن کرشمہ ساز کرے)

عائشہ و عبداللہ بن عمر کے علاوہ جن لوگوں نے ابوبکر کی فضیلت بیان کی ہے ان کے اسمائے گرامی پڑھئے! عمرو بن العاص، ابوہریرہ، عروۃ، عکرمہ، وغیرہ ہیں، اور تاریخ کا بیان ہے کہ یہ سب حضرت علیؑ کے دشمن تھے اور ان سے کبھی تو ہتھیاروں سے جنگ کرتے تھے کبھی دسیسہ کاری سے، اور یہ بھی نہ ہو تو حضرت علیؑ کے دشمنوں کے لئے فرضی حدیثیں جعل کیا کرتے تھے، امام احمد بن حنبل کہتے ہیں: حضرت علیؑ کے بہت زیادہ دشمن تھے، دشمنوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح علیؑ میں کوئی عیب تلاش کر لیں مگر ناکامیاب رہے تو یہ لوگ حضرت علیؑ کے اس دشمن کے پاس آ گئے جس نے حضرت علیؑ سے حرب و قتال کیا تھا اور اپنی مکاریوں کی بنا پر اس کی تعریفیں کرنے لگے [2]

لیکن خدا کا اعلان ہے: اِنَّھُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا وَّاَکِیْدُ کَیْدًا فَمَھِّلِ الْکٰفِرِیْنَ اَمْھِلْھُمْ رُوَیْدًا [3]

بیشک یہ کفار اپنی تدبیر کر رہے ہیں اور میں اپنی تدبیر کر رہا ہوں۔ اس لئے کافروں کو مہلت دو بس ان کو تھوڑی

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۰۲ [2] فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۸۳، تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص ۱۹۹، صواعق محرقہ (ابن حجر) ص ۱۲۵۔ [3] پ ۳۰ س ۸۰ آیت ۱۵، ۱۶، ۱۷

سی مہلت دو۔

یقیناً پروردگار عالم کا معجزہ ہے، کہ مسلسل چھ سو سال حضرت علیؑ اور آل علیؑ کی مخالف حکومت کے بعد بھی حضرت علیؑ کے فضائل موجود ہیں، میں چھ سو سال اس لئے کہہ رہا ہوں کہ بنی عباس بھی بغض، حسد، ظلم قتل اہل بیتؑ کے سلسلہ میں اپنے اسلاف بنی امیہ سے کم نہیں تھے، بلکہ دو ہاتھ آگے ہی تھے، ابو فراس ہمدانی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

مَا نَالَ مِنْهُمْ بَنُو حَرْبٍ وَاِنْ عَظُمَتْ + تِلْكَ الْجَرَائِرُ اِلَّا دُوْنَ نَيْلِكُمْ

كَمْ غَدْرَةٍ لَكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاضِحَةٍ + وَكَمْ دَمٍ لِرَسُوْلِ اللهِ عِنْدَكُمْ

اَنْتُمْ لَهُ شِيْعَةٌ فِيْمَا تَرَوْنَ وَفِي + اَظْفَارِكُمْ مِنْ بَنِيْهِ الطَّاهِرِيْنَ دَمُ

(ترجمہ:) بنی امیہ نے آل محمدؐ کو بہت ستایا ان پر مظالم کے پہاڑ توڑے۔ اے بنی عباس! بنی امیہ کے مظالم آل محمدؐ پر چاہے جتنے زیادہ ہوں تم سے پھر بھی کم ہیں، تم نے دین کے بارے میں ان کے ساتھ کتنی ہی مرتبہ صاف صاف غداری کی۔ تمہارے بہانے ہوئے کتنے خون کا قصاص رسول خداؐ کے پاس ہے۔ بظاہر تم اپنے کو آل محمدؐ کا شیعہ کہتے ہو لیکن محمدؐ کی اولاد طاہرین کا خون تمہارے ناخنوں میں اب تک ہے ــــ ان تمام تاریکیوں کے باوجود جب ایسی حدیثیں حضرت علیؑ کی فضیلت میں ہیں تو یہ صرف خدا کا کرم ہے اور اس کی حجت بالغہ ہے۔

ابوبکر باوجودیکہ خلیفہ اول تھے، اور آنا اثر و نفوذ رکھتے تھے اور اموی سلاطین باوجودیکہ ابوبکر، عمر، عثمان کے حق میں روایت کرنے والوں کا منہ موتیوں سے بھر دیتے تھے ان کے لئے مخصوص عطیہ در شوت معین کی جا چکی تھی اور اس کے باوجود کہ ابوبکر کے لئے فضائل و مناقب کی جعلی حدیثوں کی بھرمار کر دی گئی تھی اور ان سے تاریخ کے صفحات سیاہ کر دئیے گئے تھے ــ مگر ان سب باتوں کے باوجود "حضرت علیؑ کی شان میں واقعی فضیلت کی جو احادیث ہیں ان کا عشر عشیر بھی ابوبکر کے لئے نہیں ہے" اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ ابوبکر کی شان میں نقل کی جانی والی روایات کی اگر تحلیل کی جائے تو تاریخ نے جو ان کے تناقضات لکھے ہیں ان کے ساتھ یہ روایات جمع ہی نہیں ہو سکتیں اور نہ عقل و شرع ان کو قبول کر سکتی ہے۔

حدیث "لو وزن ایمان ابی بکر بایمان امتی لرجح ایمان ابی بکر" کے سلسلہ میں حقیر پہلے بھی بحث کر چکا ہے لیکن مزید سنئے۔

- اگر رسول خدا کو معلوم ہوتا کہ ابوبکر کا ایمان اس درجہ کا ہے تو اسامہ بن زید کی سرکردگی میں ابوبکر کو قرار دیتے۔
- اگر رسول خدا کو معلوم ہوتا کہ ابوبکر کا ایمان اس درجہ کا ہے تو ابوبکر کے لئے گواہی دینے سے انکار نہ کرتے بلکہ جس طرح شہدائے احد کیلئے گواہی دی تھی ان کے لئے بھی گواہی دیتے اور یہ نہ فرماتے کہ مجھے نہیں معلوم میرے بعد تم کیا کیا کرو گے؟ جس پر ابوبکر بہت روئے تھے۔[1]
- اگر رسول خدا کو معلوم ہوتا کہ ابوبکر کا ایمان اس درجہ کا ہے تو علیؑ کو بھیج کر ان سے سورہ برائت کی تبلیغ کو روک نہ دیتے۔[2]
- اگر رسول خدا کو معلوم ہوتا کہ ابوبکر کا ایمان اس درجہ کا ہے تو خیبر میں علم دینے کے لئے نہ فرماتے: کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہو گا اور خدا اور رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہوں گے، کرار ہو گا، غیر فرار ہو گا خدا نے اس کے دل کا امتحان لے لیا ہے۔ اس کے بعد حضرت علیؑ کو علم دیا ابوبکر کو نہیں دیا۔[3] بلکہ اگر خدا کو معلوم ہوتا کہ ابوبکر کا ایمان اس درجہ کا ہے یا یہ کہ ابوبکر کا ایمان پوری امت محمدؐ کے ایمان سے زیادہ ہے تو جس وقت انھوں نے نبیؐ کی آواز پر اپنی آواز بلند کی تھی خدا ان کے اعمال کے حبط کر دیئے جانے کی دھمکی نہ دیتا۔[4]
- اگر علیؑ اور ان کے پیروکاروں کو معلوم ہوتا کہ ابوبکر کا ایمان اس درجہ کا ہے تو یہ لوگ کبھی بھی ابوبکر کی بیعت سے انکار نہ کرتے۔
- اگر فاطمہؑ کو ایمان ابوبکر کا وزن معلوم ہوتا تو ان پر غضبناک نہ ہوتیں، ان سے بات چیت نہ بند کرتیں، ان کے سلام کا جواب دیتیں، ان کے لئے ہر نماز کے بعد بددعا نہ کرتیں، ان کو اپنے جنازہ

---

[1] موطا امام مالک ج ا ص ۳۰۷، مغازی واقدی ص ۳۱۰ [2] ترمذی ج ۴ ص ۳۳۹، مسند احمد ج ا ص ۲۱۹، مستدرک حاکم ج ۲ ص ۵۱ [3] صحیح مسلم باب فضائل علی ابن ابیطالب [4] بخاری ج ۴ ص ۱۸۴

میں شریک نہ ہونے دینے کی وصیت نہ کرتیں۔[1]

● خود ابوبکر کو اپنے ایمان کی اس بلندی کا علم ہوتا تو چاہے فاطمہؑ کے گھر میں لوگ جنگ ہی کرنے کے لئے اکٹھا ہوئے ہوتے اور دروازہ بند کر لئے ہوتے جب بھی یہ فاطمہؑ کے گھر کو کھلوانے کی کوشش نہ کرتے، فجاءۃ السلمی کو آگ میں جلایا نہ ہوتا، سقیفہ میں قلادہ بیعت عمر یا ابو عبیدہ کے گردن میں ڈال دیا ہوتا۔[2] اور اگر ابوبکر کا ایمان اتنا وزنی ہوتا جو پوری امت کے ایمان پر بھاری ہوتا تو اپنی عمر کے آخری لمحات میں فاطمہؑ کے ساتھ جو اقدامات کئے ہیں ان پر اور فجاءۃ السلمی کے جلائے پر اور خلافت کا عہدہ سنبھالنے پر نادم و پشیمان نہ ہوتے اسی طرح یہ تمنا کرتے کاش میں مینگنی ہوتا، کاش میں بال ہوتا، کاش میں بشر نہ ہوتا۔ سوچئے کیا ایسے شخص کا ایمان پوری امت اسلامیہ کے برابر ہو سکتا ہے؟ نہیں! چہ جائیکہ پوری ملت اسلامیہ پر بھاری ہو۔

اب آیئے اس حدیث کو لیجئے: لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا. اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر ہی کو خلیل بناتا — یہ بھی پہلی حدیث کی طرح برعکس ہے۔ ہجرت سے پہلے مکہ میں جب "مواخاۃ صغریٰ" رسولؐ نے قرار دی ہے اور ہجرت کے بعد مدینہ میں جب آنحضرتؐ نے انصار و مہاجرین میں مواخات قرار دی ہے جس کو "مواخات کبریٰ" کہا جاتا ہے ان دونوں میں ابوبکر کہاں چلے گئے تھے؟ رسول خدا نے ان کو کیوں اپنا بھائی نہیں بنایا؟ دونوں ہی موقعوں پر رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ ہی کو کیوں اپنا بھائی قرار دیا؟ اور فرمایا: اے علیؑ تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو![3] ابوبکر کو کیوں محروم قرار دیا؟ نہ آخرت کا بھائی نہ آخرت کا خلیل کچھ بھی تو نہ بنایا۔ میں اس بحث کو طول نہیں دینا چاہتا۔ بس انھیں دو حدیثوں پر اکتفا کرتا ہوں جو کتب اہل سنت والجماعت میں موجود ہیں۔ رہے شیعہ تو وہ ان حدیثوں کو بالکل مانتے ہی نہیں

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۳، رسائل الجاحظ ص ۳۰۱، اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۱۵ [2] تاریخ طبری ج ۴ ص ۵۲، الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۸، تاریخ مسعودی ج ۱ ص ۴۱۴ [3] تذکرۃ الخواص (ابن جوزی) ص ۲۳، تاریخ دمشق (ابن عساکر) ج ۱ ص ۱۰۷، المناقب (خوارزمی) ص ۷، فصول المہمۃ (ابن الصباغ) ص ۲۱

اور وہ بہت مضبوط دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ یہ حدیثیں ابوبکر کے مرنے کے بعد وضع کی گئی ہیں۔

یہ تو فضائل کا قصہ ہے اب اگر ہم فریقین کی کتابوں میں حضرت علیؑ کی برائیوں کو تلاش کریں تو عُمر لب بیار کے بعد بھی ایک برائی بھی آپ کو نہ ملے گی۔ البتہ حضرت علیؑ کے علاوہ دوسروں کی برائیوں کی بھرمار آپ کو اہل سنت کی صحاح، کتب سیر، کتب تاریخ میں ملے گی۔

اس طرح فریقین کا اجماع صرف حضرت علیؑ کے لئے مخصوص ہے جیسا کہ تاریخ بھی کہتی ہے کہ صحیح بیعت صرف حضرت علیؑ کے لئے ہوئی ہے۔ کیونکہ علیؑ بیعت لینے سے انکار کر رہے تھے مہاجرین و انصار نے اصرار کر کے بیعت کی ہے۔ چند انگلیوں پر گنے جانے والے افراد نے بیعت نہیں کی تو آپ نے ان کو بیعت پر مجبور بھی نہیں، حالانکہ بقول عمر ابوبکر کی بیعت ناگہانی تھی، خدا نے مسلمانوں کو اس کے شر سے بچالیا۔ ابوبکر نے اپنی بیعت نہ کرنے والوں کو قتل کرا دیا یا بیعت پر مجبور کیا مترجم —— اور عمر کی خلافت اس وصیت کے پیش نظر تھی جو ابوبکر نے عمر کیلئے کی تھی اور عثمان کی بیعت تو ایک تاریخی مضحکہ خیزی تھی کیونکہ عمر نے چھ آدمیوں کو خلافت کا کنڈیڈیٹ اپنی طرف سے معین کر کے ان کے لئے لازم قرار دیدیا تھا کہ یہ چھ حضرات اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرلیں۔ اگر چار کی رائے ایک طرف ہو اور دو کی ایک طرف تو دو کو قتل کردو اور اگر تین تین ہوں تو جس تین کے ساتھ عبدالرحمان بن عوف ہوں اس کی بات مان لو اور اگر ایک معین وقت گزر جائے اور یہ لوگ کسی بات پر اتفاق نہ کر پائیں تو ان چھ کے چھ کو قتل کردو، یہ قصہ طویل بھی ہے اور عجیب بھی۔

مختصر یہ ہے کہ عبدالرحمان بن عوف نے حضرت علیؑ کو منتخب کیا اور ان سے کہا شرط یہ ہے کہ آپ مسلمانوں میں حکم خدا و سنت رسولؐ و سیرت شیخین (ابوبکر و عمر) کے مطابق حکم کریں گے۔ حضرت علیؑ نے سیرت شیخین کی شرط کو قبول نہیں کیا مگر عثمان نے قبول کرلیا اس لئے وہ خلیفہ بنا دیئے گئے حضرت علیؑ شوریٰ سے باہر چلے گئے۔ اور آپ کو نتیجہ پہلے ہی سے معلوم تھا آپ نے اس کا ذکر اپنے مشہور خطبہ شقشقیہ میں بھی کیا ہے۔

حضرت علیؑ کے بعد معاویہ تخت خلافت پر بیٹھے انھوں نے خلافت کو ملوکیت سے بدل دیا۔

جس پر بنی امیہ یکے بعد دیگرے حکومت کرتے رہے، بنی امیہ کے بعد خلافت کی گیند بنی عباس کے پالے میں چلی گئی۔ اس کے بعد پھر خلیفہ وہ شخص ہوتا تھا جس کو موجودہ خلیفہ نامزد کر جائے۔ یا جو طاقت و قہر و غلبہ سے سلطنت چھین لے۔ اور پھر اسلامی تاریخ میں صحیح بیعت[1] کا وجود ہی ختم ہو گیا۔ یہاں تک کہ کمال اتاترک نے خلافت اسلامیہ کے تابوت میں آخری کیل بھی ٹھونک دی اور اس پورے دور میں صحیح بیعت صرف علیؑ کے لئے ہی ہوئی تھی۔

---

[1] صحیح بیعت سے مراد وہ بیعت ہے جو ناگہانی نہ ہو اور لوگ خود بخود بیعت کریں کسی کو مجبور نہ کیا جائے۔

(۴) احادیث حضرت علیؑ کی اطاعت کو واجب بتاتی ہیں

جن حدیثوں نے میری گردن پکڑ کر حضرت علیؑ کی اقتدا پر مجبور کر دیا وہ وہی حدیثیں ہیں جن کو علمائے اہل سنت نے اپنی صحاح میں نقل کیا ہے۔ اور ان کے صحیح ہونے کی تاکید کی ہے اور شیعوں کے یہاں تو الی ماشاء اللہ احادیث ہیں جو حضرت علیؑ کے لئے نص ہیں۔ لیکن میں اپنی عادت کے مطابق صرف انھیں احادیث پر اعتماد کروں گا اور انھیں سے استدلال کروں گا جو فریقین کے یہاں متفق علیہا ہوں انمیں سے چند یہ ہیں۔

(۱) "حدیث مدینہ" "اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا" [۱]

رسولؐ خدا کے بعد تشخیص قیادت کے سلسلہ میں یہ حدیث ہی کافی ہے کیونکہ جاہل کے مقابلہ میں عالم کی اتباع کی جاتی ہے خود ارشاد رب العزت ہے قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (پ ۲۳ س ۳۹ (زمر) آیت ۹) اے رسولؐ تم پوچھو تو بھلا کہیں جاننے والے اور نہ جاننے والے لوگ برابر ہو سکتے ہیں؟ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: اَفَمَنْ یَّھْدِیْ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَھِدِّیْ اِلَّآ اَنْ یُّھْدٰی فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ (پ ۱۱، (یونس) آیہ ۳۵) تو جو شخص دین کی راہ دکھاتا ہے کیا وہ زیادہ حقدار ہے کہ اس کے حکم کی پیروی کی جائے یا وہ شخص جو دوسرے کی ہدایت تو در کنار (خود جب تک دوسرا اس کو راہ نہ دکھائے دیکھ نہیں پاتا) تو تم کو کیا ہو گیا ہے تم کیسے حکم لگاتے ہو؟

ظاہری سی بات ہے عالم ہدایت کرتا ہے اور جاہل کو ہدایت کی جاتی ہے، جاہل دوسروں سے کہیں زیادہ ہدایت کا محتاج ہوا کرتا ہے۔

---

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۲۷، تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص ۳۵۸، مناقب (احمد بن حنبل)

اس سلسلہ میں تاریخ کا متفقہ بیان ہے کہ حضرت علیؑ مطلقاً تمام صحابہ سے زیادہ عالم تھے اور اصحاب امہات المسائل میں حضرت علیؑ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے لیکن حضرت علیؑ نے کسی صحابی کی طرف کبھی بھی رجوع نہیں فرمایا اس کے برخلاف ابوبکر کہا کرتے تھے۔ "لَا اَبْقَانِی اللّٰهُ لِمُعْضِلَةٍ لَیْسَ لَهَا اَبُوالْحَسَنِ" (خدا مجھے کسی ایسی مشکل کیلئے زندہ نہ رکھے جس کے حل کیلئے حضرت علیؑ نہ ہوں) اور عمر بار بار کہتے تھے: لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ [1] اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

حبر الامت ابن عباس کہا کرتے تھے: میرا اور تمام اصحاب محمدؐ کا علم حضرت علیؑ کے علم کے مقابلہ میں ایسا ہی ہے، جیسے سات سمندروں کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔[2]

خود حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے: میرے مرنے سے پہلے (جو چاہو) مجھ سے پوچھ لو۔ خدا کی قسم اگر تم قیامت تک ہونے والی کسی چیز کے بارے میں پوچھو گے تو اس کو بھی بتا دوں گا۔ مجھ سے قرآن کے بارے میں پوچھو۔ خدا کی قسم قرآن کی کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس کو میں نہ جانتا ہوں کہ یہ رات میں اتری ہے یا دن میں، پہاڑ پر اتری ہے یا ہموار زمین پر۔[3]

اور ادھر ابوبکر کا عالم یہ تھا کہ جب ان سے اَبًّا کے معنی پوچھے گئے جو اس آیت میں ہے: وَفَاكِهَةً وَاَبًّا مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (پ ۳۰ س ۸۰ (عبس) آیت ۲۰، ۲۱، ۲۲) اور میوے اور چارا یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے چارپایوں کے فائدے کے لئے بنایا۔ تو اس کے جواب میں یہ کہنے لگے: کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اور کون سی زمین مجھے اٹھائے گی اگر میں کہوں کہ کتاب خدا میں ایسی آیت ہے جس کے معنی میں نہیں جانتا۔ اور عمر کہتے تھے: عمر سے زیادہ ہر شخص فقہ جانتا ہے انتہا یہ ہے کہ پردہ میں بیٹھنے والیاں بھی۔ حضرت عمر سے ایک آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو عمر نے پہلے تو اس کو ڈانٹا پھر درہ لے کر اس پر پل پڑے اور اتنا مارا کہ وہ لہولہان ہو گیا کہنے لگے ایسی چیزوں کے بارے میں نہ پوچھا کرو کہ اگر ظاہر ہو جائیں تو تم کو بُری لگیں۔[4]

---

[1] استیعاب ج ۳ ص ۳۹، مناقب (خوارزمی) ص ۴۸، ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۹۴ [2] حوالہ سابق [3] الریاض النضرۃ (محب الدین) ج ۲ ص ۱۹۸، تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص ۱۲۴، اتقان ج ۲ ص ۳۱۹، فتح الباری ج ۸ ص ۴۸۵، تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۳۸

[4] سنن دارمی ج ۱ ص ۵۴، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۳۲، در منثور ج ۶ ص ۱۱۱

بے چارے سائل نے کلالہ کے معنی پوچھ لئے تھے۔
طبری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت عمر کہتے تھے، اگر مجھے کلالہ کے معنی معلوم ہوتے تو یہ بات میرے نزدیک شام کے قصروں سے زیادہ محبوب تھی۔ ابن ماجہ نے بھی سنن میں عمر کے حوالے سے لکھا ہے کہ موصوف فرماتے تھے: تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر رسولؐ اللہ نے ان کو بیان کر دیا ہوتا تو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتیں، کلالہ، ربا، خلافت،
سبحان اللہ! ناممکن ہے کہ رسولؐ خدا نے ان چیزوں کو بیان نہ کیا ہو۔

(۲) حدیث منزلت "یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ(ع) الا انہ لا نبی بعدی"

اے علیؑ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی بس یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبیؐ نہیں ہو گا!
اس حدیث سے حضرت علیؑ کی وزارت (ولایت) وصایت، خلافت صریحی طور سے ثابت ہوتی ہے جیسا کہ صاحبانِ عقل کے نزدیک یہ بات مخفی نہیں ہے۔ جب جناب موسیٰ میقات رب کے لئے گئے تھے تو ان کی عدم موجودگی میں جناب ہارون آپ کے وزیر، وصی، خلیفہ تھے یہی چیز حضرت علیؑ کیلئے بھی ثابت ہے، اس حدیث سے دو باتیں اور بھی ثابت ہوتی ہیں۔
(۱) حضرت ہارون کی طرح حضرت علیؑ حضرت رسولؐ کی تمام خصوصیات کے نبوت کے علاوہ حامل تھے
(۲) حضرت علیؑ رسولؐ خدا کے علاوہ آپ کے تمام اصحاب سے افضل و برتر تھے

(۳) حدیث غدیر "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ

مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهُ وَادِرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ دَارَ"!

جن لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ابوبکر، عمر، عثمان اس شخص پر فضیلت رکھتے ہیں جس کو رسول خدا نے اپنے بعد مومنین کا ولی بنایا ہے، ان لوگوں کے خیال باطل کو باطل کرنے کے لئے صرف یہ حدیث اکیلی ہی کافی ہے، اور جن لوگوں نے صحابہ کا بھرم رکھنے کے لئے اس حدیث میں لفظ مولیٰ کی تاویل کی ہے کہ اس سے مراد محب و ناصر ہے ان کی تاویل بے اعتبار ہے کیونکہ جس اصلی معنی کا رسولؐ نے ارادہ کیا تھا اس معنی سے اس کو موڑ نہ ہے، کیونکہ شدید گرمی میں جب رسولؐ خدا نے کھڑے ہو کر فرمایا: کیا تم لوگ گواہی نہیں دیتے ہو کہ میں مومنین کے نفوس پر مومنین سے زیادہ اولویت رکھتا ہوں، تو سب نے کہا بیشک یا رسول اللہ! تب آپ نے فرمایا: من کنت مولاہ الخ یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ بھی مولا ہیں، خدایا جو علیؑ کو دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھ، اور جو علیؑ سے دشمنی رکھے تو بھی اس کو دشمن رکھ، جو علیؑ کی مدد کرے تو اس کی مدد کر جو علیؑ کی مدد نہ کرے تو بھی اس کی مدد نہ کر، جدھر علیؑ مڑیں اسی طرف حق کو موڑ دے!

یہ نص صریح ہے کہ حضور حضرت علیؑ کو اپنی امت پر خلیفہ بنا رہے ہیں، ہر عقلمند اسی مطلب کو قبول کریگا اور دور از کار تاویلوں کو ترک کر دے گا۔ رسولؐ کا احترام صحابہ کے احترام سے کہیں زیادہ ہے اس لئے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ صرف یہ بتلانے کیلئے کہ علیؑ ناصر ہیں اور محب ہیں آنحضرتؐ نے چلچلاتی دوپہر میں جبکہ گرمی ناقابل برداشت تھی صرف اتنا کہنے کیلئے اکٹھا کیا تھا تو یہ رسولؐ کا مذاق اڑانا ہے ان کو (معاذ اللہ) احمق ثابت کرنا ہے، اس کے علاوہ جو محفل مبارکباد منعقد کی گئی تھی اس کی کیا تاویل کی جائیگی؟ بھلا اتنی سی بات کیلئے ایسی محفل تبریک کی کیا ضرورت تھی؟ جس میں سب سے پہلے امہات المومنین نے مبارکباد پیش کی پھر ابوبکر و عمر آکر بولے: مبارک ہو مبارک ابوطالب کے فرزند تم تمام مومنین و مومنات کے مولا ہو گئے اگر خلافت و امامت مراد نہ ہوتی تو رسولؐ یہ سب نہ کرتے، نہ محفل سجتی نہ مبارکباد پیش کی جاتی؟

واقعات و تاریخ دونوں تاویل کرنے والوں کو جھٹلاتے ہیں، ارشاد خدا ہے: وَاِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (پ ۲ س البقرہ، آیۃ ۱۴۶) اور ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دیدہ و دانستہ حق بات کو چھپاتے ہیں،

(۴) حدیث تبلیغ "عَلِیٌّ مِنِّی وَاَنَا مِنْ عَلِیٍّ وَلَا یُؤَدِّیْ عَنِّیْ اِلَّا اَنَا اَوْ عَلِیٌّ"[1]

"علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں میری طرف سے اس کی تبلیغ میرے یا علیؑ کے علاوہ کوئی اور نہیں کرسکتا۔"

یہ حدیث بھی ایسی ہے جس میں صاحب رسالتؐ نے وضاحت کردی کہ میری طرف سے پہونچانے کی اہلیت صرف علیؑ کے اندر ہے۔ رسولؐ نے حج اکبر کے موقعہ پر ابوبکر کو سورۂ برائت دیکر بھیج دیا تھا پھر جبرئیلؑ کے آنے کے بعد آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو بھیج کر یہ کام ان کے سپرد کردیا اور ابوبکر کو واپس بلالیا اس وقت فرمایا تھا "لَا یُؤَدِّیْ عَنِّیْ اِلَّا اَنَا اَوْ عَلِیٌّ" اور ابوبکر روتے ہوئے واپس آگئے تھے، اور آکر پوچھا یا رسول اللہؐ کیا میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہے؟ تو فرمایا: خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یا خود پہونچاؤں یا پھر علیؑ پہونچائیں۔ اسی طرح ایک دوسرے مناسب موقع پر فرمایا: اے علیؑ تم میرے بعد امت جن چیزوں میں اختلاف کرے گی اس کو بیان کرنے والے ہو۔[2]

جب رسولِؐ خدا کی طرف سے صرف حضرت علیؑ تبلیغ کرسکتے ہیں اور اختلافات امت کی وہی رسولؐ کے بعد وضاحت کرسکتے ہیں تو جن لوگوں کو "ابّ" یا "کلالہ" کے معنی تک نہ معلوم ہوں ان کو حضرت علیؑ پر کیوں کر مقدم کرسکتے ہیں؟ خدا کی قسم یہ وہ مصیبت ہے جس میں امت مسلمہ گرفتار ہے اور اسی لئے یہ امت ان فرائض کو نہیں پورا کرسکتی جس کو خدا نے اس کے سپرد کیا تھا، اس میں خدا یا رسولؐ یا علیؑ کی کوتاہی نہیں ہے بلکہ اس میں سراسر ان لوگوں کی خطا و کوتاہی ہے جنھوں نے نافرمانی کی اور دین الٰہی میں تبدیلی کردی، ارشاد خدا ہے:

---

[1] سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۴۴، خصائص النسائی ص ۲۰، صحیح الترمذی ج ۵ ص ۳۰۰، جامع الاصول (ابن کثیر) ج ۹ ص ۴۷۱، الجامع الصغیر (سیوطی) ج ۲ ص ۵۶
[2] تاریخ دمشق (ابن عساکر) ج ۲ ص ۴۸۸، کنوز الحقائق (مناوی) ص ۲۰۳، کنز العمال ج ۵، ص ۳۳

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ (پ ۷ ع (مائدہ) آیت ۱۰۴)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو (قرآن) خدا نے نازل فرمایا ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ (اور جو کچھ کہیں اس کو سنو اور مانو) تو کہتے ہیں کہ ہم نے جس (رنگ) میں اپنے باپ دادا کو پایا وہی ہمارے لئے کافی ہے (کیا یہ لوگ لکیر کے فقیر ہی رہیں گے) اگر چہ ان کے باپ دادا (چاہے) کچھ نہ جانتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہی ہوں۔

(۵) "حدیث الدار یوم الانذار"

رسول خدا نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اِنَّ هٰذَا اَخِيْ وَوَصِيِّيْ وَخَلِيْفَتِيْ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْا[1]

یہ (علیؑ) میرا بھائی ہے اور میرا وصی ہے اور میرے بعد میرا جانشین ہے لہٰذا اس کا حکم سنو اور اس کی اطاعت کرو!

یہ حدیث بھی ان صحیح حدیثوں میں سے ہے جس کو مؤرخین نے ابتدائے بعثت میں لکھا ہے اور رسول خدا کے معجزات میں شمار کیا ہے، لیکن برا ہو سیاست کا جس نے حقائق بدل دیئے اور واقعات کو ملیامیٹ کر دیا اور یہ کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے کیونکہ وہ تو تاریک دور تھا، آج عصر نو میں بھی یہی حرکت کی جارہی ہے محمد حسین ہیکل نے اپنی کتاب حیات محمدؐ میں اس حدیث کو مکمل طور سے لکھا ہے ملاحظہ فرمایئے: "طبع اول ۱۳۵۴ھ کا صفحہ ۱۰۴"[2] لیکن اس کتاب کا جب دوسرا ایڈیشن اور اس کے بعد والے ایڈیشنز چھپے ہیں تو اس میں (وصیی، خلیفتی من بعدی) کا لفظ حذف کر دیا جاتا ہے اسی طرح تفسیر طبری کے ج ۱۹ ص ۱۲۱ سے وصیی و خلیفتی

---

[1] تاریخ طبری ج ۲ ص ۳۱۹، تاریخ ابن اثیر ج ۲ ص ۶۲، السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۳۱۱، شواہد التنزیل ج ۱ ص ۳۷۱، کنز العمال ص ۱۵، تاریخ ابن عساکر ج ۱ ص ۸۵، تفسیر الخازن (علاء الدین) ج ۳ ص ۳۷۱

[2] حیات محمدؐ (ہیکل) ج ۱ پ اول باب وانذر عشیرتک الاقربین

کو کاٹ کر اس کی جگہ ان ھذا اخی وکذا وکذا لکھ دیا جاتا ہے، مگر ان تحریف کرنے والوں کو پتہ نہیں ہے کہ طبری نے اپنی تاریخ کے ج ۲ ص ۲۱۹ پر پوری حدیث لکھی ہے دیکھئے یہ لوگ کس طرح تحریف کرتے ہیں اور یہ نورِ خدا کو بجھانا چاہتے ہیں مگر وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ ....

اس بحث کے درمیان حقیقتِ حال کے واضح ہو جانے کے لئے میں نے (حیاتِ محمدؐ) کا پہلا اڈیشن ڈھونڈھنا شروع کیا اور سعیِ بسیار و زحمتِ کثیر و خرچِ کثیر کے بعد بمصداق "جوئندہ یابندہ" وہ نسخہ مجھے مل ہی گیا اور اہم بات یہ ہے کہ واقعاً یہ تحریف ہے اور اس سے میرے اس یقین کو مزید تقویت ملی ہے اہلِ سور کی ساری کوشش اس بات کے لئے ہے کہ وہ سچے واقعات اور ثابت حقائق کو مٹا دیں تاکہ ان کے دشمنوں کے ہاتھوں میں کوئی قوی دلیل نہ پہونچ سکے

لیکن منصف مزاج حق کا متلاشی جب اس قسم کی تحریفات کو دیکھے گا تو ان سے اور دور ہو جائے گا اور اس کو یقین ہو جائے گا کہ یہ لوگ گمراہ کرنے، دسیسہ کاری کرنے، حقائق کو بدلنے کیلئے ہر قیمت دینے کو تیار ہیں، اور انھوں نے ایسے قلم خرید لئے ہیں اور ان کے لئے القاب اور اسناد کی بھرمار اسی طرح کر دی ہے جس طرح مال و دولت سے ان کو جھکا دیا ہے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اہلِ قلم ان صحابہ کی آبرو بچانے کے لئے جو رسولؐ کے بعد الٹے پاؤں پھر گئے تھے، اور جنھوں نے حق کو باطل سے بدل دیا تھا، ہر طرح دفاع کریں چاہے شیعوں کو گالی دینا پڑے ان کو کافر کہنا پڑے "کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (پ ۱ س ۲ (البقرہ) آیۃ ۱۱۸)

ترجمہ: اسی طرح انھیں کی سی باتیں وہ لوگ بھی کر چکے ہیں جو ان سے پہلے تھے، ان سب کے دل آپس میں ملتے جلتے ہیں جو لوگ یقین رکھتے ہیں ان کو تو اپنی نشانیاں صاف طور سے دکھلا چکے۔

"وہ صحیح حدیثیں جو اہل بیت کی اتباع کو واجب بتاتی ہیں"

(۱) "حدیث ثقلین"

رسول خدا کا ارشاد ہے: "یَا اَیُّهَا النَّاسُ! اِنِّی تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِی اَهْلَبَیْتِی"

لوگو میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم نے ان سے تمسک کیا تو گمراہ نہ ہو گے اور وہ خدا کی کتاب اور میری عترت (یعنی) میرے اہل بیت ہیں، اور اس طرح بھی فرمایا: "یُوْشِكُ ان یاتی رسولُ ربّی فَاُجِیْبُ وانی تارك فیکم الثقلین اولهما کتابُ اللّٰه فِیْهِ الْهُدٰی وَالنُّوْرُ وَاَهْلَبَیْتِی اُذَکِّرُکُمُ اللّٰهَ اَهْلَبَیْتِی اُذَکِّرُکُمُ اللّٰهَ اَهْلَبَیْتِی"[1]

قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد آجائے اور میں لبیک کہوں، میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزوں کو چھوڑ رہا ہوں پہلی چیز قرآن ہے جس میں ہدایت و نور ہے اور دوسری چیز میرے اہلبیتؑ ہیں الخ

اس حدیث میں پہلے ہم خوب غور و فکر کرتے ہیں جس کو صحاح اہل سنت والجماعت میں ذکر کیا ہے تو ہم کو پتہ چلتا ہے کہ صرف شیعہ حضرات ہی ثقلین (قرآن و عترت) کی پیروی کرتے ہیں اور اہل سنت حضرت عمر کی اتباع حسبنا کتاب اللہ میں کرتے ہیں، کاش کتاب اللہ ہی پر عمل کرتے اور اس کی تاویل اپنی خواہشات کے مطابق نہ کرتے جب خود حضرت عمر کتاب اللہ میں کلالۃ اور آیت تیمم کا مطلب نہیں جانتے تھے بلکہ مزید دیگر احکام کو نہیں جانتے تھے تو جو لوگ ان کے بعد دنیا میں پیدا ہوئے ہیں اور بغیر کسی اجتہاد کے یا نصوص قرآنیہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کر کے عمر کی تقلید کرتے ہیں وہ بے چارے قرآن کو کیا سمجھیں گے؟

[1] صحیح مسلم باب فضائل علیؑ ج ۵ ص ۱۲۲، صحیح ترمذی ج ۵ ص ۳۲۸، مستدرک الحاکم ج ۳ ص ۱۴۸، مسند امام احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۷

فطری بات ہے کہ اہل سنت اپنے یہاں کی روایت تَرَكْتُ فِيكُمْ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِي[1]
میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں قرآن اور اپنی سنت سے ہماری رد کرنے کی کوشش کریں گے۔
لیکن یہ حدیث اگر صحیح ہے (اگرچہ باعتبار معنی درست ہے) تو حدیث سابق میں جو لفظ عترت آئی ہے،
اس کا مطلب یہ ہے کہ عترت کی طرف رجوع کرو تاکہ وہ میری سنت بیان کریں۔ یا یہ ہے کہ جب رجوع کرو
گے تو وہ حضرات صحیح احادیث بیان کریں گے کیونکہ وہ کذب سے مبرا ہیں اور خدا نے آیت تطہیر کے ذریعہ
ان کی عصمت پر مہر کر دی ہے، دوسرے یہ بھی احتمال ہے کہ وہ حضرات معانی و مقاصد کو بیان کریں گے کیونکہ
تنہا قرآن ہدایت کیلئے کافی نہیں ہے، کیونکہ کتنے ہی گمراہ فرقے ہیں کہ وہ بھی قرآن سے استدلال کرتے
ہیں۔ جیسا کہ یہ بات رسولؐ خدا سے بھی اس وقت مروی ہے جب آپ نے فرمایا تھا: بہت سے قرآن
کی تلاوت کرنے والے ایسے بھی ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ قرآن تو خاموش ہے اس میں جتنے
احتمال چاہو پیدا کر دو۔ قرآن میں محکم، متشابہ بھی ہے جس کا علم صرف راسخون فی العلم ہی کو ہے اس لئے تعبیر
قرآنی کی بنا پر انھیں کی طرف قرآن فہمی کیلئے رجوع کرنا ہوگا یا تعبیر نبوی کی بنا پر اہلبیتؑ کی طرف رجوع کرنا
پڑے گا۔ (راسخون فی العلم سے مراد اہل بیت ہی ہیں مترجم) اس لئے شیعہ حضرات تمام چیزوں میں ائمہ معصومینؑ
ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اجتہاد صرف وہاں کرتے ہیں جہاں معصوم کی نص موجود نہ ہو۔

اور ہم لوگ (سنی) خواہ تفسیر قرآن ہو یا اثبات سنت کا مسئلہ ہو یا تفسیر کا مقصد ہو سب ہی میں صحابہ
کی طرف رجوع کرتے ہیں اور صحابہ کے حالات، ان کے کردار، ان کے استنباط، ان کا اپنی رائے سے
اجتہاد (اور وہ بھی نصوص صریحہ کے مقابلہ میں) ان سب کا علم آپ کو ہے ہی۔ قرآنی نصوص کے مقابلہ میں صحابہ
کے سینکڑوں ذاتی اجتہاد ہیں اس لئے ان کی طرف رجوع کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔

جب بھی ہم اپنے علماء سے پوچھتے ہیں آپ کس کی سنت کی پیروی کرتے ہیں؟ تو فوراً جواب دیتے ہیں
رسولؐ خدا کی سنت کی۔ لیکن یہ حقیقت کے خلاف ہے اس لئے کہ اہل سنت نے خود رسول اللہ سے
روایت کی ہے کہ پیغمبر نے فرمایا: تمہارے اوپر واجب ہے کہ میری سنت کی پیروی کرو اور میرے بعد والے

---

[1] صحیح مسلم، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، ابی داؤد وغیرہ نے اس مشہور حدیث کو اپنے اپنے یہاں لکھا ہے

خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرو اس پر بہت مضبوطی سے عمل کرو۔ لہٰذا جس سنت پر حضرات عمل کرتے ہیں وہ سنت رسولؐ نہیں بلکہ وہ زیادہ تر سنت خلفاء ہے بلکہ سنت رسولؐ بھی خلفاء ہی کے حوالے سے منقول ہے (تو درحقیقت وہ بھی سنت خلفاء ہی ہے)

(اور اگر سنت رسولؐ فرض بھی کر لیا جائے تو بقول اہلسنت سنت رسولؐ ہے ہی نہیں تو پھر پیروی کیسی) کیونکہ اہلسنت کی صحاح میں روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے لوگوں کو اپنی سنت نقل کرنے سے روک دیا تھا کہ کہیں وہ قرآن سے خلط ملط نہ ہو جائے اور ابوبکر و عمر اپنی خلافت کے اوائل میں اس پر سختی سے کاربند بھی تھے، تو سنت منقول ہی نہ ہو سکی، تو اس کی پیروی کیسی؟ لہٰذا "ترکت فیکم و سنتی"[1] رہی کہاں جو حجت ہوتی۔

اس بحث میں جو مثالیں میں نے ذکر کی ہیں (جو نہیں ذکر کی ہیں ان کی تعداد کئی گنا زیادہ ہے) وہی اس حدیث کے بطلان کے لئے کافی ہیں کیونکہ سنت خلفاء (ابوبکر و عمر و عثمان) سنت رسول کی ضد ہے جیسا کہ آپ نے خود ہی محسوس کر لیا ہوگا۔

رسولؐ خدا کے انتقال کے بعد ہی سب سے پہلی حدیث (یا بہتر خلیفہ) جو پیش کی گئی اور جس کو اہل سنت والجماعت اور مورخین سبھی نے لکھا ہے وہ "نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ" والی حدیث ہے، جس سے ابوبکر نے استدلال کیا تھا، اور جناب فاطمہؑ نے اس حدیث کی تکذیب کی تھی اور اس کو باطل قرار دیا تھا اور ابوبکر کے مقابلہ میں احتجاج کرتے ہوئے فرمایا تھا: میرے باپ کسی بھی طرح قرآن کے خلاف کہہ ہی نہیں سکتے جب کہ قرآن یہ کہتا ہے: "یُوصِیکُمُ اللّٰهُ فِی اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ"[2]

خدا تمہاری اولاد کے حق میں تم سے وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ اور یہ آیت سب کے لئے ہے انبیاء ہوں یا غیر انبیاء تو میرے باپ اس کے خلاف کیسے کہہ سکتے ہیں؟ اسی طرح جناب فاطمہؑ نے اس آیت سے بھی: "وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوُدَ" (پ ۱۹ س ۲۷ (نمل) آیت ۱۶) اور علم و حکمت جائداد منقولہ

---

[1] "کتاب اللہ و عترتی" تو ہے لیکن "سنتی" کی لفظ صحاح ستہ میں سے کسی میں نہیں آیا ہے اس حدیث کو لفظ "سنتی" کے ساتھ مالک بن انس نے اپنی کتاب موطا میں تحریر کیا ہے لیکن مرسل نقل کیا ہے مسند کر کے نہیں لکھا ہے طبری و ابن ہشام وغیرہ نے مالک ہی سے لیا ہے اور مالک کی طرح مرسل نقل کیا ہے۔ [2] پ ۴ س ۴ (نساء) آیت ۱۱

www.kitabmart.in

وغیر منقولہ سب میں) سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے' استدلال فرمایا' اور اس آیت سے بھی احتجاج کیا:
فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا (پ ۱۶ س ۱۹ (مریم) آیۃ ۵ و ۶)
ترجمہ - پس تو اپنی بارگاہ سے مجھے ایک جانشین (فرزند) عطا فرما جو میری اور یعقوب کی نسل کی میراث کا مالک ہو اور اے میرے پروردگار اس کو اپنا پسندیدہ بنا۔

دوسرا حادثہ بھی ابوبکر ہی کا ہے جو ان سے قریب ترین شخص تھا وہ حادثہ انہی کے ساتھ پیش آیا یہ واقعہ ابوبکر کی ابتدائے خلافت میں پیش آیا تھا اور مؤرخین اہل سنت نے اس کو لکھا ہے واقعہ یہ تھا کہ کچھ لوگوں نے زکات دینے سے انکار کر دیا تھا ابوبکر کا فیصلہ تھا کہ ان سے جنگ کر کے ان کو قتل کیا جائے لیکن عمر اس کے مخالف تھے' وہ کہتے تھے ان سے قتال نہ کرو میں نے خود رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے: مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہیں اور جو اس کو کہے اس کا مال اس کا خون محفوظ ہے اس کا حساب اللہ پہ ہے

مسلم نے اپنی صحیح میں لکھا ہے: رسول اللہ نے جب خیبر میں علم علیؑ کے حوالہ کیا تو علی نے پوچھا میں ان لوگوں سے کسی چیز پر قتال کروں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: جب تک لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہیں اور جب اس کا اقرار کر لیں تو تمہارے لئے ان کا خون بہانا اور مال لوٹنا ناجائز ہے مگر یہ کہ وہ حق ہو اور ان کا حساب خدا کے اوپر ہے[۱] ۔ لیکن ابوبکر اس حدیث سے قانع نہیں ہوئے اور کہنے لگے: خدا کی قسم جو نماز و زکات میں فرق ڈالے گا میں اس سے جنگ کروں گا۔ اس لئے کہ زکات حق المال ہے یا اس طرح کہا تھا: خدا کی قسم لوگ رسولؐ اللہ کو جو دیا کرتے تھے اگر کسی نے اس میں سے ایک اونٹ باندھنے کی رسی بھی نہ دی تو میں اس سے جنگ کروں گا۔ ابوبکر کی اس بات سے عمر قانع ہو گئے اور فرمایا: میں نے ابوبکر کو اس پر مصر دیکھا یہاں تک کہ خدا نے میرے لئے بھی شرح صدر کر دیا۔

مجھے معلوم نہیں کہ جو لوگ رسول خدا کی مخالفت کر رہے ہوں خدا کس طرح ان کا شرح صدر کر دیتا ہے؟
چونکہ قرآن میں خدا نے اس آیت کے ذریعہ مسلمانوں سے قتال حرام قرار دیا ہے' آیت یہ ہے:

---

[۱] صحیح مسلم ج ۸ ص ۵۱ کتاب الایمان

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِندَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذَٰلِكَ كُنتُم مِّن قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (پ ۵ س ۴ نساء) آیت ۹۴)

ترجمہ: اے ایماندارو جب تم خدا کی راہ میں (جہاد کرنے کو) سفر کرو تو (کسی کے قتل کرنے میں جلدی نہ کرو بلکہ) اچھی طرح جانچ لیا کرو اور جو شخص (اظہار اسلام کی غرض سے) تمہیں سلام کرے تو تم بے سوچے سمجھے نہ کہہ دیا کرو کہ تو ایماندار نہیں ہے (اس سے تو ظاہر ہوتا ہے) کہ تم (فقط) دنیاوی اثاثہ کی تمنا رکھتے ہو (کہ اسی بہانہ قتل کر کے لوٹ لو اور یہ نہیں سمجھتے کہ اگر یہی ہے) تو خدا کے یہاں بہت سی غنیمتیں ہیں (مسلمانو) پہلے تم خود بھی تو ایسے ہی تھے پھر خدا نے تم پر احسان کیا کہ (بے کھٹکے مسلمان ہو گئے) غرض خوب چھان بین کیا کرو بیشک خدا تمہارے ہر کام سے خبردار ہے ـــــ اس لئے مسلمانوں سے قتال کے جواز کے لئے یہ تاویل کی گئی۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے ابوبکر کو زکات دینے سے انکار کیا تھا وہ وجوب زکات کے منکر نہیں تھے، بلکہ اس لئے دیر کی تھی کہ معاملہ واضح ہو جائے۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں زکات نہ دینے والے لوگوں میں سے کچھ لوگ رسولؐ خدا کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک تھے، انھوں نے حضرت علیؑ کی خلافت پر نص کو سماعت کیا تھا، اس لئے جب (خلاف توقع) ابوبکر کے خلیفہ ہونے کی خبر پہونچی تو یہ لوگ بھونچکا رہ گئے اور زکات میں ذرا تاخیر کی تاکہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔ لیکن ابوبکر نے ان کو قتل کرنے کا فیصلہ اس لئے کیا کہ بات دب جائے۔ اور میں چونکہ نہ شیعوں کے قول سے استدلال کرتا ہوں نہ احتجاج اس لئے اس قصہ کو ان لوگوں کے لئے چھوڑ دیتا ہوں جو اس میں دقت نظر سے تحقیق کرنا چاہیں۔

لیکن اتنی بات میں ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں ثعلبہ نے آکر کہا خدا کے رسولؐ میرے لئے دعا کر دیں کہ خدا مجھے مالدار کر دے اور بہت اصرار کیا اللہ سے معاہدہ کیا کہ وہ صدقہ دیا کرے گا، بہر حال پیغمبر نے اس کے لئے دعا کی اور وہ اتنا مالدار ہو گیا کہ اطراف مدینہ میں اس کے اونٹوں، بھیڑوں کی گنجائش نہ رہی تو وہ مدینہ سے دور چلا گیا اور نماز جمعہ میں حاضری بھی نہیں دے پاتا تھا۔ پھر جب پیغمبر اسلام نے زکات کی وصول تحصیل کرنے والوں کو اس کے پاس زکات کے لئے بھیجا تو اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ تو جزیہ

یا مثل جزیہ ہے اور زکات نہیں دی لیکن رسولؐ خدا نے نہ تو اس سے قتال کیا نہ حکم قتال دیا۔ البتہ قرآن کی آیت آئی ، وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ (پ ۱۰ توبہ آیت ۷۵، ۷۶)

ترجمہ: اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو خدا سے قول و قرار کر چکے تھے کہ اگر اپنے فضل و کرم سے (کچھ مال) دے گا تو ہم ضرور خیرات کیا کرینگے اور نیکو کار بندے ہو جائیں گے تو جب خدا نے اپنے فضل و کرم سے انھیں عطا فرمایا تو لگے اس میں بخل کرنے اور کترا کے منہ پھیرنے! ــــ نزول آیت کے بعد ثعلبہ روتا ہوا خدمت رسولؐ میں آیا اور کہا میری زکات قبول کر لیں مگر رسولؐ خدا نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اب اگر ابوبکر و عمر سنت رسولؐ کی پیروی کرتے ہیں تو یہ مخالفت کیسی؟ اور محض زکات نہ دینے پر بیگناہ مسلمانوں کا خون بہا نا کیا؟ ابوبکر کی طرف سے عذر پیش کرنے والے اور ان کے غلط فعل کی تاویل کرنے والے کہ زکات حق مال ہے اس کے روک لینے پر قتل کرنا جائز ہے ثعلبہ کے قصہ کے بعد کیا تاویل کرینگے؟ اس نے بھی جزیہ سمجھ کر روک لیا تھا لیکن رسولؐ نے قتال کا حکم نہیں دیا۔ ثعلبہ کے قصہ نے نہ ابوبکر کیلئے تاویل کی گنجائش چھوڑی ہے، نہ ان کے ماننے والوں کیلئے۔

اور کون جانتا ہے کہ ابوبکر نے عمر کو اس طرح مطمئن نہ کیا ہو گا کہ زکات نہ دینے والوں کا قتل اس لئے ضروری ہے کہ وہ غدیر والے واقعہ کو پیش کر کے عذر کر رہے ہیں کہیں تمام اسلامی شہروں میں یہ بات پھیل نہ جائے۔ بس اسی کے بعد خدا نے عمر کے لئے بھی شرح صدر کر دیا کہ ان کا قتل کرنا جائز ہے کیونکہ یہی عمر ہیں جب انکار بیعت کرنے والے بیت فاطمہ میں جا کر بیٹھ رہے تو انھوں نے دھمکی دی اگر لوگ نکل کر بیعت ابوبکر نہیں کرتے تو میں اس گھر میں آگ لگا دوں گا۔

تیسرا حادثہ جو ابوبکر کی ابتدائے خلافت میں پیش آیا۔ اور عمر و ابوبکر میں اختلاف کا سبب پیدا ہوا اور ابوبکر نے نصوص قرآنی و نصوص نبویؐ کی من مانی تاویل کی وہ خالد بن ولید کا قصہ ہے جنھوں نے مالک بن نویرہ کو تڑپا تڑپا کے قتل کیا اور اسی رات مالک کی بیوی سے ارتکاب زنا کیا۔ حضرت عمر نے خالد سے کہا: اے دشمن خدا تو نے ایک مسلمان کو قتل کیا پھر اس کی بیوی سے زنا کیا۔ خدا کی قسم میں تجھے پتھروں سے رجم کرونگا (یعنی پتھر مار

مار کر مار ڈالوں گا) [1]

لیکن ابوبکر نے خالد کا دفاع کیا اور کہا: اے عمر اس کو چھوڑ دو اس نے تاویل کی اور اس تاویل میں غلطی کی اب خالد کے بارے میں اپنی زبان بند رکھو!

یہ ایک اور رسوائی ہے اور وہ بھی ایک ایسے بڑے صحابی کے لئے جس کا ہم احترام و تقدس سے ذکر کرتے ہیں جس کا لقب "سیف اللہ" ہے، اور مصیبت یہ ہے کہ تاریخ نے اس کو بھی اپنے دامن میں محفوظ رکھا ہے۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ خالد بن ولید جیسے صحابی کے بارے میں کیا کہوں جس نے ایک ایسے جلیل القدر صحابی کو جو بنی تمیم و بنی یربوع کا سردار، فتوت و کرم و شجاعت میں ضرب المثل تھا یعنی مالک بن نویرہ" اس کو قتل کر دیا مورخین کا بیان ہے کہ خالد نے مالک بن نویرہ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ غداری کی کیونکہ جب ان لوگوں نے ہتھیار رکھ دئیے اور نماز جماعت پڑھی تو دفعتہ خالد کے ساتھیوں نے ان کو رسیوں میں جکڑ دیا ان قیدیوں میں لیلیٰ بنت المنہال مالک کی بیوی بھی تھی اور وہ عرب کی خوبصورت ترین عورتوں میں تھی کہا جاتا ہے اس سے زیادہ خوبصورت عورت دیکھی نہیں گئی۔ خالد اس کو دیکھتے ہی بے چین ہو گیا۔

مالک نے خالد سے کہا تم ہمیں ابوبکر کے پاس بھیج دو! وہ جو چاہیں گے میرے حق میں فیصلہ کریںگے، عبداللہ بن عمر اور ابو قتادہ انصاری نے بھی خالد سے شدید اصرار کیا کہ مالک کو ابوبکر کے پاس بھیج دو لیکن خالد نے کسی کی نہ سنی، اور بولے: اگر میں اس کو قتل نہ کروں تو خدا مجھے معاف نہ کرے! اس وقت مالک اپنی بیوی کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اسی نے مجھے قتل کرایا۔ خالد نے حکم دیا اور مالک کے سر و تن میں جدائی ڈال دی گئی۔ خالد نے مالک کی بیوی لیلیٰ کو اپنے قبضہ میں کیا اور اسی رات اس سے منہ کالا کیا [2]

---

[1] تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۸۰، تاریخ ابی الفداء ج ۱ ص ۱۵۸، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۱۰، الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۳ ص ۲۳۶

[2] تاریخ ابی الفداء ج ۱ ص ۱۵۸، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۱۰، تاریخ ابن الشحنہ برحاشیہ کامل ج ۱۱ ص ۱۱۴ وفیات الاعیان ج ۶ ص ۱۴

میں صحابہ کرام کے بارے میں کیا کہوں جو خواہشات نفس کی تکمیل کیلئے بے گناہ مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں، محرمات الٰہی کو مباح قرار دیتے ہیں، فروج کو اپنے لئے حلال کر لیتے ہیں حالانکہ خدا نے حرام قرار دیا ہے. اسلام کے اندر جس عورت کا شوہر مرجائے وہ عدۃ پورا کئے بغیر نکاح نہیں کر سکتی لیکن خالد کا خدا خواہش نفس تھی، اس کی نظر میں مالک اور ان کے ساتھیوں کو تڑپا تڑپا کر ظلماً وعدواناً قتل کرنا پھر عدۃ کا خیال کئے بغیر مالک کی بیوی سے زنا کرنا کوئی بات ہی نہیں تھی، عبداللہ بن عمر نے گواہی دی کہ یہ لوگ مسلمان ہیں مگر خالد کی نظر میں اس کی کوئی قیمت نہ تھی ابو قتادہ انصاری خالد کے ان افعال قبیحہ پر شدید غضبناک ہو گئے اور فوراً مدینہ واپس چلے آئے، اور قسم کھا لی کہ اس لشکر میں رہ کر جنگ نہ کروں گا جس کا سردار خالد ہو۔[1]

اس سلسلہ میں استاد محمد حسین ہیکل کا اپنی کتاب "الصدیق ابو بکر" میں "عمر کی رائے و دلیل اس معاملہ میں" کے زیر عنوان جو اعتراف ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے چنانچہ ہیکل تحریر کرتے ہیں:

لیکن عمر — جو کاٹ دار عدل کی مثال تھے — کی رائے یہ تھی کہ خالد نے ایک مسلمان پر تعدی کی ہے اور انقضائے عدہ کے پہلے اس کی بیوی سے منہ کالا کیا ہے اس لئے کسی بھی لشکر کی سرداری کے لائق نہیں ہے. اس کا ہٹانا ضروری ہے تاکہ وہ دوبارہ ایسا کوئی قدم نہ اٹھا سکے جس سے امور مسلمین فاسد ہو جائیں اور عربوں کے درمیان مسلمانوں کی وقعت گھٹ جائے اور مالک کی بیوی لیلیٰ کے ساتھ جو اس نے زنا کیا ہے اس پر سزا دیئے بغیر اس کو چھوڑا نہ جائے !!!

اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ خالد نے مالک کے سلسلہ میں تاویل کرنے میں غلطی کی "اگرچہ حضرت عمر اس کو تسلیم نہیں کرتے تھے" تو لیلیٰ کے ساتھ جو منہ کالا کیا اس پر حد کا جاری کیا جانا ضروری تھا، یہ عذر نہیں پیش کیا جا سکتا کہ وہ سیف اللہ تھے اور ایسے قائد تھے کہ جدھر کا رخ کرتے تھے نصرت و کامیابی ان کے ہمرکاب ہوتی تھی کیونکہ اگر یہ عذر قابل قبول ہو جائے تو پھر خالد و امثال خالد کے لئے کھلی چھوٹ ہو جائے گی اور مسلمانوں کے لئے بدترین مثال قائم ہو جائے گی. اسی لئے عمر برابر اسرا

[1] تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۸۰، تاریخ یعقوبی ج ص ۱۱۰، تاریخ ابی الفداء، اصابہ ج ۳ ص ۲۲۶

دیئے جانے پر اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ ابوبکر نے خالد کو بلا کر توبیخ کی۔ [1]

کیا میں استاد ہیکل اور ان جیسے دوسرے علماء جو کرامت صحابہ بچانے کے لئے چالاکی سے کام لیتے ہیں ان سے پوچھ سکتا ہوں، کہ ابوبکر نے خالد پر حد کیوں نہیں جاری کی؟ اور جب بقول ہیکل صاحب عمر الصل الصارم تھے تو صرف لشکر کی قیادت ہٹانے الگ کرنے پر کیوں اصرار تھا حد شرعی جاری کرنے پر کیوں نہ اصرار کیا؟ کیا ان لوگوں نے قرآن کا احترام کر کے حدود خدا جاری کیں؟ استغفر اللہ! یہ تو سیاست ہے اور ابھی آپ سیاست کو کیا سمجھیں یہ تو حقائق کو بدل دیتی ہے عجیب چیز کو خلق کرتی ہے آیات قرآنی کو دیوار پر مار دیتی ہے۔

کیا میں اپنے علمائے کرام سے سوال کر سکتا ہوں کہ انھوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے: ایک شریف عورت نے چوری کی۔ اسامہ اس کی سفارش کرنے کے لئے رسولؐ خدا کے پاس گئے، سفارش کرتے ہی رسولؐ خدا برس پڑے اور غصہ میں فرمایا تجھ پر وائے ہو کیا حد الٰہی کے سلسلہ میں سفارش کرنے آئے ہو؟ اگر فاطمہؑ نے بھی چوری کی ہوتی تو میں ان کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا! تم سے پہلے والے اسی لئے ہلاک ہوئے کہ جب شریف چوری کرتا تھا تو چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تھا تو اس پر حد جاری کرتے تھے۔ پھر اس واقعہ کے بعد بے گناہ مسلمانوں کے قتل پر اور اسی رات ان کی بیویوں سے ہمبستری کرنے پر کیوں صحابہ کرام خاموش رہتے تھے؟ حالانکہ شوہر کے مرنے سے بیوی پر غم کے پہاڑ ٹوٹ جاتے ہیں۔ پھر بھی اس کو نہ بخشنا کون سی شرافت ہے اسی کو کہتے ہیں "مرے پر سو دُرّے" کاش یہ علماء صحابہ کے ان اقدامات سے شرم و حیا محسوس کر کے ہی خاموش رہتے۔ لیکن ستم بالائے ستم یہ ہے کہ جھوٹی باتیں بنا کر خالد کے جھوٹے فضائل و محاسن بیان کر کے خالد کو سیف اللہ کا لقب دیکر اس کے فعل کے جواز کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔

میرا ایک دوست مذاق کرنے اور مطلب کو دوسری طرف لیجانے میں ماہر تھا اس نے مجھے ایک مرتبہ دہشت زدہ کر دیا قصہ یہ ہوا کہ میں اپنے زمانۂ جاہلیت میں ایک مرتبہ خالد کے فضائل بیان کر

---

[1] "الصدیق ابوبکر" (ہیکل) ص ۱۵۱

رہا تھا، میں نے بیان کرتے کرتے کہا خالد بن سیف اللہ المسلول (خدا کی کھنچی ہوئی تلوار) ہیں اس نے برجستہ کہا: جی نہیں وہ سیف الشیطان المشلول ہیں (شیطان کی کند تلوار ہیں) اس وقت مجھے یہ بات بہت عجیب لگی، لیکن جب بحث کے بعد خدا نے میری بصیرت کھول دی اور تخت خلافت پر زبردستی بیٹھنے والوں کی قدر و قیمت مجھے معلوم ہو گئی اور اس کی تحقیق ہو گئی کہ یہی لوگ احکامِ الٰہی کو بدلنے والے حدود الٰہی کو معطل کرنے والے تھے تو میرا تعجب دور ہو گیا۔

خود رسولِ اکرمؐ کے زمانہ میں خالد کا ایک قصہ مشہور ہے، رسولؐ اسلام نے خالد کو بنی جذیمہ کی طرف دعوت اسلام کے لئے بھیجا لیکن ان سے قتال کرنے کو نہیں فرمایا: بنی جذیمہ اچھی طرح سے اسلمنا نہیں کہہ پائے بلکہ صبانا صبانا کہتے رہے (ہم اسلام کی طرف مائل ہیں) خالد نے ان کو قتل کرنا اور گرفتار کرنا شروع کر دیا قیدیوں کو ساتھیوں کے حوالہ کر کے حکم دیدیا کہ ان کو قتل کر دو۔ لیکن بعض نے قتل کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ لوگ مسلمان ہو چکے ہیں اب ان کا قتل جائز نہیں ہے۔ جب یہ لوگ واپس آئے تو رسولؐ خدا سے پورا قصہ بتایا تو آنحضرتؐ نے دو مرتبہ فرمایا: پالنے والے خالد نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بری ہوں [1] اس کے بعد حضرت علیؑ کو کافی مال دیکر بنی جذیمہ کے پاس بھیجا آپ نے مقتولین کی دیت ادا کی جو مال تباہ ہو گیا تھا اس کا عوض دیا انتہا یہ ہے کہ کتے کی بھی قیمت ادا کی اور رسولؐ خدا رو بقبلہ ہاتھوں کو اٹھا کر کھڑے ہوئے ہاتھوں کو اتنا بلند کیا کہ بغل کے نیچے کا حصّہ دکھائی دینے لگا اور فرمایا: خدایا میں خالد کے اقدام سے بری ہوں، اس جملہ کو تین مرتبہ فرمایا [2]۔

کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اصحاب کی عدالت کہاں گئی؟ جب خالد ابن ولید جو ہمارے بزرگترین صحابہ میں شمار ہوتے ہیں اور ہم ان کو سیف اللہ کہتے ہیں تو کیا خدا کی تلوار اس لئے ہے کہ اسے بیگناہ لوگوں اور مسلمانوں کے اوپر اٹھایا جائے، اس میں صریحی طور سے تناقض ہے کیونکہ ایک طرف تو خدا قتل نفس سے روکتا ہے فحشاء، منکر، بغی کے ارتکاب سے منع کرتا ہے لیکن (دوسری طرف) حضرت خالد جو سیف اللہ ہیں وہ بغاوت کر کے مسلمانوں کا قتل عام کرتے ہیں ان کے خون و مال کو رائیگاں کر دیتے

---

[1] صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۷۱ باب اذا قضی الحاکم بجور فھو رد [2] سیرہ ابن ہشام ج ۴ ص ۵۳ طبقات ابن سعد اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۰۲،

ہیں، عورتوں و بچوں کو قیدی بنالیتے ہیں۔ یقیناً یہ خدا پر بہتان ہے۔ پروردگار تو اس سے بلند و برتر ہے۔ معبود تو نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو باطل نہیں پیدا کیا یہ تو کافروں کا خیال ہے۔

ابوبکر جو خلیفۃ المسلمین تھے ان کے لئے یہ کیسے جائز ہو گیا کہ اتنے بڑے بڑے جرائم کو سن کر خاموش رہیں؟ یہی نہیں بلکہ عمر کو آمادہ کریں کہ خالد کے خلاف زبان کو روک لو کیا واقعاً ابوبکر اس پر قانع ہو گئے تھے کہ خالد نے تاویل میں غلطی کی ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر ہر مجرم ہتک حرمت کرکے تاویل کرلیا کریگا۔ لیکن میں کسی قیمت پر یہ نہیں مان سکتا کہ ابوبکر خالد کے معاملہ میں تاویل کے قائل تھے۔

۔ خالد وہ شخص ہے جس کو عمر نے (دشمن خدا) کے لقب سے نوازا اور عمر کی رائے تھی کہ خالد کو قتل کرنا واجب ہے کیونکہ اس نے ایک مسلمان کو بے گناہ قتل کیا ہے یا پھر اس کو رجم کیا جانا ضروری ہے کیونکہ اس نے مالک کی بیوی لیلیٰ سے زنا کیا ہے لیکن ان میں سے کچھ بھی نہ ہوا بلکہ خالد نے عمر کے مقابلہ میں میدان جیت لیا تھا۔ کیوں کہ ان سب باتوں کے باوجود ابوبکر خالد کے حمایتی بن گئے اور ابوبکر دوسروں کے بہ نسبت خالد کی حقیقت سے زیادہ واقف تھے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس رسوا کن واقعہ کے بعد پھر ابوبکر نے خالد کو یمامہ بھیج دیا وہاں پہونچ کر خالد کو پھر فتح نصیب ہوئی اور وہاں بھی خالد نے ایک عورت سے منہ کالا کیا جیسے لیلیٰ سے کیا تھا، اور ابھی نہ تو مسلمانوں کا خون خشک ہو پایا تھا نہ مسیلمہ کے پیروکاروں کا خالد نے پھر یہی گل کھلایا اس مرتبہ ابوبکر نے خالد کو اس سے زیادہ ڈانٹ ڈپٹ کی جتنی لیلیٰ کے مسئلہ میں کر چکے تھے[1]

ظاہری بات ہے کہ یہ دوسری عورت بھی شوہر دار ہی تھی جس کے شوہر کو قتل کرکے خالد نے اس کے ساتھ منہ کالا کیا جس طرح مالک کی زوجہ لیلیٰ سے کر چکے تھے، ورنہ ابوبکر اس مرتبہ اتنی زیادہ ڈانٹ ڈپٹ نہ کرتے۔

اس کے علاوہ مورخین نے اس خط کی عبارت بھی نقل کی ہے جو ابوبکر نے خالد کو لکھا تھا اس میں تھا اے ام خالد کے بیٹے تو برابر عورتوں سے منہ کالا کرتا ہے حالانکہ تیرے گھر کے سامنے بارہ سو مسلمانوں کا خون

---

[1] "الصدیق ابوبکر" ص ۱۵۱ اور اس کے بعد

ابھی خشک بھی نہیں ہو پایا[1] خالد نے جب خط پڑھا تو کہا یہ ابن اعسر (منیبتہ[2]) کا کام ہے یعنی عمر بن خطاب کا
ان تمام اسباب کی بنا پر میں اس قسم کے اصحاب سے نفرت کرنے لگا، اور ان کے ان پیروکاروں سے بھی نفرت کرنے لگا جو ہر صحابی کے نام کے آگے رضی اللہ عنہ لگاتے ہیں اور ان (علماء) سے بھی نفرت کرنے لگا جو بڑی دلیری کے ساتھ ایسے اصحاب کا دفاع کرتے ہیں، اور نصوص کی تاویل کرتے ہیں اور ابوبکر، عمر، عثمان، خالد بن ولید، معاویہ، عمرو عاص جیسے لوگوں کے افعال کو صحیح ثابت کرنے کیلئے جعلی روایات نقل کرتے ہیں۔ پالنے والے میں توبہ و استغفار کرتا ہوں، معبود میں ان تمام لوگوں سے بیزاری اختیار کرتا ہوں اور ان کے ان تمام اقوال و افعال سے بیزاری اختیار کرتا ہوں، جن کے ذریعہ انھوں نے تیرے احکام کی مخالفت کی تیرے محرمات کو مباح کیا، اور تیرے حدود سے تجاوز کر گئے، اور ان کے جان بوجھ کر پیروکاروں، ماننے والوں، محبت کرنے والوں سے بھی نفرت کرتا ہوں، میرے مالک پہلے جب میں جاہل تھا تو ان سے محبت کرتا تھا تو میری غلطی کو معاف کر دے حالانکہ تیرے رسولؐ نے کہہ دیا ہے: جاہل اپنے جہالت کی وجہ سے معذور نہیں سمجھا جائیگا۔

خداوندا ہمارے بزرگوں نے ہم کو راستہ سے بھٹکا دیا تھا، حقیقت کو ہم سے مخفی کر دیا تھا، پچھلے پاؤں کفر کی طرف پلٹ جانے والے صحابہ کو تیرے رسولؐ کے بعد افضل الخلق بتا رکھا تھا، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارے آباء و اجداد اموئیوں اور ان کے بعد عباسیوں کی دھوکہ دہی کے شکار ہو گئے تھے۔ پروردگار ان کو اور ہم کو بخش دے تو رازہائے سربستہ اور دل میں چھپی باتوں تک سے واقف ہے ہمارے بزرگ ان صحابہ کا جو احترام و اکرام کرتے تھے اور ان سے جو محبت کرتے تھے وہ اس حسن نیت کی بنا پر تھا کہ یہ لوگ تیرے رسولؐ کے انصار اور تیرے رسولؐ کے چاہنے والے تھے،
اے میرے آقا! تو خوب جانتا ہے کہ ہمارے آباء و اجداد و ہم عترت طاہرہ یعنی ان ائمہ سے محبت کرتے ہیں جن سے تو نے اذہاب رجس کیا ہے اور ان کو پاک کرنے کی طرح پاک کر دیا ہے جن کے سید و سردار سید المسلمین، امیر المومنین، قائد الغر المحجلین، امام المتقین حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ ہیں

[1] تاریخ طبری ج ۳ ص ۵۵، تاریخ خمیس ج ۲ ص ۲۴۲ [2] بائیں ہاتھ سے کام کرنے والا

خداوندا مجھے انھیں ائمہ معصومین کے شیعوں میں، اور ان کی حبل ولایت سے تمسک کرنے والوں میں، ان کے راستہ پر چلنے والوں میں سے قرار دے اور ان لوگوں میں سے قرار دے جو ان کی کشتی پر سوار ہونے والے ہیں، اور ان کے عروۃ الوثقیٰ سے متمسک رہنے والے ہیں اور ان کے عتبات عالیات میں داخل ہونے والے ہیں، ان کی محبت و مودت کے راستہ پر چلنے والے ہیں اور ان کے اقوال و اعمال پر عمل کرنے والے ہیں، ان کے فضل و بخشش کا شکریہ ادا کرنے والے ہیں،

خداوندا مجھے انھیں کے زمرے میں محشور کر۔ کیونکہ تیرے نبی (صلوٰۃ اللہ علیہ و علیٰ آلہ) نے فرمایا ہے: انسان جس کو دوست رکھتا ہے اسی کے ساتھ محشور ہوگا۔

(۲) حدیث سفینہ "اِنَّمَا مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِي فِيكُمْ مَثَلُ سَفِينَةِ نُوحٍ فِي قَوْمِهِ مَنْ رَكِبَهَا نَجَى وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ" [1]

رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے اہل بیتؑ کی مثال تمہارے درمیان میں کشتی نوحؑ کی طرح ہے قوم نوحؑ میں جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا جو الگ رہا وہ ڈوب گیا۔

دوسری حدیث میں اس طرح ہے: "اِنَّمَا مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِي فِيكُمْ مَثَلُ بَابِ حِطَّةٍ فِي بَنِي اِسْرَائِيلَ مَنْ دَخَلَهُ غُفِرَلَهُ" [2]

میرے اہل بیتؑ کی مثال تمہارے درمیان میں ایسی ہی ہے جیسے بنی اسرائیل میں باب حطّہ کی جو اس میں داخل ہوا وہ بخشا گیا۔

ابن حجر نے صواعق محرقہ میں اس حدیث کو لکھ کر فرمایا ہے کہ کشتی سے اس لئے تشبیہ دی گئی ہے جو ان سے محبت رکھے اور ان کی عظمت کرے خدا کی نعمت کا شکریہ ادا کرے اور علمائے اہلبیتؑ کی ہدایت

---

[1] مستدرک ج ۲ ص ۱۵۱، تلخیص الذہبی، ینابیع المودۃ ص ۳۰ و ۳۷۰، صواعق محرقہ ص ۱۸۴ و ۲۳۴، تاریخ الخلفاء، جامع صغیر، اسعاف الراغبین [2] مجمع الزوائد (للہیثمی) ج ۹ ص ۱۶۸

پر عمل کرے وہ مخالفتوں کی ظلمتوں سے نجات پا جائے گا۔ اور جو ان کی مخالفت کرے گا وہ کفران نعمت کے سمندر میں ڈوب جائے گا اور طغیان کے جنگلوں میں ہلاک ہو جائے گا۔ اور باب حطہ سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ خدا نے اس باب میں تواضع کے ساتھ داخل ہونے کو سبب مغفرت قرار دیا ہے۔ باب حطہ سے مراد یا تو باب اریحا ہے یا بیت المقدس ہے۔ اور اس امت کے لئے اہلبیت کی محبت کو سبب مغفرت قرار دیا ہے۔

کاش میں ابن حجر سے پوچھتا کہ کیا آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو سفینہ پر سوار ہوئے اور دروازے میں داخل ہوئے اور علماء کی ہدایت پر عمل پیرا ہوئے یا ان لوگوں میں سے ہیں جو کہتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں۔ اور عقیدہ کچھ رکھتے ہیں اور کام کچھ کرتے ہیں۔ اور ایسے تو بہت سے نابینا و ظالم علماء ہیں کہ جب میں ان سے سوال کرتا اور احتجاج کرتا ہوں تو فوراً جواب دیتے ہیں: ہم اہل بیت سے اور حضرت علیؑ سے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ قریب ہیں۔ ہم اہل بیتؑ کا احترام کرتے ہیں کوئی ایسا نہیں ہے جو اہل بیتؑ کے فضائل کا انکار کرتا ہو۔

جی ہاں! وہ زبان سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتی اور یا پھر یہ حضرات احترام و تقدیر تو اہل بیتؑ کا کرتے ہیں لیکن اقتداء و تقلید دشمنان اہل بیتؑ و قاتلان اہل بیتؑ و مخالفین اہلبیتؑ کی کرتے ہیں۔ اور یا پھر یہ لوگ اہل بیتؑ کو جانتے ہی نہیں کیونکہ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ اہلبیتؑ کون ہیں؟ تو یہ فوراً جواب دیتے ہیں کہ وہ ازواج پیغمبرؐ ہیں جن سے خدا نے رجس کو دور کر دیا ہے، اور اس پہیلی کو میرے لئے ایک شخص نے حل کر دیا جب میں نے اس سے یہی سوال پوچھا تو اس نے کہا:

اہلسنت والجماعت سب کے سب اہل بیتؑ کی اقتدا کرتے ہیں! مجھے اس کے کہنے پر بہت تعجب ہوا میں نے کہا بھائی یہ کیسے؟ اس نے کہا: رسولؐ خدا نے فرمایا ہے نصف دین تو تم حمیرا (عائشہ) سے حاصل کرو لہٰذا ہم نے نصف دین اہل بیت (یعنی عائشہ) سے حاصل کیا! دیکھا آپ نے یہ اہلبیت کسکو سمجھتے ہیں؟ اسی بنیاد پر ان کے اس کلام کو "ہم اہل بیتؑ کا احترام کرتے ہیں" اس مطلب پر حمل کرنا چاہئے۔ لیکن اگر ان سے پوچھا جائے کہ آپ بارہ اماموں کو جانتے ہیں؟ تو وہ سوائے حضرت علیؑ

امام حسنؑ، امام حسینؑ کے علاوہ کسی کو نہیں جانتے، اور امامت حسنینؑ کی بھی نہیں مانتے ہیں، یہ تو صرف معاویہ بن ابی سفیان جیسے لوگوں کا احترام کرتے ہیں، جیسے عمرو عاص، حالانکہ معاویہ وہ شخص ہے جس نے امام حسنؑ کو زہر سے شہید کرایا ہے اور یہ لوگ اس کو "کاتب الوحی" کہتے ہیں۔

درحقیقت یہی تناقض ہے یہی خلط و تلبیس ہے۔ اسی کو حق کو باطل میں مخلوط کر دینا کہتے ہیں، یہ روشنی کو تاریکی کے غلاف میں بند کر دینا ہے ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ مومن کے دل میں شیطان و رحمان دونوں کا مجتمع ہو جائے؟ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (پ ۲۸ س ۵۸ (مجادلہ) آیت ۲۲)

ترجمہ: جو لوگ خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ پاؤ گے اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ (کیوں نہ) ہوں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان کو ثابت کر دیا ہے اور خاص اپنے نور سے ان کی تائید کی ہے اور ان کو (بہشت کے) ان (ہرے بھرے) باغوں میں داخل کریگا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں، (اور وہ) ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے خوش، یہی خدا کا گروہ ہے سن رکھو کہ خدا ہی کے گروہ کے لوگ دلی مراد پائیں گے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ (پ ۲۸ س ۶۰ (ممتحنہ) آیت ۱)

ترجمہ: اے ایماندارو اگر تم جہاد کرنے میری راہ میں اور میری خوشنودی کی تمنا میں گھر سے نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم تو ان کے پاس دوستی کا پیغام بھیجتے ہو اور جو (دین)

حق تمہارے پاس آیا ہے اس سے وہ لوگ انکار کرتے ہیں'

(۳) "حدیث سرور" قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ (ص) مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَحْیَا حَیَاتِیْ وَیَمُوْتَ مَمَاتِیْ وَیَسْکُنَ جَنَّۃَ عَدْنٍ غَرَسَہَا رَبِّیْ فَلْیُوَالِ عَلِیًّا مِنْ بَعْدِیْ وَلْیُوَالِ وَلِیَّہٗ وَلْیَقْتَدِ بِاَہْلِ بَیْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ فَاِنَّہُمْ عِتْرَتِیْ خُلِقُوْا مِنْ طِیْنَتِیْ وَرُزِقُوْا فَہْمِیْ وَعِلْمِیْ فَوَیْلٌ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ بِفَضْلِہِمْ مِنْ اُمَّتِیْ اَلْقَاطِعِیْنَ فِیْہِمْ صِلَتِیْ لَا اَنَالَہُمُ اللّٰہُ شَفَاعَتِیْ[1]

جس کو یہ بات پسند ہو کہ میری جیسی زندگی بسر کرے اور میری موت مرے اور اس جنت عدن میں رہے جس کو میرے رب نے لگایا ہے تو میرے بعد علیؑ اور ان کے دوستوں کو دوست رکھے اور میرے اہلبیتؑ کی پیروی کرے کیونکہ وہ میری ہی طینت سے خلق کئے گئے ہیں اور میرا ہی علم و فہم ان کو عطا کیا گیا ہے۔ میری امت کے جو لوگ ان کے فضل کا انکار کرتے ہیں اور مجھ سے رشتہ داری کو قطع کرتے ہیں ان پر ویل ہو اور ان کو میری شفاعت خدا نصیب نہ کرے۔

یہ حدیث بھی ان صریح حدیثوں کی طرح ہے جس میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے اور مسلمان کو مجبور کرتی ہے بلکہ اس کی ساری دلیلوں کو کاٹ دیتی ہے جب کوئی علیؑ کو دوست نہیں رکھے گا اور عترتِ رسولؐ کی پیروی نہیں کرے گا تو رسولؐ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔

میں یہاں پر ایک بات کی طرف اشارہ کرتا چلوں کہ جب میں نے یہ بحث شروع کی تو ابتداءً میں اس حدیث کی صحت میں مجھے شک تھا، کیونکہ اس حدیث میں علیؑ اور اہلبیتؑ کی مخالفت کرنے والے کو ایسی تہدید دھمکی دی گئی ہے کہ میں اس کو مبالغہ سمجھنے لگا خصوصاً جب کہ اس کی تاویل بھی نہیں کی جا سکتی لیکن جب میں نے اصابہ میں اس حدیث کے بعد ابن حجر عسقلانی کا یہ قول پڑھا: میں عرض کرتا ہوں اس حدیث کے راویوں میں یحییٰ بن یعلی المحاربی ہے جو لغو اور بیکار آدمی ہے! تو مسئلہ آسان ہو گیا اور میرے ذہن میں جو بعض

---

[1] مستدرک ج ۳ ص ۱۲۸، الجامع الکبیر (طبرانی) اصابہ ابن حجر عسقلانی) کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۵، ینابیع المودۃ ص ۱۴۹، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۸۶ تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۹۵

باتیں اس حدیث کے متعلق تھیں وہ سب رفع ہوگئیں کیونکہ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ یہی یحییٰ بن یعلی المحاربی ہی اس حدیث کا گڑھنے والا ہے اور یہ ثقہ نہیں ہے۔ لیکن خدا کی مرضی تھی کہ مجھے پوری حقیقت پر مطلع کر دے چنانچہ ایک روز میں ابراہیم الجبہان کے مقالات میں عقائدی مناقشات[1] پڑھ رہا تھا اس وقت حقیقت واضح ہو گئی۔

قصہ یہ ہوا کہ اس میں لکھا تھا: یحییٰ بن یعلی المحاربیؒ ان معتبر ترین لوگوں میں تھے جن پر بخاری و مسلم نے اعتماد کیا ہے چنانچہ میں بخاری و مسلم کو الٹ پلٹ کر پڑھنے لگا تو دیکھا کہ بخاری نے تیسری جلد کے ص ۳۱ پر غزوہ حدیبیہ کے باب میں منجملہ حدیثوں کے ایک یہ بھی لکھی ہے اور مسلم نے پانچویں جلد ص ۱۱۹ پر باب الحدود کے اندر اس کا ذکر کیا ہے اور ذہبی ___ جو اس سلسلہ میں بہت سخت تھے ___ نے ان کے مراسیل کی توثیق کی ہے اور دیگر ائمہ جرح و تعدیل نے بھی اس کا شمار (ثقات) میں کیا ہے اور شیخان (بخاری و مسلم) نے اس سے احتجاج و استدلال بھی کیا ہے تو پھر آخر اس فریب کاری دھوکہ دہی اور حقائق کو بدلنے اور ایسے شخص کے بارے میں طعن کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جبکہ اہل صحاح نے اس سے استدلال کیا ہے۔ کیا اس کی وجہ یہ تو نہیں ہے کہ اس نے اظہار حقیقت کر دیا ہے یعنی اہلبیتؑ کی اقتداء کے وجوب کا ذکر کر دیا ہے، اسی لئے ابن حجر اس کی تضعیف و توہین پر اتر آئے حالانکہ ابن حجر کے ذہن سے یہ بات نکل گئی کہ ان کے علاوہ بھی بڑے زبردست قسم کے علماء ہیں جو ان کی ہر چھوٹی بڑی لغزش کا حساب رکھیں گے اور ان کی جہالت و تعصب کے پردے کو چاک کر کے رہیں گے کیونکہ وہ لوگ نور نبوت سے روشنی حاصل کرتے ہیں اور اہل بیت کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں۔

اس کے بعد میں اس بات کو جان گیا کہ ہمارے علماء کی پوری کوشش حقیقت کو چھپانے کی ہوتی ہے تاکہ ان کے پیر و مرشد اصحاب کرام اور خلفاء کا بھانڈا نہ پھوٹ جائے اسی لئے یہ لوگ کبھی تو صحیح حدیثوں کی تاویل کرتے ہیں اور ان کو دوسرے معانی پر محمول کرتے ہیں اس کی مثال یہ ہے کہ حدیث "من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ" میں مولیٰ کے معنی کو اولیٰ کے بجائے محب و ناصر کے معنی میں کر دیتے ہیں۔

---

[1] مناقشات عقائدیہ فی مقالات ابراہیم الجبہان ص ۲۹

علمائے اہل سنت اس حدیث کی صحت کے قائل ہیں مگر مولیٰ کے معنی میں تاویل کرنا واجب جانتے ہیں کہ مولیٰ سے مراد محب اور ناصر ہیں اور یہ تاویل صرف ابوبکر، عمر، عثمان کی خلافت کو صحیح ثابت کرنے کیلئے کرتے ہیں اگر یہ تاویل نہ کریں تو حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ سب سے اولیٰ ثابت ہوں گے بلکہ اس میں دیگر خرابیوں کے علاوہ سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ تمام ان اصحاب کا مع ابوبکر کے فاسق ہونا لازم آتا ہے جنھوں نے ابوبکر کی بیعت کی تھی، یہ ان علمائے اہل سنت والجماعت کا قول ہے جو ٹیونس میں رہتے ہیں اور جب میں نے ان سے کہا کہ رسولؐ خدا نے خطبہ اور حدیث سے پہلے جب اصحاب سے پوچھ لیا کہ کیا میں تمہارے نفسوں پر تم سے زیادہ اولیٰ نہیں ہوں اور سب نے کہا: ہاں! تب اس کے بعد نبیؐ کا یہ حدیث بیان کرنا قرینہ ہے مولیٰ بمعنی اولیٰ بالتصرف کے ہے تو ان لوگوں نے جواب دیا یہ اضافہ شیعوں نے کیا ہے پھر جب میں نے ان سے سوال کیا کہ کیا یہ بات عقل میں آتی ہے کہ لاکھوں آدمیوں کو شدید گرمی میں روک کر صرف اتنا بتانا مقصود تھا کہ جس کا میں محب و ناصر ہوں علیؑ بھی اس کے محب و ناصر ہیں؟ تو وہ لوگ لاجواب ہو گئے اور خاموش ہو گئے۔

اور کبھی یہاں تمام حدیثوں کو جھوٹی کہتے ہیں جو ان کے مذہب کے خلاف ہوں ۔ چاہے ان کی صحاح و مسانید میں وہ حدیثیں موجود بھی ہوں، اس کی مثال یہ حدیث ہے، اَلْخُلَفَاءُ مِنْ بَعْدِی اِثْنَا عَشَرَ کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْشٍ "میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے اور وہ سب کے سب قریش سے ہوں گے اور ایک روایت میں ہے (کُلُّھُمْ مِنْ بَنِی ھَاشِم) وہ سب کے سب بنی ہاشم سے ہوں گے اس حدیث کو بخاری و مسلم کے ساتھ تمام اہل سنت والجماعت کے صحاح والوں نے نقل کیا ہے لیکن اس کے باوجود یہ لوگ اس کو جھٹلاتے ہیں اور ان بارہ اماموں کو نہیں مانتے جو اہل بیت سے ہیں جن کو شیعہ امام مانتے ہیں بلکہ اہل سنت حضرات اس میں کہ چاروں خلفائے راشدین کو شمار کرتے ہیں اور کچھ لوگ خلفائے راشدین کے ساتھ عمر بن عبدالعزیز کو بھی شمار کرتے ہیں تو اس طرح تعداد پانچ ہو جاتی ہے اور پھر ٹھہر جاتے ہیں آگے نہیں بڑھتے اور معاویہ، یزید، مروان بن الحکم، مروان کی اولاد کو خلفائے راشدین میں شمار نہیں کرتے اور یہ صحیح کرتے ہیں لیکن ۱۲ کی تعداد پوری نہیں ہو پاتی بلکہ ایک پہیلی ہو کر رہ جاتی ہے

اور ایسی پہیلی جس کا حل نہیں ہے مگر یہ کہ شیعوں والی بات مان لیں۔

اور کبھی حدیث کا آدھا حصہ یا پورا حصہ ہی حذف کر دیتے ہیں تاکہ اس کو بدلا جا سکے اور اس کی مثال یہ حدیث ہے: اِنَّ هٰذَا اَخِيْ وَوَصِيِّيْ وَخَلِيْفَتِيْ مِنْ بَعْدِيْ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْا! اس حدیث کو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کی گردن پکڑ کر فرمایا تھا، اس حدیث کو طبری نے اپنی تاریخ میں ابن اثیر نے اپنی کامل میں لکھا ہے اسی طرح کنز العمال میں مسند احمد بن حنبل لکھی ہے، سیرۂ حلبیہ اور ابن عساکر میں بھی ہے لیکن طبری کی جو تفسیر چھپی ہے اس کی ج ۱۹ ص ۱۲۱ میں پوری حدیث نہیں لکھی ہے بلکہ اس کے بامعانی کو حذف کر دیا گیا ہے اور اس کی جگہ پر اِنَّ هٰذَا اَخِيْ وَكَذَا وَكَذَا! تحریر ہے حالانکہ یہ لوگ اس سے غافل ہیں کہ طبری نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کو مکمل لکھا ہے ملاحظہ فرمایئے ج ۲ ص ۳۱۹۔۳۲۱ یہ ہے علمی امانت؟ شاید اس بیچارے عالم کو کوئی حیلہ ہاتھ نہیں آیا جس سے حدیث کو جھٹلا سکے اور یہ حدیث رسولؐ خدا کے بعد حضرت علیؑ کی خلافت پر نص ہے اس لئے اس نے نصوص کو چھپانے کی کوشش کی اور اس کو کذا وکذا سے بدل دیا اس بیچارے کو یہ خیال ہوا کہ اگر اس نے اپنی آنکھ بند کر لی تو سورج کی روشنی بھی چھپ جائے گی یا اس نے یہ سوچا کہ کذا وکذا لکھ کر قارئین کو قانع کر دے گا نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔

اور کبھی ثقہ ترین راویوں کو مشکوک بنانے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں کیونکہ ان راویوں نے ایسی حدیثیں نقل کی ہیں جو ان لوگوں کی من پسند نہیں ہیں، جیسے ان لوگوں نے یحییٰ بن یعلیٰ المحاربی کو مطعون قرار دیا ہے حالانکہ وہ ان معتبر راویوں میں ہے جس سے بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں احتجاج کیا ہے، لیکن ابن حجر عسقلانی نے اس کے بارے میں خدشہ کیا ہے اور کہا ہے یہ ایک واہیات آدمی ہے قابل اعتماد نہیں ہے کیونکہ اس نے حدیث "موالات" کو نقل کیا ہے جس میں رسولؐ خدا نے اپنے تمام اصحاب کو یہ حکم دیا ہے کہ میرے بعد سب کے سب حضرت علیؑ اور اہل بیتؑ سے موالات کریں لیکن یہ حدیث ابن حجر اور ان کے ہم خیال لوگوں کو پسند نہیں آئی جن کا مقصد حقائق کو مٹانا ہے حالانکہ معاویہ نے حقائق کو چھپانے کے لئے اپنے تمام سونے، چاندی کے ڈھیر کو صرف کر دیا تھا، لیکن ناکامیاب رہا تھا،

تو پھر بیچارے ابن حجر راویوں میں خدشہ کر کے کیونکر چھپا سکتے ہیں؟ معاویہ کے پاس تو حول وطول،
سلطنت وطاقت جاہ ومرتبہ سب کچھ تھا مگر وہ بری طرح ناکامیاب ہوگیا اور زمانہ نے اس کو تاریخ
کے دبیز پردوں میں چھپا دیا۔ البتہ حضرت علیؑ کا نور مرور ایام کے ساتھ روشن سے روشن تر ہوتا گیا۔ تو
ابن حجر جیسے لوگوں کیلئے بھلا کہاں ممکن ہے کہ معتبر راویوں کے بارے میں خدشہ پیدا کر کے اہلبیتؑ کی حقیقت
کو مشکوک بنادیں؟ نور خدا کا بجھا دینا ناممکن بات ہے۔

اور کبھی حدیث کو پہلے ایڈیشن میں چھاپتے ہیں اور پھر جب غلطی پر تنبہ ہوتے ہیں تو دوسرے ایڈیشنوں
میں بغیر کسی اشارہ کے "اس لئے حذف کیا جارہا ہے" حذف کر دیتے ہیں لیکن تاڑنے والے
قیامت کی نظر رکھتے ہیں لوگ اس کو تلاش کر ہی لیتے ہیں۔ اس کی مثال محمد حسین ہیکل کی کتاب "حیات
محمد" کا پہلا ایڈیشن ہے اس کے ص۱۰۴ پر وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ کے ضمن میں مورخین کی
طرح پورا قصہ تحریر کر کے آخر میں لکھتے ہیں: رسولؐ خدا نے فرمایا: یہ میرا بھائی ہے تمہارے درمیان میرا
خلیفہ ووصی ہے..... لیکن بعد والے تمام ایڈیشنوں میں بغیر کسی اشارہ قریب یا بعید کے حدیث کے
اس فقرہ کو حذف کر دیا۔ اگرچہ شیخ محمد جواد مغنیہ نے — اور وہی اس کے ذمہ دار بھی ہیں — اپنی کتاب
"الشیعۃ فی المیزان" میں اس حادثہ کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ محمد حسین ہیکل نے اس فقرہ کو۔ یعنی میرا
بھائی تمہارے درمیان میرا وصی وخلیفہ ہے) ہزاروں گتھیاں لیکر حذف کر دیا ہے اور چونکہ ہیکل نے
تو اس خبر کی تکذیب کی ہے اور نہ ہی اس جملہ کو حذف کرنے کی کوئی علت بیان کی ہے اس لئے اس
سے شیخ محمد جواد مغنیہ کی وسیع اطلاع اور سچائی کی تصدیق ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ میں ان جیسے لوگوں کیلئے کہتا ہوں جو تھوڑی سی پونجی کی خاطر آیات الٰہی کو بیچ
ڈالتے ہیں: خدا سے ڈرو سچی بات کہو اور خدا کے اس فرمان کو یاد رکھو: اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا
مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَ
یَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ (پ۲ س (البقرہ) آیت ۱۵۹) بیشک جو لوگ (ہماری) ان روشن دلیلوں اور
ہدایتوں کو جنھیں ہم نے نازل کیا اس کے بعد چھپاتے ہیں جبکہ ہم کتاب (توریت) میں لوگوں کے سامنے

صاف صاف بیان کر چکے تو یہی لوگ ہیں جن پر خدا بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے بھی لعنت کرتے ہیں
اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَشْتَرُوْنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (پ ۲ س (البقرہ) آیت ۱۷۴) بیشک جو لوگ ان باتوں کو جو خدا نے کتاب میں نازل کی ہیں چھپاتے اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت (دنیوی نفع) لے لیتے ہیں یہ لوگ بس انگاروں سے اپنے پیٹ بھرتے ہیں اور قیامت کے دن خدا ان سے بات تک تو کرے گا نہیں اور نہ انھیں (گناہوں سے) پاک کرے گا اور انھیں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ بس کیا یہ لوگ خدا کی بارگاہ میں توبہ کریں گے؟ اور حق کا اعتراف کرینگے؟ اگر یہ لوگ ایسا کریں تو ہو سکتا ہے، وقت گزر جانے سے پہلے خدا ان کی توبہ قبول کرلے۔

بحث و تمحیص کے بعد یہ بات میرے اوپر بھی ثابت ہو چکی ہے اور میں اپنے دعویٰ پر مضبوط دلیل رکھتا ہوں کاش یہ لوگ ان صحابہ کو بچانے کی کوشش نہ کرتے جو الٹے پاؤں کفر کی طرف چلے گئے تھے، اسی غلطی کی وجہ سے ان کے اقوال میں تناقض ہے اور ان کی باتیں تاریخ سے تناقض ہیں بلے کاش یہ لوگ حق ہی کی پیروی کرتے خواہ وہ کتنا ہی کڑوا ہوتا اگر وہ ایسا کرتے تو خود ان کو بھی راحت نصیب ہوتی اور دوسروں کو بھی زحمت نہ ہوتی اور اس متفرق امت کو متحد کرنے میں ایک کارنمایاں انجام دیتے

جب صحابہ اولین احادیث نبویہ کے نقل کرنے میں غیر ثقہ ہوں، اور جو چیزیں ان کی خواہشات کے مطابق نہ ہوں ان کو باطل قرار دیدیں خصوصاً اگر وہ حدیثیں وفات رسولؐ کے وقت کی وصیتیں ہوں چنانچہ آپ ملاحظہ فرمائیں بخاری و مسلم دونوں نے لکھا ہے: رسول خداؐ نے مرتے وقت تین چیزوں کی وصیت فرمائی تھی۔

(۱) مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو (۲) وفود کی اسی طرح آنے کی اجازت دو جس طرح میں اجازت دیا تھا، راوی صاحب فرماتے ہیں، تیسری چیز میں بھول گیا لہ تو کیا یہ بات عقل میں آنے

لہ بخاری ج ا ص ۱۲۱، باب جوائز الوفد من کتاب الجہاد والسیر، صحیح مسلم ج ۵ ص ۵، کتاب الوصیۃ۔

والی ہے کہ جو صحابہ موجود تھے اور انھوں نے رسولؐ کی تینوں وصیتیں سنی تھیں وہ صرف تیسری ہی وصیت کو بھول گئے؟ حالانکہ یہ لوگ تو ایک مرتبہ سنکر لمبے لمبے قصیدے یاد کر لیتے تھے اس کو نہیں بھولتے تھے تو کیسے مان لیا جائے کہ اس کو بھول گئے؟ ہر گز نہیں یہ بھولے نہیں تھے (اور نہ اتنا بھولے تھے)، بلکہ سیاست نے ان کو بھلا دینے پر مجبور کیا تھا۔ اصحاب کے مضحکہ خیزیوں میں ایک مضحکہ خیز چیز یہ بھی ہے اور یقیناً پہلی وصیت حضرت علیؑ کے خلیفہ بنانے کی تھی جس کو راوی نے بھلا دیا ہے

حالانکہ چھپانے حق کو چھپانے کے باوجود وصیت کی خوشبو پہنچ ہی جاتی ہے چنانچہ بخاری نے کتاب الوصایا میں اور مسلم نے کتاب الوصیۃ میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ عائشہ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ نبیؐ نے علیؑ کے لئے وصیت فرمائی تھی [1] (آپ نے دیکھا اگر وصیت نہیں تھی تو عائشہ کے سامنے اس کا ذکر کیسا؟ مترجم) آپ خود ہی ملاحظہ فرمائیے کہ خدا اپنے نور کو کس طرح ظاہر کرتا ہے چاہے ظالم کتنا چھپائیں، میں اپنی بات کی طرف پھر پلٹتا ہوں کہ جب ایسے صحابہ رسولؐ اکرم کی وصیت نقل کرنے میں غیر معتبر ہیں تو بے چارے تابعین و تبع تابعین کی کیا ملامت کیجائے۔

اور جب ام المومنین عائشہ ذکر علیؑ کو برداشت نہیں کر سکتی تھیں اور نہ ہی کسی قیمت پر حضرت علیؑ کا ذکر خیر پسند کرتی تھیں جیسا کہ ابن سعد نے اپنی طبقات میں [2] اور بخاری نے اپنی صحیح میں۔ باب مرض النبیؐ و وفاتہ میں ـــ تحریر کیا ہے اور جب ام المومنین عائشہ حضرت علیؑ کی موت کی خبر سن کر سجدۂ شکر ادا کرتی ہوں تو پھر ان سے یہ کیسے توقع کیجا سکتی ہے کہ یہ حضرت علیؑ کے لئے وصیت رسولؐ کا ذکر کریں گی؟ ام المومنین عائشہ کیلئے ہر خاص و عام جانتا ہے کہ یہ حضرت علیؑ سے بغض رکھتی تھیں اور ان سے عداوت رکھتی تھیں (نہ صرف حضرت علیؑ سے) بلکہ علیؑ و اولاد علیؑ اور اہل بیت مصطفٰےؐ سے بہت زیادہ عداوت رکھتی تھیں۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

---

[1] صحیح بخاری ج ۳ ص ۶۸ باب مرض النبیؐ و وفاتہ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴ کتاب الوصیۃ

[2] طبقات ابن سعد، القسم الثانی من الجزء ف ص ۲۹

نصوص کے مقابلہ میں اجتہاد

اس تحقیق و تفتیش کے دوران میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ امت مسلمہ پر سب سے بڑی مصیبت جو پڑ گئی، وہ اصحاب کرام کا نصوص صریحہ کے مقابلہ میں اجتہاد کرنا ہے' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حدود خدا پامال ہوئے، سنت رسولؐ مٹ گئی، صحابہ کے بعد پیدا ہونے والے ائمہ اور علماء صحابہ کے اجتہاد پر قیاس کرنے لگے اور انتہا یہ ہو گئی کہ بعض اوقات اگر صحابہ کا فعل سنت نبویؐ بلکہ نص قرآنی سے ٹکرا گیا تو یہ لوگ اصحاب کے فعل کو حجت ملتے تھے اور سنت رسولؐ و نص قرآنی کو چھوڑ دیتے تھے۔ آپ اس کو مبالغہ نہ سمجھیں اسی کتاب میں عرض کر چکا ہوں کہ قرآن میں تیمم کے لئے نص صریح موجود ہونے اور سنت رسولؐ میں اس کے ثابت ہونے کے باوجود اصحاب نے خود رائی سے کام لیا اور کہہ دیا کہ اگر پانی نہ ملے تو نماز چھوڑ دو اور عبد اللہ بن عمر نے اس اجتہاد کو صحیح ثابت کرنے کیلئے ایک علت بیان کر دی جس کو ہم اسی کتاب میں کسی دوسری جگہ ذکر کر چکے ہیں۔

اصحاب میں جس نے سب سے پہلے باب اجتہاد کو پاٹوں پاٹ کھولا ہے وہ خلیفۂ ثانی ہیں جنھوں نے وفات رسولؐ کے بعد قرآنی نصوص کے مقابلہ میں اپنی رائے استعمال فرمائی ہے چنانچہ قرآن نے مستحقین زکات کی آٹھ قسموں میں ایک قسم مؤلفۃ القلوب کی رکھی ہے لیکن حضرت عمر نے مؤلفۃ القلوب کا حصہ یہ کہہ کر ختم کر دیا کہ ہم کو تمہاری ضرورت نہیں ہے"

اور نصوص نبویؐ کے مقابلہ میں اجتہادات تنے زیادہ کئے ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ حضرت تو خود پیغمبرؐ کی زندگی میں کئی مرتبہ آپ ہی سے ٹکرا گئے تھے صلح حدیبیہ اور مرض الموت میں قلم و دوات کا نہ دینا' اور حسبنا کتاب اللہ کہہ دینے کا تذکرہ میں اسی کتاب میں کر چکا ہوں۔ لیکن یہاں پر ایک دوسرا واقعہ نقل کرنا چاہتا ہوں' اور شاید اس سے عمر کی نفسیات کا مزید اندازہ ہو سکے کہ اس شخص نے جیسے طے کر رکھا تھا کہ سرکار رسالتؐ سے مجادلہ' معارضہ' مناقشہ ضرور کروں گا۔ واقعہ یہ ہے کہ رسولؐ خدا نے ابو ہریرہ کو یہ کہہ کر

بھیجا کہ تمہاری ملاقات جس شخص سے ہو اور اس کو دیکھو کہ (زبان سے) لا الہ الا اللہ کہہ رہا ہو اور دل سے اس کا یقین بھی رکھتا ہو تو تم اس کو جنت کی بشارت دیدو۔ ابو ہریرہ نکلے اور (اتفاق سے) عمر سے ملاقات ہو گئی عمر نے پورا واقعہ سن کر ان کو روکا کہ یہ نہ کرو اور اتنی دھنائی کی کہ ابو ہریرہ چوتڑوں کے کھبل زمین پر گر پڑے اور پھر روتے ہوئے رسول خدا کی خدمت میں پہونچے اور پورا ماجرا سنایا۔ رسول نے عمر سے کہا، تم نے یہ کیوں کیا؟ عمر نے کہا: کیا آپ نے اس کو بھیجا تھا کہ جو شخص دل سے یقین رکھتے ہوئے زبان سے لا الہ الا اللہ کہے اس کو یہ جنت کی بشارت دیدے؟ رسول نے فرمایا: ہاں! عمر نے کہا ایسا مت کیا کیجئے مجھے ڈر ہے لوگ صرف لا الہ الا اللہ ہی پر بھروسہ کرنے لگیں گے! اور حضرت عمر کے صاحبزادے کو یہ خطرہ تھا کہیں لوگ تیمم پر بھروسہ نہ کر لیں اس لئے وہ لوگوں سے کہا کرتے تھے: احتلام کے بعد اگر پانی نہ ملے تو نماز چھوڑ دیا کرو۔ کاش یہ لوگ نصوص کو ان کی حالت پر چھوڑ دیتے اپنے عقیم اجتہاد سے اس کو بدلنے کی کوشش نہ کرتے جس کے نتیجہ میں شریعت کو مٹا دیا، حرمات الٰہی کو بیکار کر دیا، امت مسلمہ کو متعدد مذاہب مختلف آراء اور فرقوں میں بانٹ دیا۔

عمر کی متعدد مقامات پر رسول اور سنت رسول کی مخالفت کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ رسول کو معصوم نہیں سمجھتے تھے بلکہ ایک عادی انسان سمجھتے تھے جو کبھی غلطی کرتا ہے اور کبھی ٹھیک پہنچ جاتا ہے اور یہیں سے اہل سنت والجماعت کے علماء کا یہ عقیدہ ہو گیا کہ رسول اللہ صرف تبلیغ قرآن میں معصوم تھے اس کے علاوہ دیگر امور میں دیگر انسانوں کی طرح خطا کرتے تھے اور اس عقیدہ پر دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کئی مرتبہ ان کے رائے کی غلطی کی اصلاح کی۔

جب رسول اللہ کا یہ عالم تھا۔ جیسا کہ بعض جاہل لوگ روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ اپنے گھر میں چت لیٹے ہوئے تھے، اور شیطان کی بانسری سن رہے تھے اور عورتیں دف بجا رہی تھیں اور شیطان کھیل رہا تھا کہ اتنے میں عمر گھر میں داخل ہوئے (ان کو دیکھتے ہی) شیطان بھاگا اور جلدی جلدی عورتوں نے دفوں کو اپنے چوتڑوں کے نیچے چھپالیا، تو رسول خدا نے فرمایا: اے عمر جب شیطان تم کو دیکھتا ہے کہ تم ایک گھاٹی سے جا رہے ہو تو وہ دوسری گھاٹی سے راستہ طے کرتا ہے تو پھر اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے

کہ دین کے معاملات میں عمر اپنی ذاتی رائے رکھتے ہوں اور اپنے کو اس قابل سمجھتے ہوں کہ سیاسی امور میں بلکہ دینی امور میں بھی رسولؐ خدا سے معارضہ کر سکیں جیسا کہ ابو ہریرہ کا واقعہ شاہد ہے

نصوص کے مقابلہ میں ذاتی رائے کے استعمال کرنے اور اجتہاد کرنے کے نظریے سے صحابہ کے اندر ایک مخصوص جماعت پیدا ہو گئی تھی جس کی قیادت عمر بن خطاب کرتے تھے۔ اور یہی وہ جماعت تھی جس نے واقعہ قرطاس پر حضرت عمر کی بھرپور تائید کی تھی۔ حالانکہ عمر کی رائے نص صریح کے مقابلہ میں تھی، اور اسی سے ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں کہ اس جماعت نے نص غدیر کو ایک سیکنڈ کے لئے بھی قبول نہیں کیا تھا جس میں رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو خلیفۃ المسلمین کی حیثیت سے نامزد کیا تھا، اور یہ لوگ موقعہ کی تلاش میں تھے چنانچہ وفات نبیؐ کے بعد یہ موقعہ ان کو مل گیا اور سقیفہ کے اندر ابوبکر کا انتخاب اسی نظریہ اجتہاد کا نتیجہ تھا۔ اور جب ان کی حکومت مضبوط ہو گئی اور خلافت کے سلسلہ میں لوگوں نے رسولؐ کے نصوص کو فراموش کر دیا تو ان لوگوں نے ہر چیز میں اجتہاد کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ کتاب خدا بھی ان کے زد سے نہ بچ سکی اور انھوں نے حدودِ الٰہی کو معطل کرنا احکام الٰہی کو مبدل کرنا شروع کر دیا۔ اسی کے نتیجہ میں حضرت علیؑ کا حق غصب کر لینے کے بعد جناب فاطمہؑ کا تکلیف دہ مسئلہ پیش آیا اور اس کے بعد مانعین زکات کا مسئلہ درپیش ہوا یہ سب نصوص کے مقابلہ میں اجتہاد کا نتیجہ تھا۔ اور پھر عمر کی خلافت اسی اجتہاد کا حتمی نتیجہ تھی، کیونکہ ابوبکر نے اپنی ذاتی رائے استعمال کر کے اس شوریٰ کو بھی ختم کر دیا جس کے سہارے اپنی خلافت کی صحت پر استدلال کرتے تھے اور جب عمر تخت خلافت پر بیٹھے تو انھوں نے مٹی کو اور بھی گیلا کر دیا جس چیز کو خدا اور رسولؐ نے حرام قرار دیا تھا انھوں نے اس کو حلال کر دیا اور جس کو خدا اور رسولؐ نے حلال قرار دیا تھا اس کو حرام کر دیا[2]

اور جب حضرت عثمان کا دور آیا تو انھوں نے حد کر دی اور رائے سے پہلے والوں سے چار قدم آگے

---

[1] جیسے ایک ہی وقت میں تین طلاق کا جائز کر دینا ملاحظہ ہو صحیح مسلم باب الطلاق الثلاث سنن ابی داود ج ۱ ص ۳۴۴ [2] جیسے متعۃ الحج اور متعۃ النساء کو حرام کر دینا ملاحظہ ہو صحیح مسلم کتاب الحج صحیح بخاری کتاب الحج باب التمتع

ہی چلے گئے۔ سیاسی و دینی زندگی میں انھوں نے اجتہادات کے وہ کرشمے دکھلائے کہ ان کے خلاف عام بغاوت ہو گئی اور اس اجتہاد کی قیمت زندگی دے کر چکائی۔

اور پھر جب حضرت علیؑ کا دور آیا تو لوگوں کو سنت رسولؐ کی طرف اور قرآن کی طرف پلٹانے میں بڑی زحمتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ نے چاہا کہ ان بدعتوں کو ختم کر دیا جائے جو دین میں داخل کر دی گئی ہیں لیکن بعض لوگوں نے چیخنا شروع کر دیا "واسنۃ عمراہ" (ہائے عمر کی سنت ختم کی جا رہی ہے) مجھے یقین ہے اور میرا عقیدہ ہے کہ جن لوگوں نے حضرت علیؑ کی مخالفت کی اور ان سے آمادۂ پیکار ہوئے اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ لوگوں کو صحیح راستہ پر لانا چاہتے تھے اور ان کو نصوص صحیحہ کا پیرو بنانا چاہتے تھے اور ایک چوتھائی صدی تک دین میں جن بدعتوں کا اضافہ کیا گیا تھا اور جو اجتہادات کئے گئے تھے ان کا خاتمہ کر دینا چاہتے تھے اس لئے لوگوں نے مخالفت شروع کر دی کیونکہ لوگوں نے عموماً اور دنیا پرستوں نے خصوصاً اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اس لئے کہ یہ لوگ مال خدا کو ذاتی جائداد بنانے اور اللہ کے بندوں کو غلام بنانے سونے چاندی کا ڈھیر لگانے، کمزوروں کو ان کے معمولی حقوق تک نہ دینے کے عادی ہو چکے تھے۔

ہم نے یہ دیکھا کہ مستکبرین ہر زمانہ میں خود رائی کی طرف مائل تھے اور اس کیلئے ڈنکا پیٹتے تھے تاکہ ہر طریقہ سے اپنا اُلّو سیدھا کریں لیکن نصوص۔ خواہ قرآنی ہوں یا رسولؐ کی ہوں۔ ان کے اور ان کے مقاصد کے درمیان پہاڑ بن کر حائل ہو جاتے تھے۔

اس کے علاوہ ہر عصر و مصر میں ایسے اجتہاد کے انصار و مددگار بھی پیدا ہو جاتے ہیں بلکہ مستضعفین بھی ایسے اجتہاد کو پسند کرتے ہیں کیونکہ اس میں سہولت و آسانی ہوتی ہے اور نص میں پابندی و عدم حریت ہوتی ہے اس لئے سیاسی حضرات اس کو "حکم تھیوقراطی" یعنی خدائی حکم کہتے ہیں اور اجتہاد میں کسی قسم کی قید و بند نہیں ہوتی اسمیں حریت ہوتی ہے اس لئے اس کو "حکم دمقراطی" یعنی جمہوری کہتے ہیں پس سقیفہ میں جمع ہونے والے حضرات نے حکومت تھیوقراطیہ کو جس کی بنیاد رسولؐ اسلام نے نصوص قرآنی پر رکھی تھی، حکومت دمقراطیہ سے بدل دیا جس میں پبلک جس کو مناسب سمجھے اس کو قائد چن لے حالانکہ صحابہ کلمہ

دیمقراطیہ کو تو جانتے ہی نہ تھے کیونکہ یہ عربی نہیں ہے اس کی جگہ نظام شوریٰ کو جانتے و پہچانتے تھے [1]

آج جو لوگ نصِ خلافت کو نہیں مانتے وہ نظام دیمقراطی کے علمبردار ہیں اور بڑے فخر سے کہتے ہیں سب سے پہلے اسلام نے اس نظام کو جاری کیا ہے۔ یہی لوگ اجتہاد و تجدید کے نعرے لگاتے ہیں اور یہ لوگ بڑی حد تک مغربی نظام سے قریب ہیں، اسی لئے مغربی حکومتیں ان لوگوں کی بڑی تعریفیں کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ در حقیقت یہی لوگ ترقی پسند مسلمان ہیں۔

لیکن شیعہ حضرات حکومت ثیوقراطیہ کے قائل ہیں (یعنی خدائی حکومت کے) اور یہ لوگ نص کے مقابلے میں اجتہاد کو قبول نہیں کرتے۔ یہ لوگ حکومت الٰہی اور حکومت شورائی میں فرق کرتے ہیں ان کے نزدیک شوریٰ کا نصوص سے کوئی تعلق نہیں ہے، اجتہاد و شوریٰ صرف ان مقامات پر قابل قبول ہے جہاں پر قرآن یا رسولؐ کی نص موجود نہ ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب خدا نے محمدؐ کو رسولؐ بنا کہ بھیجا اسی نے ان کو حکم دیا "وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (پ ۴ س ۳ (آل عمران) آیت ۱۵۹)۔ اور ان سے (حسب دستور سابق) کام کاج میں مشورہ کر لیا کرو۔ لیکن جہاں تک قیادت بشر (امامت و خلافت) کا سوال ہے اس میں خدا کا حکم ہے: وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ (پ ۲۰ س ۲۸ (قصص) آیت ۶۸)۔ اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) منتخب کرتا ہے اور یہ انتخاب لوگوں کے اختیار میں نہیں ہے۔

پس شیعہ چونکہ رسولؐ خدا کے بعد حضرت علیؑ کی امامت کے قائل ہیں اس لئے وہ نص سے تمسک کرتے ہیں اور اگر وہ صحابہ پر طعن کرتے ہیں تو صرف ان صحابہ پر جنھوں نے نص کو چھوڑ کر ذاتی رائے پر عمل کرنا شروع کر دیا، اور اس طرح حکم خدا اور رسولؐ کو ضائع و برباد کر دیا اور اسلام میں اتنا بڑا شگاف پیدا کر دیا جو آج تک پُر نہ ہو سکا۔ اور اسی لئے مغربی حکومتیں اور ان کے مفکرین شیعوں کو ناپسند کرتے ہیں اور ان کو متعصب و رجعت پسند کہتے ہیں، کیونکہ شیعہ قرآن کی طرف رجوع کرنا چاہتے ہیں جو قرآن چور کے ہاتھ کاٹنے کا، زانی کو رجم کرنے کا، جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیتا ہے اور یہ ساری باتیں ان کی نظر میں

---

[1] ویسے واقعہ یہ ہے کہ جمہوری نظام پر بھی انتخاب نہیں کیا گیا کیونکہ جن لوگوں نے ابوبکر کو چنا تھا وہ کسی بھی طرح عوام کے نمائندہ نہ تھے۔

جنگلی پن اور بربریت ہیں۔

اس بحث کے درمیان میں اس بات کو اچھی طرح سمجھ گیا، کہ دوسری صدی ہجری سے اجتہاد کا دروازہ سنیوں نے کیوں بند کر دیا، اس لئے کہ اسی اجتہاد نے امت مسلمہ کو مصائب، پریشانیوں، ایسی خونی جنگوں میں مبتلا کر دیا جس نے ہر خشک و تر کو تباہ کر دیا، اسی اجتہاد نے اس خیر امت کو ایسی پست قوم میں مبتلا کر دیا جس میں لاقانونیت کا دور دورہ ہے جس پر قبائلی نظام کی حکمرانی ہے جو اسلام سے پھر جاہلیت کیطرف پلٹ چکی ہے۔

البتہ شیعوں کے یہاں جب تک نصوص موجود ہیں اجتہاد کا دروازہ بھی کھلا ہے کسی کو ان نصوص میں تبدیلی کا حق نہیں ہے اور اس سلسلہ میں شیعوں کی سب سے زیادہ مدد ان بارہ[۱۲] اماموں نے کی ہے جو اپنے جد (رسولخدا) کے علوم کے وارث تھے کیونکہ ان تمام ائمہ کی روش ایک تھی اور ان کا کہنا تھا: دنیا میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس میں خدا نے حکم نہ دیا ہو اور رسولؐ نے اس کو بیان نہ کیا ہو (یعنی ان کے یہاں ذاتی رائے کی گنجائش نہیں ہے)

اور میں اس بات کو بھی سمجھ گیا کہ جب اہلسنت والجماعت نے ان اصحاب کی اقتداء کی جو ایسے مجتہد تھے کہ جنھوں نے احادیث نبویؐ کو قلمبند کرنے سے روک دیا تھا۔ تو غیاب نصوص کی صورت میں لوگ رائے، قیاس، استصحاب پر عمل کرنے کیلئے مجبور ہو گئے۔

اور ان تمام باتوں سے یہ بھی سمجھ گیا کہ شیعہ علی بن ابیطالب ہی سے وابستہ رہے جو باب مدینۃ العلم تھے اور جو لوگوں سے کہا کرتے تھے: مجھ سے ہر چیز کے بارے میں پوچھ سکتے ہو کیونکہ رسولؐ خدا نے مجھے علم کے ہزار باب تعلیم کر دئیے ہیں اور ایک ایک باب سے ہزار ہزار باب میرے اوپر کھل گئے ہیں[۱] اور غیر شیعہ معاویہ ابن ابی سفیان سے چپک گئے جس کو سنت نبویؐ کا علم ہی نہیں تھا اگر تھا بھی تو بہت ہی کم، اور یہی معاویہ جو باغی گروہ کا لیڈر تھا حضرت علیؑ کی وفات کے بعد مومنین کا امیر بن بیٹھا اور دین خدا میں اپنی رائے پر اتنا زیادہ عمل کیا کہ اس کے پیشرو اس سے کہیں پیچھے رہ گئے اور اہلسنت حضرات فرماتے ہیں معاویہ کاتب وحی تھا اور علماء مجتہدین میں سے تھا میری سمجھ میں بات نہیں آئی کہ جس نے امام حسنؑ سید شباب اہل الجنۃ کو

---

[۱] تاریخ دمشق ج ۲ ص ۴۸۴، حالات حضرت علیؑ، مقتل الحسینؑ (خوارزمی) ج ۱ ص ۳۸، الغدیر (امینی) ج ۳ ص ۱۲۰

زہر سے قتل کرایا ہو یہ لوگ اس کو کیونکر مجتہد مانتے ہیں؟ شاید اس کا بھی جواب یہ لوگ دیں کہ یہ بھی اس کا اجتہاد تھا اس نے اجتہاد کیا مگر اس میں غلطی ہو گئی۔

نہ معلوم یہ لوگ اس شخص کو کیونکر مجتہد کہتے ہیں جس نے امت سے ظلم و جبر کے ذریعہ اپنے لئے پھر اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کیلئے بیعت لی اور نظام شوریٰ کو شہنشاہی میں بدل دیا؟ جس شخص نے لوگوں کو حضرت علیؑ اور ذریت مصطفےٰؐ پر منبروں سے لعنت کرنے پر مجبور کیا ہو اور یہ سنت سیئہ ساٹھ سال تک جاری رکھی ہو اس کو یہ لوگ کیونکر مجتہد تسلیم کر کے ایک اجر کا مستحق قرار دیتے ہیں؟ اور اس کو کاتب الوحی کس طرح کہتے ہیں؟ ... کیونکہ رسولؐ اللہ پر ۲۳ سال تک وحی نازل ہوتی رہی اس ۲۳ سال میں ۲۱ سال تک معاویہ مشرک رہا اور رسولؐ خدا فتح مکہ کے بعد مکہ میں اقامت پذیر نہیں ہوئے اور معاویہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوا اس کے بعد کوئی ایسی روایت مجھے نہیں ملی کہ معاویہ نے مدینہ میں سکونت کی ہو پھر معاویہ کس طرح کاتب وحی ہو گیا؟ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

میں وہی پرانا سوال پھر دہراتا ہوں کہ دونوں میں سے کون حق پر تھا اور کون باطل پر؟ یا تو حضرت علیؑ اور ان کے شیعہ ظالم تھے اور باطل پر تھے، اور یا پھر معاویہ اور اس کے پیروکار ظالم تھے اور باطل پر تھے حالانکہ رسولؐ خدا نے دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر دیا تھا، اگرچہ بعض سنی جو مکی سنت ہیں اس میں کج بحثی کرتے ہیں اور مجھ پر بحث کے دوران اور معاویہ کا دفاع کرنے والے حضرات سے گفت و شنید کرنے کے بعد یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ معاویہ اور اس کے پیروکار سنت رسولؐ کے ہر حال پیرو نہیں تھے خصوصاً اگر کوئی ان کے حالات پر مطلع ہو جائے تو اسے بھی اس کا یقین ہو جائے گا کیونکہ یہ لوگ شیعیان علیؑ سے بغض رکھتے ہیں، عاشورہ کے دن عید مناتے ہیں جن اصحاب نے رسولؐ خدا کو ان کی زندگی میں اذیت پہونچا کر ان کی زندگی اجیرن کر دی تھی ان کا دفاع کرتے ہیں ان کی غلطیوں کو سراہتے ہیں، ان کے اعمال کو جائز قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں

بھائی یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ حضرت علیؑ اور اہلبیتؑ کو بھی دوست رکھیں اور ان کے دشمنوں اور قاتلوں کو رضی اللہ بھی کہتے رہیں؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ خدا اور رسولؐ کو بھی دوست رکھیں اور جو لوگ

خدا اور رسولؐ کے احکام کو بدل دیتے ہیں اور احکام الٰہی میں اپنی رائے سے اجتہاد و تاویل کرتے ہیں انکا بھی دفاع کریں؟

جو شخص رسولؐ اللہ کا احترام نہ کرے بلکہ ان پر ہذیان کا اتہام لگائے آپ لوگ کیسے اس کا احترام کرتے ہیں؟ جن لوگوں کو اموی یا عباسی حکومت نے اپنے سیاسی اغراض کے پیش نظر امام بنایا ہو اس کی تو آپ لوگ تقلید کرتے ہیں؟ اور جن کے اسماء[1] اور تعداد[2] تک کو رسولؐ اللہ نے معین کر کے بتا دیا ہو ان کو آپ چھوڑ دیتے ہیں؟ آخر یہ کون سی عقلمندی ہے؟ جو شخص نبیؐ کی صحیح معرفت نہ رکھتا ہو اس کی تو تقلید کیجائے اور جو باب مدینۃ العلم ہو اور بمنزلۂ ہارونؑ ہو اسکو چھوڑ دیا جائے

---

[1] صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۶۴، مسلم ص ۱۱۹ فی باب الناس تبع لقریش [2] ینابیع المودۃ

اہل سنت والجماعت کی اصطلاح کا موجد؟

میں نے تاریخ میں بہت ڈھونڈھا لیکن مجھے صرف اتنا ملا کہ جس سال معاویہ تخت حکومت پر بیٹھا سب نے متفق ہو کر اس سال کا نام عام الجماعت" رکھ دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ عثمان کے قتل کئے جانے کے بعد امت دو حصوں میں بٹ گئی (۱) شیعیان علیؑ (۲) پیروان معاویہ اور جب حضرت علیؑ شہید کر دیئے گئے اور معاویہ نے امام حسنؑ سے صلح کر لی اور معاویہ امیر المومنین بن گیا تو اس سال کا نام عام الجماعۃ" رکھا گیا

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اہل سنت والجماعت وہ جماعت ہے جو سنت معاویہ کی پیروی کرتی ہے اور معاویہ پر اجتماع کرتی ہے اس کا مطلب رسولؐ اللہ کی پیروی کرنے والی جماعت نہیں ہے اسلئے ماننا پڑیگا کہ اہلبیتؑ رسولؐ ہی اپنے جدؐ کی سنت کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں نہ یہ طلقاء اس لئے کہ گھر والے ہی گھر کی بات کو زیادہ جانتے ہیں اور مکہ والے ہی مکہ کی گھاٹیوں کو سب سے زیادہ جانتے ہیں لیکن ہم نے ائمہ اثنا عشر کی مخالفت کی جن کے رسولؐ خدا نے نص کر دی تھی اور بارہ اماموں کے دشمنوں کی ہم نے پیروی شروع کر دی

اور اس حدیث کے اعتراف کے باوجود جس میں رسولؐ خدا نے بارہ خلیفہ کا ذکر فرمایا ہے اور کہا ہے یہ سب کے سب قریش سے ہوں گے۔ ہم جب بھی خلفاء کا شمار کرتے ہیں، چوتھے خلیفہ پر آکر ٹھہر جاتے ہیں، اور شاید معاویہ نے ہم لوگوں کا نام جو اہل سنت والجماعت رکھا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ حضرت علیؑ اور اہل بیتؑ کے لئے اس نے جو لعنت کی سنت جاری کی ہے اس پر لوگ مجتمع ہو جائیں اور معاویہ کی یہ سنت ۶۰ سال تک جاری رہی عمر بن عبد العزیز کے علاوہ کوئی اس کو ختم نہیں کر سکا اسی لئے بعض مورخین کا بیان ہے کہ عبد العزیز اگرچہ خود بھی اموی تھا لیکن بنی امیہ نے اس کے قتل کا پلان آپسی مشورہ سے تیار کر لیا تھا کیونکہ اس نے سنت (یعنی حضرت علیؑ پر لعنت) کو ختم کر دیا تھا"

www.kitabmart.in

اے میرے خاندان والو! اے میرے گھر والو ہم کو تعصب چھوڑ کر حق کو تلاش کرنا چاہئے کیونکہ ہم بنی عباس کے بھینٹ چڑھائے ہوئے ہیں، تاریخ سیاہ کے بھینٹ چڑھائے ہوئے ہیں ہم بزرگوں کے جمود فکری کے شکار ہوئے ہیں ہم معاویہ، عمرو عاص، مغیرۃ بن شعبہ جیسے چالاک و مکار لوگوں کی مکاری و چالبازی کے شکار ہوئے ہیں۔ اپنی حقیقی اسلامی تاریخ کو تلاش کرو تاکہ روشن حقائق تک ہماری رسائی ہو سکے۔ خدا اس کا دہرا اجر دے گا۔ ہو سکتا ہے تمہارے ہی ذریعہ سے خدا رسول اسلامؐ کے بعد مصائب میں گرفتار امت مسلمہ کے افتراق کو اتفاق سے بدل دے یا امت ۷۳ فرقوں میں بٹ چکی ہے ممکن ہے تمہاری وجہ سے پھر ان سب کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دے۔

آؤ آؤ ہم سب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اتباع اہلبیتؑ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر امت مسلمہ کو متحد کر سکیں۔ اہل بیتؑ رسولؐ وہ ہیں جن کی اتباع کا حکم رسولؐ خدا نے ہم کو دیا ہے اور فرمایا ہے: اہلبیت سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور ان سے پیچھے بھی نہ رہ جانا ورنہ ہلاکت تمہارا مقدر بن جائے گی۔ ان کو تعلیم دینے کی کوشش نہ کرنا یہ تم سے زیادہ عالم ہیں[1]

اگر ہم ایسا کریں گے تو خدا اپنی ناراضگی اور اپنے غضب کو ہم سے اٹھا لے گا۔ اور خوف کے بعد ہمارے لئے امن قرار دے گا۔ اور ہم کو زمین پر متمکن بنا دے گا اور ہم کو زمین پر خلیفہ بنا دے گا اور ہمارے لئے اپنے ولی الامام المہدیؑ کو ظاہر کر دے گا۔ جن کیلئے رسولؐ اللہ نے ہم سے وعدہ کیا ہے، وہ ظاہر ہو کر دنیا کو عدل و انصاف سے اسی طرح پُر کر دیں گے جس طرح وہ پہلے ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ اور انھیں کے ذریعہ پوری زمین میں خدا اپنے نور کو مکمل کرے گا۔

[1] الدر المنثور (سیوطی) ج ۲ ص ۶۰، اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۳۷، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۱۴۸، ۲۲۶، ینابیع المودۃ ص ۴۱ و ۳۵۵، کنز العمال ج ۱ ص ۱۶۸، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۶۳

مناظرہ کی دعوت

یہ تبدیلی میری روحانی سعادت کا سبب بنی کیونکہ میں نے نئے مذہب کے انکشاف یا اسلام حقیقی تک رسائی کی وجہ سے ضمیر کی راحت و دل کی فرحت کا احساس کیا اور خوشیوں نے مجھے گھیر لیا اور خدا کی نعمت ہدایت و رشاد سے سرشار ہو گیا اور اب میرے دل میں جو خیالات تھے ان کے چھپانے پر میں کسی طرح قادر نہیں تھا چنانچہ میں نے اپنے دل میں کہا بمفاد آیہ "اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" اپنے دل کی بات کا لوگوں سے بیان کرنا ضروری ہے اور یہ نعمت ایمان تو بہت بڑی نعمت ہے دنیا و آخرت میں نعمت کبریٰ کہلانے کی یہی مستحق ہے نیز حق بات نہ کہنے والا گونگا شیطان ہے اور حق کے بعد تو گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہے ان سب باتوں کو سوچتے ہوئے اظہار کرنا ضروری سمجھا

اور جس بات نے اس حقیقت کو نشر کرنے کیلئے میرے شعور کو مزید یقین و پختگی بخشی وہ اہل سنت والجماعت کی اہلبیتؑ سے دوری تھی، میں نے سوچا ہو سکتا ہے تاریخ نے ان کے ذہنوں پر جو جال بچھا رکھا ہے وہ پردہ اٹھ جائے اور یہ لوگ بھی حق کی پیروی کرنے لگیں، یہ میری شخصی و ذاتی رائے تھی: كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ (پ ۵ س ۴ (نساء) آیہ ۹۴) (مسلمانو) پہلے تم خود بھی تو ایسے ہی تھے پھر خدا نے تم پر احسان کیا (کہ تم بے کھٹکے مسلمان ہو گئے)

چنانچہ معہد میں جو چار اساتذہ میرے ساتھ کام کرتے تھے میں نے ان کو دعوت دی، ان میں سے دو تو دینی تربیت دیتے تھے، اور تیسرا زبان عربی کا استاد تھا اور چوتھا اسلامی فلسفہ کا استاد تھا اور یہ چاروں قفصہ کے نہیں تھے، بلکہ ٹیونس، جمال، سوسہ کے رہنے والے تھے، میں نے ان لوگوں سے کہا آپ لوگ اس عظیم موضوع پر مجھ سے بحث کیجئے، میں نے انپر یہ ظاہر کیا تھا کہ میں بعض چیزوں کو سمجھ نہیں پایا ہوں اور اس سلسلہ میں بہت مضطرب و پریشان ہوں اس لئے آپ حضرات میری رہنمائی فرمائیں۔ سب نے

وعدہ کرلیا کہ چھٹی کے بعد میرے گھر پر آئیں گے میں نے ان کو کتاب المراجعات پڑھنے کو دیا کہ اس کتاب کا مؤلف عجیب وغریب باتوں کا دعویٰ کرتا ہے ان میں سے تین نے تو کتاب کو بہت پسند کیا، لیکن چوتھے نے چار پانچ نشستوں کے بعد یہ کہہ کر علیحدگی اختیار کرلی، مغرب چاند پر کمندیں ڈال رہا ہے اور آپ لوگ ابھی تک خلافت اسلامیہ کے چکر میں الجھے ہیں،

ہم نے ایک ماہ کے اندر ابھی کتاب ختم بھی نہیں کی تھی کہ وہ تینوں شیعہ ہو گئے، اس سلسلہ میں میں نے بھی حقیقت تک پہونچنے میں ان کی بڑی مدد کی کیونکہ دوران تحقیق میری معلومات کافی وسیع ہو گئی تھیں، اور میں ہدایت کا مزہ چکھ چکا تھا، اس کے بعد میں نے عادت بنالی کہ ہر مرتبہ قفصہ کے دوستوں میں سے اور مسجد میں دروس کہنے کی وجہ سے جو لوگ مجھ سے رابطہ رکھتے تھے ان میں سے اور صوفیت کے رشتہ کی بنا پر جن لوگوں سے تعلقات استوار تھے ان میں سے اور بعض ان شاگردوں میں سے جو ہمہ وقت مجھ سے اتصال رکھتے تھے ان میں سے کسی نہ کسی ایک کو بلاتا رہتا تھا اور تبلیغ کرتا رہتا تھا اور ابھی ایک سال ہی گزرا تھا کہ ہماری تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا۔ ہم اہلبیت علیہم السلام کو اور ان کے دوستوں کو دوست رکھتے تھے، اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھتے تھے عید میں خوشی مناتے تھے اور عاشورہ کو غم مناتے تھے مجلس کرتے تھے،

جب میں نے قفصہ میں پہلی مرتبہ محفل عید غدیر منعقد کی تو اسی کی مناسبت سے سب سے پہلا خط اپنے شیعہ ہو جانے کا السید الخوئی اور السید محمد باقر الصدر کو تحریر کیا اور میرا معاملہ خاص وعام کے نزدیک مشہور ہو چکا کہ میں شیعہ ہو گیا ہوں، اور آل رسولؐ کے تشیع کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہوں اور پھر اسی کے ساتھ ساتھ میرے خلاف اتہامات والزامات کا سلسلہ بڑے زور وشور سے شروع ہو گیا۔ مثلاً میں اسرائیل کا جاسوس ہوں میرا کام ہی یہ ہے کہ لوگوں کو ان کے دین کے معاملہ میں مشکوک بنادوں، یا مثلاً میں صحابہ کو گالیاں دیتا ہوں، یا میں بہت بڑا فتنہ پرداز ہوں وغیرہ وغیرہ

دار السلطنت ٹیونس میں میں نے اپنے دو دوستوں راشد الغنوشی اور عبد الفتاح مورو سے اتصال پیدا کیا، ان دونوں سے بڑی سخت بحث ہوئی۔ ایک دن عبد الفتاح کے گھر بات کرتے ہوئے میں نے کہا مسلمان ہونے کے ناطے ہمارے اوپر اپنی کتابوں کا پڑھنا، تاریخوں کا مطالعہ کرنا واجب ہے

اور میں نے بطور مثال کہا جیسے بخاری میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کو نہ عقل قبول کرتی ہے نہ دین قبول کرتا ہے بس اتنا کہنا تھا کہ دونوں بھڑک اٹھے: آپ کون ہیں بخاری پر تنقید کرنے والے؟ اس کے بعد میں نے بہت کوشش کی کہ اُن کو قانع کر کے پھر سے بحث کا سلسلہ شروع کردوں لیکن ان لوگوں نے یہ کہہ کر علیحدگی اختیار کر لی: اگر تم شیعہ ہو گئے ہو تو ہم تو کسی قیمت پر شیعہ نہ ہوں گے، ہمارے پاس اس سے زیادہ اہم کام ہیں، ہم کو اس حکومت کا مقابلہ کرنا ہے جو اسلام پر عمل نہیں کرتی۔ میں نے کہا اس سے کیا فائدہ ہو گا؟ جب اقتدار تمہارے ہاتھ میں آجائے گا اور تم خود اسلام کی حقیقت کو نہ پہچانتے ہو گے تو اس سے بھی زیادہ کرو گے! مختصر یہ کہ ملاقات کا خاتمہ نفرت پر ہوا۔

اس کے بعد تو ہمارے خلاف شدید قسم کے پروپگنڈے شروع ہو گئے اور اس میں اخوان المسلمین کے وہ لوگ بھی شریک ہو گئے جو اسلامی تحریک کے رخ کو نہیں پہچانتے تھے چنانچہ متوسط قسم کے طبقہ میں انھوں نے میرے خلاف یہ پروپگنڈہ شروع کر دیا کہ یہ شخص حکومت کا ایجنٹ ہے اور مسلمانوں کو ان کے دین میں مشکوک بنانا چاہتا ہے تاکہ مسلمان جو حکومت کے خلاف ڈٹ کر مقابلہ کر رہے ہیں اس سے غافل ہو جائیں۔

اخوان المسلمین میں کام کرنے والے جوان اور صوفیت کا پرچار کرنے والے بوڑھے رفتہ رفتہ ہم سے الگ ہو گئے اور ہم خود اپنے شہروں میں، قبیلہ میں، رشتہ داروں میں، دوستوں میں، اجنبی ہو کر رہ گئے اور یہ زمانہ بڑا سخت ہمارے اوپر گزرا، لیکن خداوند عالم نے ہم کو ان کے بدلے میں ان سے اچھے لوگ دیدیئے چنانچہ دوسرے دوسرے شہروں سے جوان آنے لگے اور مجھ سے حقیقت کے بارے میں سوال کرنے لگے اور میں اپنی حد بھر انتہا سے زیادہ کوشش کر کے ان کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتا رہا چنانچہ دار السلطنۃ، قیروان، سوسۃ، سید بوزید کے بہت سے جوان شیعہ ہو گئے اور میں اپنی گرمیوں کی تعطیلات منانے کیلئے عراق جاتے ہوئے یورپ سے بھی گزرا، جہاں اپنے بعض ان دوستوں سے ملاقات کی جو فرانس یا ہالینڈ میں تھے اور ان سے جب اس موضوع پر بات کی تو وہ لوگ بھی شیعہ ہو گئے، الحمد للہ علیٰ ذالک ...

جب میں نجف اشرف جاکر سید محمد باقر الصدر کے گھر میں ان سے ملاقات کی اور اس جگہ کچھ دیگر علماء

بھی بیٹھے تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی اور سید صدر نے مجھے آگے بڑھا کر سب سے متعارف کرانا شروع کیا کہ یہ ٹیونس میں تشیع کے بیج ہیں اور اسی کے ساتھ انھوں نے بتایا کہ جب ان کا پہلا خط عید غدیر کی محفل کے سلسلے میں میرے پاس آیا تو میں اتنا متاثر ہوا کہ بیساختہ میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تب میں نے ان سے شکایت کی کہ میرے خلاف پروپگینڈے کئے جا رہے ہیں اور مجھے گوشہ نشینی اختیار کرنی پڑ گئی ہے اور یہ باتیں اب میرے برداشت سے باہر ہوتی جا رہی ہیں!

اس وقت سید نے اپنے کلام کے درمیان فرمایا: بھائی یہ زحمتیں تو تم کو برداشت کرنی ہونگی کیونکہ اہلبیتؑ کا راستہ بہت دشوار و سخت ہے ایک شخص نے پیغمبرؐ کے پاس آکر کہا میں آپؐ کو دوست رکھتا ہوں تو آنحضرتؐ نے فرمایا: تم کو کثرت ابتلاء کی بشارت دیتا ہوں. پھر اس نے کہا میں آپ کے ابن عم علیؑ ابن ابیطالبؑ سے بھی محبت کرتا ہوں تو رسولؐ نے کہا: میں تجھ کو کثرت اعداء کی بشارت دیتا ہوں، پھر اس نے کہا! میں حسنؑ و حسینؑ کو بھی دوست رکھتا ہوں تو فرمایا: پھر فقر اور کثرت بلاء کے لئے تیار ہو جاؤ، ہم نے دعوتِ حق کے سلسلہ میں کیا پیش کیا ہے؟ امام حسینؑ کو دیکھو انھوں نے دعوتِ حق کی قیمت اپنی، اپنے اہل و عیال کی، ذریّت و خاندان کی، اصحاب و انصار کی قربانی پیش کر کے ادا کی ہے اور مرورِ زمانہ کے ساتھ شیعوں نے جو قربانیاں دی ہیں، اور آج تک دیتے چلے آرہے ہیں ان کے مقابلہ میں ہم نے کیا کیا؟ برادر اس قسم کی پریشانیوں اور راہِ حق میں قربانی کی مشقت کا تحمل کرو. اگر تمہارے ذریعہ سے ایک آدمی ہدایت یافتہ ہو جائے تو یہ تمہارے لئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے.

اسی طرح سید نے مجھے نصیحت کی کہ گوشہ نشینی اختیار نہ کرو اور حکم دیا کہ برادرانِ اہل سنت کے قریب ہو جاؤ وہ تم سے کتنے ہی دور ہونے کی کوشش کریں تم ان سے قربت اختیار کرو. نیز مجھے حکم دیا کہ ان کے ساتھ نماز جماعت پڑھوں تاکہ قطع تعلق نہ ہونے پائے کیونکہ یہ لوگ بے گناہ ہیں کیونکہ یہ لوگ اپنے بزرگوں اور واہیات تاریخ کے قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیے گئے ہیں. اور لوگ جس سے واقف نہیں ہوتے اس کے دشمن تو ہوتے ہی ہیں.

اسی طرح تقریباً السید الخوئیؒ نے بھی مجھے نصیحت فرمائی اور سید محمد علی طباطبائی الحکیم نے بھی اسی قسم کی نصیحت کی، اور برابر اپنے متعدد خطوط میں اس قسم کی نصیحتیں تحریر کرتے رہے جس کا اثر ہمارے شیعہ بھائیوں پر بہت ہوا، اس کے بعد مختلف مواقع پر نجف اشرف اور علمائے نجف کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا اور میں نے اپنی جگہ طے کر لیا تھا کہ ہر قیمت پر ہر سال گرمیوں کی چھٹیاں نجف اشرف میں گزارا کرونگا اور سید محمد باقر الصدرؒ کے دروس میں شرکت کیا کروں گا کیونکہ ان کے دروس سے میں نے کافی استفادہ کیا تھا، اسی طرح یہ بھی طے کر لیا تھا کہ بارہ اماموں کی زیارت بھی کروں گا چنانچہ خدا نے میری تمنا پوری کر دی، یہاں تک کہ میں امام رضاؑ کی زیارت سے بھی مشرف ہوا جن کا مزار ایران کے ایک شہر مشہد میں ہے جو روس کی سرحدوں سے قریب ہے وہاں بھی میں نے بڑے علماء سے ملاقات کی اور استفادہ کیا، اور سید خوئی جن کی میں تقلید کرتا ہوں انھوں نے خمس و زکاۃ میں تصرف کا وکالت نامہ بھی دیا تاکہ اس سے شیعہ ہونے والے مسلمانوں کی کتابوں وغیرہ سے مدد کرتا رہوں، اور میں نے ایک عظیم کتبخانہ بنایا جس میں وہ اہم کتابیں بہر حال جمع کر دیں جن کی ضرورت بحث کے وقت ہوتی ہے اس میں سنی شیعہ دونوں کی کتابیں موجود ہیں اس کا نام "مکتبۂ اہل البیت" ہے اس سے بہت لوگوں نے استفادہ کیا ہے۔

خداوند عالم نے میری خوشی کو دگنا اور میری سعادت کو اس وقت دگنا کر دیا جب تقریباً پندرہ سال پہلے میں نے شہر قفصہ کے حاکم سے خواہش کی کہ جس سڑک پر میں رہتا ہوں اس کا نام "شارع الامام علیؑ" رکھ دیا جائے اور اس نے قبول کر لیا لہٰذا میں اس کا شکر گزار ہوں یہ حاکم حضرت علیؑ کی طرف بہت جھکاؤ رکھتا ہے میں نے اس کو بطور تحفہ "المراجعات" بھی دی، خدا اس کو جزائے خیر دے اور اس کی تمنا پوری کرے لیکن بعض حاسدوں نے اس بورڈ کو ہٹانا چاہا مگر خدا نے ان کو ناکام بنا دیا اور اب دنیا کے ہر گوشہ سے میرے پاس جو خطوط آتے ہیں ان کے پتہ پر "شارع امام علیؑ" لکھا ہوتا ہے اس مبارک نام نے ہمارے قدیم شہر کو بہت برکت عطا کی،

ائمہ معصومینؑ اور علمائے نجف کی نصیحتوں پر عمل کرتے ہوئے میں دیگر مسلمان بھائیوں سے عمداً قربت پیدا کرتا ہوں انھیں کے ساتھ جماعت پڑھتا ہوں جس سے کھنچاؤ میں کافی کمی آگئی ہے اور جوانوں کو اپنی نماز، وضو، عقائد کے سلسلہ میں جب وہ سوال کرتے ہیں تو کافی حد تک مطمئن کر دیتا ہوں،

حق کی جیت

جنوب ٹیونس کے کسی دیہات میں ایک شادی میں چند عورتیں آپس میں گفتگو کر رہی تھیں کہ فلاں شخص کی بیوی جس کا نام ہے وہ.. اور ان عورتوں کے بیچ میں ایک بیٹھی ہوئی بوڑھی عورت ان کی گفتگو سن رہی تھی کہ فلاں کے ساتھ فلاں کی لڑکی کی شادی ہو گئی تو اس کو بہت تعجب ہوا. عورتوں نے اس بوڑھی عورت سے پوچھا کہ تم کو اس پر تعجب کیوں ہو رہا ہے؟ اس نے کہا میں نے دونوں کو دودھ پلایا ہے وہ آپس میں بہن بھائی ہیں، بس پھر کیا تھا عورتوں نے اپنے اپنے شوہروں سے ذکر کیا اور جب مردوں نے تحقیق کی تو بات صحیح ثابت ہوئی، لڑکی کے والد نے بھی اعتراف کیا اور لڑکے کے والد نے بھی کہ اس بڑھیا نے دودھ پلایا ہے پھر تو دونوں قبیلوں میں قیامت آگئی اور رو دھائی مچی کہ خدا کی پناہ ہر ایک دوسرے پر الزام لگا رہا تھا کہ اس حادثہ کا سبب دوسرا ہے اور اب ان پر قیامت آئے گی خدا کا قہر نازل ہوگا، مشکل اور اس لئے بھی بڑھ گئی تھی کہ شادی کو دس سال ہو چکے تھے اور تین بچے بھی پیدا ہو چکے تھے آخر ان کا کیا ہوگا. عورت تو سنتے ہی اپنے باپ کے گھر بھاگ گئی، اور کھانا پینا چھوڑ دیا. خودکشی پر آمادہ ہو گئی کیونکہ وہ یہ صدمہ نہیں برداشت کر سکی کہ اس نے اپنے بھائی سے شادی کر لی اور اس سے بچے بھی پیدا ہو گئے اور اس کو ذرہ برابر خبر بھی نہ تھی مار پیٹ میں دونوں طرف کے لوگ زخمی ہو گئے خدا خدا کر کے ایک شیخ قبیلہ کے بیچ بچاؤ کرنے پر لڑائی ختم ہوئی اور اس شیخ نے دونوں کو نصیحت کی کہ اس سلسلہ میں علماء سے رجوع کرو ہو سکتا ہے وہ لوگ کوئی ایسا فتویٰ دیدیں جس سے مسئلہ کا حل مل جائے، اب یہ لوگ آس پاس کے بڑے بڑے شہروں میں جا جا کر علماء سے سوال کرتے لیکن جب بھی کسی عالم سے ملاقات کر کے پورا واقعہ بتاتے تو وہ فوراً شادی کو حرام کہہ دیتا اور میاں بیوی میں علیحدگی کرانے کا حکم دیتا کہ ان کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ایک دوسرے سے جدا کر دو ایک غلام آزاد کرو دو مہینے کا مسلسل روزہ رکھو اسی قسم کے دیگر فتوؤں سے پالا پڑتا.

ہوتے ہوئے یہ لوگ قفصہ بھی پہونچے وہاں کے علماء نے بھی یہی جواب دیا کیونکہ مالکی فرقہ کے یہاں ایک قطرہ دودھ پینے سے نشر حرمت ہوجاتی ہے اس لئے کہ امام مالک کا فتویٰ یہی ہے کیونکہ امام مالک دودھ کا قیاس شراب پر کرتے ہیں. جیسے اگر کوئی چیز ایسی ہو کہ اس کے زیادہ مقدار استعمال کرنے سے نشہ پیدا ہو جاتا ہو تو اس چیز کی قلیل مقدار بھی حرام ہو جائے گی، لہٰذا ایک قطرہ دودھ بھی نشر حرمت کا سبب ہوگا لیکن یہاں پر ایک شخص نے ان لوگوں کو تنہائی میں چپکے سے میرا پتہ بتایا اور کہا: اس معاملہ میں تم لوگ تیجانی سے سوال کرو وہ ہر مذہب کو بہت اچھی طرح جانتا ہے میں نے خود دیکھا ہے کہ اس نے ان علماء سے کئی مرتبہ بحث و مناظرہ کیا اور ہر مرتبہ سب کو شکست دے دی،

یہ باتیں مجھے شوہر نے اس وقت بتائیں جب میں ان لوگوں کو اپنے کتب خانہ میں لے گیا اور انھوں نے پورا واقعہ شروع سے آخر تک تفصیل کے ساتھ مجھے بتایا اور اس نے کہا مولانا: میری بیوی خودکشی پر آمادہ ہے میرے بچے آوارہ ہو رہے ہیں. میرے پاس اس قضیہ کا کوئی حل نہیں ہے، لوگوں نے آپ کا پتہ بتایا اور یہاں آکر جب میں نے اتنی کتابیں دیکھیں تو خوش ہو گیا کہ میرا مسئلہ حل ہو جائے گا کیونکہ میں نے اپنی زندگی میں اتنی کتابیں کہیں نہیں دیکھیں،

میں نے پہلے قہوہ پیش کیا پھر پوچھا کہ تمہاری بیوی نے کتنی مرتبہ اس عورت کا دودھ پیا تھا اس نے کہا یہ تو میں نہیں جانتا لیکن میری بیوی نے دو یا تین مرتبہ دودھ پیا ہے اور اس کے باپ نے بھی یہی بتایا ہے کہ وہ دو تین مرتبہ اپنی بیٹی کو اس بڑھیا کے پاس دودھ پلانے کیلئے لے گیا تھا، اس پر میں نے کہا اگر یہ بات صحیح ہے تو شادی درست ہے. وہ بیچارہ دوڑ کر میرے قدموں پر گر پڑا کبھی میرا سر چومتا کبھی میرا ہاتھ چومتا اور کہتا جاتا خدا آپ کو نیکی عطا کرے آپ نے میرے لئے سکون کا دروازہ کھول دیا اور پھر جلدی سے اٹھ کر بھاگا نہ مجھ سے سوال کیا اور نہ قہوہ ہی ختم کیا اور نہ مجھ سے دلیل پوچھی صرف جانے کے لئے اجازت لی تاکہ جلدی سے اپنی بیوی اور بچوں اور قبیلہ والوں کو یہ خبر سنائے۔

لیکن وہ دوسرے دن سات آدمیوں کو لے کر میرے پاس آیا اور سب کو میرے سامنے کرتے ہوئے ہر ایک کا تعارف کرانے لگا. یہ میرے والد ہیں، یہ میری زوجہ کے والد ہیں، یہ دیہات کے سردار ہیں، یہ امام جمعہ

وجاہت ہیں، یہ دینی مرشد ہیں، یہ شیخ عشیرہ ہیں، یہ مدیر مدرسہ ہیں یہ سب کے سب میرے پاس رضاعت کے مسئلہ کے سلسلہ میں آئے تھے کہ آپ نے اس کو کیونکر حل فرمایا؟ میں سب کو کتب خانہ میں لیکر آیا، اور مجھے امید تھی کہ یہ سب مجھ سے جھگڑا کریں گے، میں نے سب کو قہوہ پیش کیا اور مرحبا کہا، ان لوگوں نے کہا ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں کہ جب رضاعت کو قرآن نے حرام کیا ہے تو آپ نے کیسے اس کو حلال کر دیا؟ اور رسولؐ نے فرمایا ہے: جو چیزیں نسب سے حرام ہوتی ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتی ہیں اور امام مالک نے بھی حرام قرار دیا ہے!

میں : میرے بزرگ آپ آٹھ آدمی ہیں اور میں اکیلا ہوں اگر میں سب سے بحث کروں تو شاید سب کو قانع نہ کر پاؤں اور سارا وقت بحث و مناظرہ کے نذر ہو جائے اس لئے آپ اپنے میں سے ایک کو منتخب کر لیں وہ مجھ سے مناظرہ کرے اور آپ سب حکم ہو جائیں، آپ کا فیصلہ دونوں کو تسلیم کرنا ہوگا سب نے میری تجویز کو پسند کیا اور مرشد دینی کا انتخاب اس لئے ہوا کہ وہ سب سے زیادہ اعلم واقدر (قدرت رکھنے) ہیں۔

مرشد : جس چیز کو خدا اور رسولؐ وائمہ نے حرام قرار دیا ہے آپ نے کس دلیل سے اسکو حلال قرار دیا ہے؟

میں : اعوذ باللہ! بھلا میں ایسا کر سکتا ہوں؟ قصہ یہ ہے کہ خدا نے رضاعت کی آیت کو مجمل اتارا ہے اس کی تفصیل نہیں بیان کی ہے بلکہ تفصیل رسولؐ کے حوالہ کر دی ہے اور انھوں نے کیف وکم کے ساتھ مقصد کو واضح کر دیا ہے۔

مرشد : امام مالک ایک قطرہ سے بھی نشر حرمت کے قائل ہیں،

میں : جی ہاں! میں جانتا ہوں لیکن امام مالک تمام مسلمانوں کیلئے حجت نہیں ہیں ورنہ آپ دوسرے ائمہ کو کیا کہیں گے؟

مرشد : خدا ان تمام ائمہ سے راضی ہو اور ان کو بھی راضی کرے یہ سب کے سب رسول خدا کی بات کہتے ہیں

میں : آپ خدا کے سامنے کون سی حجت پیش کریں گے اس بات پر کہ آپ امام مالک کی تقلید کرتے ہیں اور ان کی رائے نص رسولؐ کے خلاف ہوتی ہے انھوں نے حیرت سے کہا! سبحان اللہ!

میں یہ نہیں مان سکتا کہ امام مالک جو امام دار الہجرۃ ہیں وہ نصوص نبویہ کی مخالفت کرتے ہیں
حاضرین کو بھی بہت تعجب ہوا تھا اور انھوں نے میری اس جرأت کو بہت ہی عجیب وغریب
سمجھا کیونکہ مجھ سے پہلے کسی نے ایسا ریمارک امام مالک پر نہیں کیا تھا میں نے اپنی بات کی
وضاحت کرتے ہوئے کہا کیا امام مالک کا شمار صحابہ میں ہوتا ہے؟ مرشد نے کہا نہیں! میں نے
کہا ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے؟ کہا! نہیں بلکہ وہ تبع تابعین میں سے ہیں۔ میں نے پھر کہا
حضرت علیؑ اور امام مالک میں کون زیادہ قریب ہے؟

مرشد : حضرت علیؑ کیونکہ وہ خلفائے راشدین میں سے ہیں! حاضرین میں سے ایک صاحب بولے سیدنا علیؑ
کرم اللہ وجہہ باب مدینۃ العلم ہیں۔ میں نے کہا: پھر آپ نے باب مدینۃ العلم کو چھوڑ کر ایسے شخص کی
تقلید کیوں کی جو نہ صحابہ میں سے ہے نہ تابعین میں سے ہے بلکہ جس کی ولادت فتنہ کے بعد اور لشکر
یزید کے ذریعہ مدینہ رسولؐ کے تاراج ہونے کے بعد ہوئی ہے یزید کے لشکر والوں نے جو کچھ
کرنا تھا کیا! بہترین صحابہ کو قتل کر دیا! ہتک حرمات الٰہی کی، خود ساختہ بدعت جاری کر کے
سنت رسولؐ کو بدل دیا۔ اب آپ خود ہی سوچئے ان تمام حالات کے بعد ان ائمہ سے انسان
کیونکر مطمئن ہو سکتا ہے۔ جو ظالم حکومت کے منظور نظر تھے اور حکومت کی مرضی کے مطابق
فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اتنے میں ایک شخص بولا! میں نے سنا ہے آپ شیعہ ہو گئے ہیں اور حضرت
علیؑ کی عبادت کرتے ہیں؟ اتنا سنتے ہی اس کے بغل میں بیٹھے ہوئے آدمی نے اس کو ایک گھونسا
مارا جس سے اس کو کافی تکلیف پہنچی اور کہا چپ ہو جاؤ تم کو شرم نہیں آتی کہ ایسے فاضل شخص کے
بارے میں ایسی بات کرتے ہو، میں نے بہت سے علماء کو دیکھا ہے لیکن ابھی تک میں نے کسی عالم کے
پاس اتنا بڑا کتب خانہ نہیں دیکھا یہ شخص جو بات بھی کہہ رہا ہے بہت اعتماد و بھروسے اور اطمینان سے
کہہ رہا ہے۔

میں : میں نے فوراً اس کو جواب دیا جی ہاں! یہ صحیح ہے کہ میں شیعہ ہوں لیکن شیعہ حضرت علیؑ کی پرستش
نہیں کرتے بلکہ وہ امام مالک کے عوض حضرت علیؑ کی تقلید کرتے ہیں جنکو آپ لوگ بھی باب مدینۃ العلم

کہتے ہیں۔

مرشد : کیا حضرت علیؑ ایک عورت سے دو بچوں کی رضاعت کے بعد دونوں کی آپس میں شادی کو حلال کہتے ہیں؟

میں : نہیں ایسا تو نہیں کہتے بلکہ یہ فرماتے ہیں: جب رضاعت پندرہ مرتبہ ہو اور بچہ ہر مرتبہ سیر ہو کر پئے اور پندرہ مرتبہ متواتر پئے درمیان میں دوسری عورت کا دودھ نہ پئے تو حرام ہے یا پھر اتنا دودھ پئے کہ اس سے گوشت و پوست اگ آئیں. اتنا کہتے ہی زوجہ کے باپ کا چہرہ کھل اٹھا اور اس نے فوراً کہا: الحمد للہ! میری بیٹی نے تو صرف دو یا تین مرتبہ دودھ پیا ہے اور حضرت علیؑ کے اس قول سے ہم اس بلا سے بچ سکتے ہیں ان کا قول ہمارے لئے رحمت ہے ہم تو مایوس ہو چکے تھے

مرشد : اس پر دلیل پیش کیجئے تاکہ ہم مطمئن ہو سکیں، میں نے السید الخوئیؒ کی منہاج الصالحین پیش کر دی اس نے خود باب رضاعت سب لوگوں کو پڑھ کر سنایا، وہ لوگ خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے خصوصاً شوہر تو بہت ہی خوش تھا کیونکہ اس کو ڈر تھا کہ شاید میرے پاس کوئی ایسی دلیل نہ ہو جو ان کو مطمئن کر سکے، ان لوگوں نے مجھ سے عاریتاً کتاب مانگی تاکہ دیہات والوں کے سامنے بطور حجت پیش کر سکیں، میں نے کتاب دیدیا اور وہ لوگ مجھ سے رخصت ہو کر دعا دیتے ہوئے اور معذرت کرتے ہوئے چلے گئے، میرے گھر سے نکلتے ہی میرا ایک دشمن ان لوگوں سے ملا اور ان لوگوں کو لیکر بعض علمائے سوء کے پاس چلا گیا، بس پھر کیا تھا انھوں نے ان لوگوں کو ڈرانا شروع کر دیا کہ میں اسرائیل کا ایجنٹ ہوں اور منہاج الصالحین گمراہ کن کتاب ہے، اہل عراق سب اہل کفر و نفاق ہیں، شیعہ مجوسی ہیں یہ لوگ بہنوں سے نکاح جائز سمجھتے ہیں اس لئے کوئی تعجب کی بات نہیں ہے جو میں نے نکاح کو جائز قرار دیدیا ہے اسی قسم کے پروپگنڈے کرنے لگے اور ان لوگوں کو اتنا ڈرایا کہ وہ پھر پلٹ گئے اور مطمئن ہو جانے کے بعد منقلب ہو گئے اور شوہر کو مجبور کیا کہ قفصہ کے ابتدائی عدالت کے محکمہ طلاق میں اس قضیہ کو پیش کرے پھر رئیس محکمہ نے کہا آپ لوگ دار السلطنت جائیں اور مفتی الجمہوریہ سے ملیں تاکہ وہ مسئلہ کا حل تلاش کریں، چنانچہ شوہر تونس گیا اور ایک ماہ وہاں

قیام پذیر رہا تب مفتی صاحب سے ملاقات ہو پائی اور شروع سے لے کر آخر تک اس نے پورا قصّہ مفتی صاحب کو سنا ڈالا، مفتی صاحب نے پوچھا وہ کون سے علما ہیں جنھوں نے اس شادی کو حلال بتایا ہے اور صحیح کہا ہے. شوہر نے کہا سب ہی نے حرام بتایا ہے صرف ایک شخص تیجانی سماوی ہے جو حلال کہتا ہے، مفتی صاحب نے میرا نام لکھ لیا اور شوہر سے کہا: تم واپس جاؤ میں عنقریب تفقہ کے رئیس محکمہ کو خط لکھوں گا.

پھر مفتی الجمہوریہ کا خط آیا اور شوہر کے وکیل کو مطلع کیا گیا اس وکیل نے شوہر کو مطلع کر دیا کہ مفتی جمہوریہ نے اس شادی کو حرام قرار دیدیا ہے، یہ سارا قصّہ مجھ سے شوہر نے آکر بتایا جو بہت کمزور ہو چکا تھا تھکن کے آثار اس کے چہرے سے ظاہر تھے اس نے مجھ سے بہت معذرت کی کہ میری وجہ سے آپ کو بڑی پریشانی ہوئی، میں نے اس کے جذبات کو سمجھ کر اس کا شکریہ ادا کیا اور مجھے بہت زیادہ تعجب ہوا کہ مفتی جمہوریہ نے اس عقد کو کیونکر باطل کر دیا! میں نے شوہر سے کہا تم مجھے وہ خط لاکر دو جو مفتی جمہوریہ نے محکمہ کو لکھا ہے تاکہ میں ٹیونس کے اخباروں میں اس کو شائع کراؤں اور لوگوں کو بتاؤں کہ مفتی الجمہوریہ اسلامی مذاہب سے ناواقف ہے اور رضاعت کے بارے میں علماء کا کیا فقہی اختلاف ہے اس کو وہ نہیں جانتا لیکن شوہر نے کہا مجھے تو پورے حالات ہی نہیں معلوم ہوسکتے خط کا لانا تو بہت دشوار ہے یہ کہہ کر وہ میرے پاس سے چلا گیا.

چند دنوں کے بعد رئیس محکمہ کا ایک حکم میرے پاس آیا کہ تم وہ کتابیں اور دلیلیں لیکر میرے پاس حاضر ہو اور ثابت کرو کہ وہ شادی کیوں باطل نہیں ہے؟ میں نے پہلے ہی سے چند مدارک جمع کر رکھے تھے اور ہر کتاب میں رضاعت کی بحث کے اندر ایک نشانی رکھ دی تھی تاکہ حوالہ میں آسانی ہو چنانچہ میں تاریخ معین پر ٹھیک وقت پر عدالت پہنچ گیا، کاتب الرئیس نے میرا استقبال کیا اور مجھے رئیس کے کمرہ میں پہونچا دیا دفعۃً میں نے وہاں محکمہ ابتدائیہ کے رئیس، محکمہ ناحیہ کے رئیس، جمہوریہ کے وکیل کو دیکھا اور ان کے ساتھ تین اور ارکان کو دیکھا سب کے سب قضاوت کے مخصوص لباس میں تھے معلوم یہ ہو رہا تھا جیسے یہ لوگ کسی قانونی جلسہ میں شرکت کیلئے آئے ہوں، اور پھر میری نظر کمرے کے آخر میں پڑی تو دیکھا ایک گوشہ

میں شوہر بھی بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے پہنچتے ہی سب پر سلام کیا سب ہی میری طرف بڑی ترچھی نظروں سے دیکھ رہے تھے بلکہ حقارت کی نظر سے دیکھ رہے تھے جب میں بیٹھ گیا تو رئیس نے بڑے سخت لہجہ میں مجھ سے کہا: کیا تم ہی تیجانی سماوی ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں!

رئیس: کیا تم ہی نے اس شادی کے مسئلہ میں جواز کا فتوی دیا ہے؟

میں: میں مفتی نہیں ہوں لیکن ائمہ نے اور علمائے مسلمین نے اس شادی کی حلیت و صحت کا فتویٰ دیا ہے

رئیس: اسی لئے ہم نے آپ کو بلایا ہے اور آپ اس وقت ملزم ہیں اگر آپ نے اپنے دعوی کو دلیل سے ثابت نہ کیا تو ہم آپ کو قید کر دیں گے اور آپ یہاں سے سیدھے قید خانہ جائیں گے اس وقت میں سمجھا کہ سردست تو میں ملزم کے کٹہرے میں ہوں، اس وجہ سے نہیں کہ میں نے اس قضیہ میں فتویٰ دیا ہے بلکہ اس کی اصلی وجہ یہ تھی کہ بعض علمائے سوء نے ان حکام سے چغل خوری کی تھی کہ میں صاحب فتنہ ہوں صحابہ کو گالیاں دیتا ہوں، شیعیت کی ترویج کرتا ہوں اور رئیس محکمہ نے ان سے کہہ دیا تھا کہ اگر دو گواہ اس کے خلاف پیش کر دو تو میں اس کو جیل میں سڑا دوں گا اسی کے ساتھ ساتھ اخوان المسلمین والوں نے اس فتوی کو حضرت عثمان کا کرتا بنا لیا تھا اور ہر خاص و عام تک یہ خبر پہنچا دی تھی کہ میں بھائی بہن کے نکاح کو جائز سمجھتا ہوں، اور شیعوں کا یہی عقیدہ ہے یہ باتیں مجھے پہلے سے معلوم تھیں لیکن جب رئیس محکمہ نے مجھے قید کی دھمکی دی تو مجھے یقین ہو گیا اور اب میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ میں چیلنج کر کے بہادری کے ساتھ اپنا دفاع کروں۔

میں: چنانچہ میں نے کہا: کیا میں بغیر کسی خوف کے مزاحمت کے ساتھ گفتگو کر سکتا ہوں؟

رئیس: ہاں تم گفتگو کر سکتے ہو کیونکہ تمہارا کوئی وکیل نہیں ہے۔

میں: سب سے پہلے تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنے کو بعنوان مفتی نہیں پیش کیا ہے۔ لڑکی کا یہ شوہر آپ کے سامنے موجود ہے آپ اس سے پوچھ سکتے ہیں یہی شخص میرے پاس آیا میرے دروازے کو کھٹکھٹایا مجھ سے سوال کیا اس لئے میرا فریضہ تھا جو میں جانتا ہوں اس کو بتا دوں میں نے اس سے پہلے ہی پوچھا تھا کہ کتنی مرتبہ دودھ پیا ہے؟ اس نے مجھے بتایا کہ اس کی بیوی نے صرف دو تین

مرتبہ دودھ پیا ہے تب میں نے اس کو اسلام کا مسئلہ بتا دیا۔

رئیس : اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اسلام کو جانتے ہیں اور ہم لوگ جاہل ہیں۔

میں : استغفر اللہ! میرا یہ مطلب نہیں ہے چونکہ یہاں کا ہر شخص امام مالک کا فتویٰ جانتا ہے اس کے آگے کچھ نہیں اور میں نے چونکہ تمام مذاہب کو کھنگالا ہے اس لئے اس مشکل کا حل مجھے مل گیا۔

رئیس: آپ کو حل کہاں سے ملا؟

میں : جناب عالی ہر چیز سے پہلے کیا میں آپ سے ایک سوال پوچھ سکتا ہوں؟

رئیس : ہاں! جو جی چاہے پوچھو

میں : مذاہب اسلامیہ کے بارے میں جناب عالی کا کیا خیال ہے؟

رئیس: سب کے سب صحیح ہیں اور سب رسولؐ خدا سے تمسک کرتے ہیں۔ ان کے اختلاف میں بھی رحمت ہے۔

میں : پھر تو آپ اس بیچارے پر رحم کیجئے (شوہر کی طرف اشارہ تھا) کیونکہ دو ماہ سے زیادہ ہو گیا اپنے بیوی بچوں سے جدا ہے اور بعض اسلامی مذہب میں اس کا حل موجود ہے

رئیس : (غصہ سے) دلیل پیش کرو، ہم نے تم کو اپنا دفاع کرنے کی اجازت دی تھی تم دوسروں کی وکالت کرنے لگے! میں نے اپنے بیگ سے سید خوئی کی منہاج الصالحینؒ نکالی اور کہا یہ مذہب اہلبیتؑ ہے اور اس میں قطعی دلیل موجود ہے اس نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا: اہلبیتؑ کے مذہب کو چھوڑو نہ ہم اس کو جانتے ہیں نہ اس پر ہمارا عقیدہ ہے

مجھے تو پہلے ہی سے اس کی توقع تھی اسی لئے اہل سنت کے مدارک و مصادر بھی لیکر آیا تھا، اور اپنی استعداد کے مطابق اس کی ترتیب بھی دی تھی پہلے درجہ میں بخاری کو رکھا تھا پھر صحیح مسلم اس کے بعد محمود شلتوت کی کتاب الفتاویٰ اور پھر ابن رشد کی بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد رکھی تھی تفسیر میں ابن جوزی کی زاد المسیر فی علم التفسیر اور دیگر اہلسنت کے مصادر رکھے تھے جب رئیس نے السید الخوئی کی کتاب دیکھنے سے انکار کر دیا تو میں نے پوچھا آپ کس کتاب پر بھروسہ کریں گے؟

رئیس : بخاری! میں نے بخاری نکال کر معین صفحہ کو کھول کر کہا لیجئے بسم اللہ پڑھئے!

رئیس : نہیں نہیں تم ہی پڑھو ! میں نے پڑھنا شروع کیا: فلاں نے فلاں سے اور انھوں نے ام المومنین عائشہ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتی ہیں ، رسولؐ خدا نے انتقال کیا لیکن پانچ رضعات یا اس سے زیادہ پر نشر حرمت کیا تھا

رئیس نے مجھ سے کتاب لیکر خود پڑھا پھر اپنے پہلو میں بیٹھے وکیل جمہوریہ کو دیا اس نے پڑھ کر اپنے بعد والے کو دیا ، اتنی دیر میں صحیح مسلم نکال چکا تھا اور اسی حدیث کو اس میں بھی دکھایا ، اس کے بعد شیخ ازہر کی کتاب الفتاوی کھولی انھوں نے مسئلہ رضاعت میں ائمہ کے اختلافات کا ذکر کیا ہے کہ بعض علماء کا نظریہ ہے کہ پندرہ مرتبہ پینے سے نشر حرمت ہوتی ہے اور بعض نے کہا ہے سات مرتبہ سے نشر حرمت ہو جاتی ہے بعض نے پانچ سے اوپر کہا ہے سوائے امام مالک کے کہ جنھوں نے نص کی مخالفت کی ہے . اور ایک قطرہ کو بھی ناشر حرمت مانا ہے اس کے بعد شیخ شلتوت فرماتے ہیں: میں بیچ والے قول کو مانتا ہوں یعنی سات مرتبہ یا اس سے زیادہ پئے جب رئیس محکمہ ان تمام اقوال پر مطلع ہوا تو بولا: بس یہ کافی ہے اس کے بعد شوہر سے کہا تم ابھی جاؤ اور اپنی بیوی کے والد (خسر) کو لاؤ تاکہ وہ میرے سامنے گواہی دے کہ اس نے دو یا تین مرتبہ ہی پیا ہے اور ہوسکتا ہے تم آج ہی اپنی بیوی کو اپنے گھر لے جاؤ۔

بے چارہ شوہر تو خوشی کے مارے اڑا جا رہا تھا ، وکیل جمہوریہ اور باقی ارکان نے اپنے اپنے مشاغل کا حوالہ دے کر معذرت چاہتے ہوئے جانے کی اجازت مانگی اور رئیس نے سب کو اجازت دیدی ۔ پھر جب تنہائی ہوئی تو میری طرف معذرت چاہتے ہوئے متوجہ ہوا اور کہنے لگا: استاد مجھے معاف کردو لوگوں نے آپ کے بارے میں مجھے غلطی میں مبتلا کر دیا تھا ، اور آپ کے بارے میں عجیب عجیب باتیں کہی تھیں اب مجھے پتہ چلا کہ وہ سب آپ سے حسد کرتے ہیں اور وہ لوگ مغرض ہیں شر پسند ہیں .

خوشی کے مارے میرا دل اڑنے لگا کہ اتنی جلدی اتنی بڑی تبدیلی ! میں نے کہا شکر خدا ہے کہ اس نے میری کامیابی آپ کے ہاتھوں میں معین کی رئیس نے کہا میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس بہت بڑا کتبخانہ ہے ؟ کیا اس میں دمیری کی "حیاۃ الحیوان الکبری" موجود ہے ؟

میں : جی ہاں موجود ہے

رئیس: کیا آپ مجھے چند دنوں کے لئے بطور عاریت اس کو دے سکتے ہیں؟ میں تین سال سے اس کتاب کی تلاش میں ہوں۔

میں : جی ہاں! آپ جب چاہیں میں پیش کر دوں

رئیس: کیا آپ کے پاس اتنا وقت ہے کہ کبھی میں آپ کے مکتبہ میں اگر آپ سے گفتگو کر سکوں اور استفادہ کر سکوں؟

میں : استغفر اللہ! میں آپ سے استفادہ کروں گا آپ از روئے سن و قدر و منزلت مجھ سے کہیں بلند ہیں۔ میرے پاس ہفتہ میں چار دن فرصت ہی فرصت ہے میں آپ کے چشم و ابرو کے اشارہ پر کام کروں گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر ہفتہ میں شنبہ کے دن اجتماع طے پایا کیونکہ اسی دن رئیس کے پاس محکمہ کے جلسے نہیں ہوتے اس کے بعد مجھ سے کہا میرے پاس بخاری، مسلم، کتاب العقادی چھوڑ جایئے تاکہ میں عین عبارت نقل کر سکوں، اس کے بعد بذات خود مجھے اپنے دفتر کے دروازے تک رخصت کرنے کیلئے آئے اور میں خدا کی اس دی ہوئی کامیابی پر اس کی حمد کرتا ہوا چلا، حالانکہ جب میں داخل ہوا تھا تو خوفزدہ تھا مجھے جیل کی دھمکی دی گئی تھی اور جب نکلا ہوں تو رئیس محکمہ میرا جگری دوست بن چکا تھا میرا احترام کرنے لگا تھا، میرے ساتھ نشست و برخاست کرنا چاہتا تھا تاکہ مجھ سے استفادہ کرے یہ صرف اہلبیتؑ کے راستہ پر چلنے کی برکت ہے جو بھی اہل بیتؑ سے متمسک ہوا وہ کبھی ناکام نہیں ہوا۔ اور جس نے ان کی پناہ حاصل کرنی چاہی وہ مامون ہو گیا۔

لڑکی کے شوہر نے اپنے دیہات میں پورا قصہ نقل کر دیا اور پھر تو آس پاس کے تمام دیہاتوں میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی۔ بیوی اپنے شوہر کے گھر گئی اور قصہ شادی کے جواز پر تمام ہوا۔ اور لوگ میرے بارے میں کہنے لگے کہ یہ شخص سب سے بڑا عالم ہے حتیٰ مفتی الجمہوریہ سے بھی زیادہ اعلم ہے

پھر ایک دن شوہر ایک لمبی سی کار لے کر میرے گھر آیا اور مجھے اور میرے اہل و عیال سب

کو اپنے دیہات چلنے کی دعوت دی کہ اہل قریہ آپ کی آمد کے منتظر ہیں اور استقبال کے لئے تیار ہیں اور خوشی منانے کے لئے تین بچھڑے کاٹیں گے۔ لیکن تقصہ میں اپنی مشغولیت کی وجہ سے میں نے معذرت کرلی اور کہا پھر کبھی انشاءاللہ آؤں گا۔

رئیس محکمہ نے بھی اپنے دوستوں سے پورا واقعہ نقل کیا اور یہ بات مشہور ہوگئی اور خدا نے مکاروں کی مکاری ختم کردی پھر بعض لوگ معذرت کیلئے آئے، کچھ لوگ ان میں شیعہ ہوگئے یہ تو خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے وہ عظیم فضل والا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ

آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ

تمام شد شب سہ شنبہ ۸ بجے شب بتاریخ ۲۹ جنوری ۱۹۹۱ء مطابق ۲ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ۔

قم المقدسہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتابیات

کتب تفسیر

نمبر شمار	اسمائے کتب	نام مصنف
۱	قرآن کریم	
۲	تفسیر طبری	طبری
۳	درمنثور	جلال الدین سیوطی
۴	المیزان	محمد حسین طباطبائی
۵	تفسیر کبیر	فخرالدین رازی
۶	تفسیر ابن کثیر	ابن کثیر
۷	زادالمسیر	ابن جوزی
۸	تفسیر قرطبی	قرطبی
۹	شواہد التنزیل	حسکانی
۱۰	الحاوی للفتاوی	جلال الدین سیوطی
۱۱	الاتقان فی علوم القرآن	

کتب حدیث

نمبر شمار	اسمائے کتب	نام مصنف
۱	صحیح البخاری	محمد اسماعیل
۲	صحیح مسلم	محمد بن مسلم
۳	صحیح ترمذی	ترمذی
۴	صحیح ابن ماجہ	ابن ماجہ

نمبر	اسمائے کتب	نام مصنف
۵	مستدرک	الحاکم
۶	مسند	احمد بن حنبل
۷	سنن	ابی داؤد
۸	کنز العمال	ملا علی متقی
۹	موطاء	امام مالک
۱۰	جامع الاصول	ابن اثیر
۱۱	الجامع الصغیر	جلال الدین سیوطی
۱۲	الجامع الکبیر	. . .
۱۳	منہاج السنۃ	ابن تیمیہ
۱۴	مجمع الزوائد	الہیثمی
۱۵	کنوز الحقائق	المناوی
۱۶	فتح الباری	

کتب تاریخ

نمبر	اسمائے کتب	نام مصنف
۱	تاریخ الامم والملوک	طبری
۲	تاریخ الخلفاء	سیوطی
۳	تاریخ کامل	ابن اثیر
۴	تاریخ دمشق	ابن عساکر
۵	مروج الذہب	مسعودی
۶	تاریخ یعقوبی	یعقوبی
۷	الامامۃ والسیاسۃ	ابن قتیبہ
۸	تاریخ ابی الفداء	ابو الفداء
۹	تاریخ ابن الشحنہ	ابن الشحنہ
۱۰	تاریخ بغداد	
۱۱	عقد فرید	
۱۲	الطبقات الکبریٰ	ابن سعد
۱۳	شرح نہج البلاغہ	ابن ابی الحدید معتزلی

کتب سیرت

نمبر	اسمائے کتب	نام مصنف
۱	سیرت ابن ہشام	ابن ہشام
۲	سیرۃ حلبیۃ	
۳	استیعاب	
۴	اصابہ	
۵	اسد الغابہ	

نمبر	اسمائے کتب	نام مصنف
۶	حلیۃ الاولیاء	ابونعیم
۷	الغدیر	علامہ امینی
۸	طرائف	ابن طاؤس
۹	الفتنۃ الکبریٰ	ملّا حسین
۱۰	حیات محمدؐ	محمد حسین ہیکل
۱۱	الریاض النضرۃ	طبری
۱۲	خلافت و ملوکیت	ابوالاعلیٰ مودودی

مختلف کتابیں

نمبر	اسمائے کتب	نام مصنف
۱	اسعاف الراغبین	
۲	تہذیب التہذیب	
۳	تذکرۃ الخواص	ابن جوزی
۴	البدایۃ والنہایۃ	ابن کثیر
۵	سرّ العالمین	امام غزالی

نمبر	اسمائے کتب	نام مصنف
۶	صواعق محرقہ	ابن حجر
۷	مناقب خوارزمی	خوارزمی
۸	ینابیع المودۃ	قندوزی
۹	نص و اجتہاد	شرف الدین
۱۰	المراجعات	، ،
۱۱	سقیفہ	شیخ رضا مظفر
۱۲	فدک	سید محمد باقر الصدر
۱۳	صدیق ابوبکر	محمد حسین ہیکل
۱۴	مناقشات عقائدیہ	
۱۵	لسان العرب	ابن منظور
۱۶	شرح نہج البلاغہ	محمد عبدہ
۱۷	ابوہریرہ	شرف الدین
۱۸	سقیفہ و خلافۃ	عبدالفتاح عبدالمقصود
۱۹	شیخ المضیرہ	محمود ابوریہ